باب نمبر 40

حالات حضرت منصور عمارؒ

آپ نگین خاتم ولایت اور امین عالم ولایت ہیں۔ اکابر حکماء اور سادات مشائخ میں سے تھے۔ وعظ کرنے میں بے نظیر تھے۔ بعض لوگ آپ کے متعلق بہت مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ رہنے والے ابو شیخ کے تھے۔ مگر بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ ہے کہ ایک دفعہ راہ میں ایک کاغذ گرا ہوا دیکھا۔ جس پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو اٹھالیا۔ جب کوئی پاک جگہ رکھنے کو نہ ملی۔ تو کاغذ کو کھالیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ تو نے ہمارے نام کی عزت کی۔ ہم نے تجھ پر حکمت کا دروازہ کشادہ کر دیا ہے۔

مدت تک آپ ریاضت و مجاہدہ نفس میں لگے رہے۔ آخر وعظ بیان کرنے لگے۔ ایک دن ایک نوجوان مجلس شراب میں مشغول تھا۔ اس نے چار درم غلام کو دیے۔ کہ بازار سے کچھ کھانا خرید لائے۔ غلام کا گذر آپ کی مجلس وعظ میں سے ہوا۔ چنانچہ اشتیاق کے باعث غلام تھوڑی دیر کے لئے مجلس وعظ میں بیٹھ گیا۔ دوران وعظ میں آپ نے فرمایا۔ کہ کون ہے۔ جو چار درم کے عوض چار دعائیں خدا سے منظور کرائے اس وقت آپ کو ایک درویش کے لئے چار درموں کی ضرورت تھی۔ غلام نے اسی وقت چار درم پیش کر دیے۔ آپ نے فرمایا مانگ کیا دعا مانگتا ہے۔ غلام نے عرض کیا۔ کہ:۔

اول۔ خدا تعالےٰ مجھ کو آزاد کرے۔

دوم۔ یہ کہ میرے مالک کو توبہ کی توفیق نصیب ہو۔

سوم۔ یہ کہ ان چار درموں کا اللہ تعالیٰ مجھ کو اجر عطا کرے۔

چھارم۔ یہ کہ اللہ تعالےٰ مجھ پر۔ میرے مالک پر۔ آپ پر اور تمام حاضرین مجلس پر

رحم کرے۔

آپ نے چاروں درم لے کر دعا کر دی۔ اور غلام واپس اپنے مالک کے پاس آیا۔ مالک نے دیر کی وجہ پوچھی تو غلام نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ جس کے سنتے ہی مالک نے کہا۔ کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ اور خدا سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ بندہ بننے کا عہد کرتا ہوں اور چار درم کے عوض تجھ کو ۴۰۰ سو درم دیتا ہوں۔ پس جو کچھ میرے اختیار میں تھا۔ وہ میں نے کر دیا لیکن جس بات پر میں قادر نہیں ہوں وہ میں نہیں کر سکتا۔ اسی رات اس شخص نے خواب میں دیکھا۔ کہ ہاتف نے کہا۔ اے جوان جو کچھ تو اپنی ہمت کے موافق کر سکتا تھا تو نے کیا۔ اب ہماری باری ہے۔ ہم بھی اپنی شان کریمی کے مطابق تجھ پر۔ تیرے غلام پر منصور پر۔ اور حاضرین مجلس پر رحمت کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں گھر سے نکلا۔ ایک گھر کے دروازے پر میں نے سنا۔ کہ ایک شخص مناجات کر رہا تھا۔ خداوندا یہ گناہ جو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ تیری نافرمانی سے نہیں۔ بلکہ ابلیس کی مدد اور نفس کی رہزنی سے ہوا ہے۔ اگر تو میری دستگیری نہ کرے گا۔ تو کون کرے گا۔ اگر تو درگذر نہ کرے گا۔ تو میں ان گناہوں کو کہاں لے جاؤں۔ یہ مناجات سن کر مجھ کو گریہ آ گیا۔ اور میں نے اس وقت یہ آیت پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ جب صبح کو میں ادھر سے پھر گذرا تو دیکھا کہ اس مکان میں شور و غل ہو رہا ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کل صاحب خانہ کا لڑکا خوف الٰہی سے فوت ہو گیا ہے۔ کیونکہ رات کسی شخص نے یہاں آیت پڑھی تھی۔ اور میرا لڑکا نعرہ مار کر مر گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ لڑکے کا قاتل میں ہی ہوں۔

ہارون الرشید نے آپ سے پوچھا۔ کہ سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ جاہل

کون ہے آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ عالم وہ ہے۔ جو اطاعت کرنے کے باوجود ڈرتا ہے۔اور سب سے جاہل وہ ہے جو باوجود جاننے کے گناہ کرتا ہے۔اور نہیں ڈرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں۔پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو پہچانتے ہیں۔ایسے لوگوں کا شغل مجاہدہ و ریاضت ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں ۔جو حق تعالیٰ کو پہچانتے ہیں ۔ایسے لوگوں کا شغل عبادت اور طلب رضا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حکمت عارف لوگوں کے دل میں زبان تصدیق سے بات کرتی ہے۔ زاہد لوگوں کے دل میں زبان تفصیل سے۔اور عابد لوگوں کے دل میں زبان توفیق سے۔اور مریدوں کے دل میں زبان تفکر سے اور عالموں کے دل میں زبان تذکر سے۔اور بہت اچھا ہے وہ شخص جو علی الصبح پیدا ہوتا ہے۔عبادت اس کا پیشہ۔درویشی اس کی آرزو اور عزت اس کا مقام اور آخرت ہمت۔اور موت کی فکر اور توبہ سے رحمت کی امید رکھے۔

فرماتے ہیں کہ بندوں کے دل تمام روحانی صفت ہیں۔جس دل میں دنیا نے راہ پائی۔تو روح حجاب میں ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں سب سے بہتر لباس بندے کے لئے تواضع اور شکستگی ہے۔اور عارف لوگوں کے لئے تقویٰ۔

فرماتے ہیں کہ جو لوگ ذکر خلق میں مشغول ہو گئے وہ ذکر حق سے باز رہ گئے۔اور کہ نفس کی سلامتی اس کی مخالفت میں ہے۔اور بلا اس کی متابعت میں۔

فرماتے ہیں۔جو شخص مصائب دنیا پر جزع فزع کرتا ہے۔وہ بہت جلدی دین کی مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آرزوئے دنیا کو ترک کرو۔تا کہ غم سے نجات پاؤ۔

فرماتے ہیں کہ زبان کو محفوظ رکھو۔تا کہ عذر کرنے کی ندامت سے بچ جاؤ۔

جب آپ کی وفات ہوگئی۔تو ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔اللہ تعالٰی نے آپ سے کیا سلوک کیا۔جواب دیا کہ مجھ سے پوچھا۔کہ کیا منصور عمار تم ہی ہو۔میں نے کہا کہ ہاں۔فرمایا تم ہی خلقت کو زہد کا حکم دیا کرتے تھے۔اور خود اس پر عمل نہ کرتے تھے۔میں نے عرض کیا۔خداوندا ایسا ہی ہے۔لیکن تیری ثناء بیان کرنے۔اور تیرے رسول ؐ پر درود اور سلام بھیجنے کے بغیر میں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔فرمایا تم سچ کہتے ہو۔پھر فرشتوں کو حکم دیا۔کہ ان کے لئے کرسی بچھاؤ۔تا کہ آسمان پر ملائکہ کے درمیان میری ثناء بیان کریں۔جیسے کہ زمین پر آدمیوں میں کرتے تھے۔

باب نمبر 41

حالات حضرت احمد بن عاصم الانطا کیؒ

آپ متقدمین مشائخ اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ انواع علوم ظاہر و باطن میں یگانہ روزگار تھے۔ عمر دراز پائی۔ اور اکثر اتباع تابعین کی زیارت حاصل ہونے کا شرف آپ کو تھا۔ آپ محاسبیؒ کے مرید تھے۔ اکثر اولیاء اللہ تیزی فراست کے باعث آپ کو جاسوس القلب کہا کرتے تھے۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ کیا آپ خدا کے مشتاق ہیں۔ فرمایا کہ نہیں۔ پوچھا کیوں۔ جواب دیا۔ کہ شوق غائب کی طرف ہوا کرتا ہے۔ مگر اللہ غائب نہیں۔ بلکہ ہر وقت حاضر ہے۔ اور کہ جب غائب حاضر ہوتا ہے۔ تو شوق جاتا رہتا ہے۔

پوچھا کہ معرفت کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ معرفت کے تین درجے ہیں۔ اول اثبات و حدانیت۔ دوم ماسواء اللہ سے دل کا ہٹانا۔ اور سوم یہ اس کی عبادت کسی سے ممکن نہیں۔

پوچھا کہ محبت کی کیا علامت ہے۔ فرمایا کہ اس کی عبادت کم ہو۔ مگر تفکر۔ خلوت اور خاموشی ہر وقت رہے۔ جب اس کو دیکھیں تو نہ پائیں۔ برائی سے غمگین۔ اور اچھائی سے خوش نہ ہو۔ نہ کسی سے ڈر ہو۔ اور نہ کسی سے امید ہو۔

پوچھا گیا کہ خوف اور رجا کیا ہے۔ ان کی نشانی کیا ہے۔ فرمایا خوف کی نشانی گریہ اور رجا کی نشانی طلب ہے۔ جو صاحب رجا ہو اور طلب نہ رکھے وہ کاذب ہے۔ جو صاحب خوف ہو اور گریہ نہ رکھے وہ جھوٹا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ہلاکت کا خوف اس شخص کو ہے۔ جو اپنے نفس پر زیادہ مطمئن ہو۔ اور سب سے زیادہ نجات پر وہ ہے جو اپنے نفس سے زیادہ خوف رکھتا ہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا جب یونس علیہ السلام نے یہ خیال کیا' کہ حق تعالیٰ مجھ کو عتاب نہ کرے گا تو ان پر کیسا عتاب ہوا۔

فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں دل کی دوا ہیں۔ پیٹ کو خالی رکھنا۔اہل اصلاح کی ہم نشینی، تہجد کی نماز صبح کے وقت زاری۔اور تلاوت قران کریم۔

فرماتے ہیں۔عدل دو قسم کا ہے۔ایک وہ جو تمہارے اور حق تعالی کے درمیان ہے۔ اور دوسرے وہ جو تمہارے اور حق تعالی کی مخلوق کے مابین ہے۔

ایک رات آپ کے انتالیس مرید اکٹھے ہو گئے۔دستر خوان بچھایا گیا۔لیکن کھانا کم تھا۔آپ نے ٹکڑے کرکے ہر ایک کے سامنے ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔اور چراغ بجھا دیا۔جب چراغ کو دوبارہ روشن کیا۔تو دیکھا۔کہ سب ٹکڑے بدستور موجود تھے۔ ازراہ ایثار کسی نے بھی کھانا نہ کھایا۔آپ نے اس طور پر مریدوں کی تربیت کی ہوئی تھی۔

حالات حضرت عبداللہ عتیقؒ

آپ غواص دریائے یقین اور دردریائے دین تھے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام زہاد کبار اور متوکلین کمال میں سے تھے۔ حلال کھانے میں بہت مبالغہ اور احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ رہنے والے کوفہ کے تھے۔ مگر انطاکیہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

فتح موصلیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے اول مرتبہ آپ کو دیکھا۔ تو مجھ سے فرمایا۔ کہ دنیا میں چار چیزوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آنکھ۔ زبان۔ دل اور خواہش۔ آنکھ سے ایسی جگہ نہ دیکھو' جو شایان شان نہ ہو۔ زبان سے کوئی ایسی بات نہ کرو جو حکم خدا کے خلاف ہو۔ دل کو خیانت اور تکبر سے محفوظ رکھو۔ حرص کی نظر سے کسی قسم کی خواہش نہ کرو۔ اگر یہ چیزیں صفات مندرجہ کے ساتھ حاصل نہ ہوں' تو لعنت بھیجو۔ کیونکہ سراسر شقاوت ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالی نے دل کو مقام ذکر بنایا ہے۔ اگر نفس سے صحبت رکھی۔ تو مقام شہوت بن گئی اور شہوت کو دل سے دور رکھنے والا صرف خوف ہے۔ جو شخص اپنے دل کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کو چاہئے۔ کہ دل کو ہمیشہ شکستہ رکھے۔ اور طمع نہ کرے۔ کہ کھانے سے آزاد ہو جائے۔

فرماتے ہیں۔ کہ خراب باتوں کے سننے والے کے دل سے طاعت الہی کا ذوق مٹ جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ رجا تین قسم کی ہے۔ اول یہ کہ نیکی کر کے قبولیت کی امید کم ہو۔ دوم یہ کہ گناہ سے توبہ کر کے بخشش کی امید ہو۔ سوم یہ کہ گناہ کر کے ہمیشہ بخشش کی امید ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ عمل میں اخلاص عمل کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ اور عمل ایک ایسی چیز

ہے۔جس کے ادا کرنے سے مرد عاجز ہیں۔اخلاص تو اس کے بعد ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ صدق سے کسی حال میں استغنا نہیں۔لیکن صدق تمام احوال سے خود مستغنی ہے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

باب نمبر 43

حالات حضرت جنید بغدادیؒ

آپ قطب وقت ۔منبع اسرار ۔مرقع انوار ۔سلطان طریقت ۔بادشاہ حقیقت تھے ۔ انواع علوم وفنون میں کامل دستگاہ اور معاملات و ریاضات میں مفتی کامل تھے ۔ کلمات لطیف اور اشارات عالی میں سب پر سبقت رکھتے تھے ۔تمام فرقوں کے مقبول تھے ۔سب کا آپ کی امامت پر اتفاق ہے ۔سید الطائفہ آپ کا لقب اور مقتدائے اہل تصوف ہیں ۔شریعت ۔طریقت اور حقیقت میں انتہا پر پہنچے ہوئے تھے ۔عشق وزہد میں بے نظیر تھے ۔اور مجتہد کا درجہ رکھتے تھے ۔اپنے وقت کے تمام مشائخ کے مرجع تھے ۔آپ کی تصانیف بے شمار ہیں ۔علم اشارات سب سے پہلے آپ ہی نے پھیلایا ۔اگر چہ بار بار دشمنوں اور حاسدلوگوں نے آپ پر کفر اور زندقہ کافتویٰ لگایا ۔سری سقطیؒ کے خواہرزادہ اور مرید تھے ۔آپ کا درجہ اپنے مرشد سے بھی بڑھ کر تھا جس کا اعتراف سری سقطیؒ نے بارہا فرمایا ۔ہمہ تن درد وعشق تھے ۔

آپ کا ابتدائی حال یہ ہے ۔کہ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت میں درد اور طلب تھی ۔ ادب اور فراست کمال کی رکھتے تھے ۔ایک دن مکتب سے گھر آئے ۔تو دیکھا کہ آپ کے والد رو رہے ہیں ۔سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آپ کے ماموں کو زکوۃ کا روپیہ بھیجا تھا ۔مگر انہوں نے قبول نہ کیا ۔آپ نے کہا کہ وہ روپیہ مجھ کو دیں ۔میں ان کو دے آتا ہوں ۔چنانچہ آپ نے ماموں کے گھر جا کر کہا ۔کہ اس خدا کے واسطے جس نے آپ کو فضل اور میرے باپ کو عدل دیا ۔یہ زکوۃ وصول کر لیں ۔ پوچھا کہ مجھ کو کون سا فضل اور تمہارے باپ کو کون سا عدل دیا ۔فرمایا ۔کہ ماموں جان اللہ تعالیٰ نے آپ کو درویشی دی ۔یہ فضل ہے ۔میرے باپ نے زکوۃ کا روپیہ مستحق کو پہنچایا ۔یہ عدل ہے ۔سری سقطیؒ کو یہ بات پسند آئی ۔اور زکوۃ لے لی ۔ اور آپ کو دل میں جگہ دی ۔

ابھی آپ کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ کہ حضرت سریؒ آپ کو حج کے لئے اپنے ہمراہ لے گئے۔ مسجد حرام میں کئی سو مشائخین کی مجلس میں مسئلہ شکر پر بحث ہو رہی تھی۔ ہر شخص نے اپنے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ آپ کے ماموں یعنی سریؒ نے آپ کو کہا۔ کہ تم بھی کچھ کہو۔ آپ نے دو لمحے کے لئے تفکر کرنے کے بعد فرمایا۔ شکر یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ اور نعمت کو معصیت کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یہ سن کر سب مشائخین نے اس سے اتفاق کیا۔ اور اس کلام کی داد دی۔

حج سے واپس آ کر آپ نے شیشہ فروشی کی دکان شروع کی۔ روز دکان پر پردہ چھوڑ کر چار سو رکعت نماز ادا کرتے۔ ایک عرصہ اسی حال میں گزر گیا۔ چالیس سال کے بعد آپ نے گمان کیا۔ کہ میں منزل مقصود پر پہنچ گیا ہوں۔ اسی وقت ہاتف نے آواز دی۔ کہ تمہارے زنار کا کنارہ تم کو دکھانے کا وقت آ گیا ہے۔ آپ نے کہا۔ الٰہی جنیدؒ کا گناہ۔ آواز آئی۔ اس سے پہلے کہ تم گناہ پوچھو.......... ابھی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے ایک آہ بھر کر کہا جو وصال کا اہل نہیں' اس کی تمام نیکیاں بھی حقیقت میں گناہ ہیں۔

پھر بدستور اسی جگہ بیٹھ کر ریاضت کرنے لگے۔

مخالف لوگوں نے آپ کے خلاف زبان درازی کی۔ اور خلیفہ تک شکایت پہنچی۔ خلیفہ نے کہا۔ کہ جب تک حجت قائم نہ ہو۔ سزا کیسے دی جا سکتی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ اس کی باتوں سے لوگوں میں فتنہ پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ چنانچہ حجت قائم کرنے کے لئے خلیفہ نے اپنی حسین و جمیل معشوقہ کو آراستہ و پیراستہ کر کے کہا۔ تم جنیدؒ کے پاس جا کر نقاب کو اٹھا دینا۔ اور کہنا کہ میں بہت مالدار ہوں۔ اور میرا جی دنیا سے بیزار ہو گیا ہے۔ میں آپ کی صحبت میں رہنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اور اپنے آپ کو پیش کرتی ہوں۔ جس قدر ہو سکے چاپلوسی اور خوشامد

کرو۔ ساتھ ہی ایک خادم کو پیچھے بھیج دیا کہ وہ حالت دیکھے۔ چنانچہ کنیز نے ایسا ہی کیا جب آپ کی نظر کنیز پر پڑی۔ تو فوراً سر نیچا کر لیا۔ کنیز نے جو کچھ اس کو سکھایا گیا تھا۔ بیان کیا۔ منت سماجت کر کے اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے آہ آہ کہہ کر کنیز پر پھونک ماری۔ چنانچہ معاً کنیز مر گئی۔ جب خلیفہ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو بہت نادم ہوا۔ اور کہا۔ جو شخص ایسی جسارت کرے۔ اس کی سزا یہی ہے۔ پھر خلیفہ آپ کے پاس گیا۔ اور کہا یا شیخ آپ کے دل نے کس طرح ایسی حسین و جمیل محبوبہ کو ایسی سخت سزا بے گناہ دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ امیر المومنین آپ کو مسلمانوں پر ایسی ہی شفقت کرنی چاہئے تھی۔ کہ ایک مجھ غریب کی چالیس سال کی کمائی کو برباد کرنے کے درپے ہوئے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جب تک تیس ابدال نے مجھے حکم نہ دیا۔ کہ تم لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ۔ کسی سے کلام نہ کی۔

فرماتے ہیں۔ میں نے بہت سے پیروں کی خدمت کی۔ مگر ان میں سے صرف سات شخصوں کو اقتداء کے لائق پایا۔

فرماتے ہیں۔ کہ جب تک ایک ہاتھ میں کتاب خدا اور دوسرے ہاتھ میں سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پکڑ لو۔ اس راستہ پر نہ چلو۔ تاکہ نہ شبہات کے گڑھوں میں گرو۔ اور نہ بدعت کی تاریکی میں مبتلا ہو سکو۔

فرماتے ہیں کہ قیل وقال اور جنگ و پیکار سے یہ درجہ مجھ کو نہیں ملا۔ بلکہ بھوک پیاس نیند اور ترک دنیا سے ملا ہے۔

آپ سے پوچھا۔ کہ آپ نے خدا کو کیسے پہچانا۔ تو فرمایا کہ اس نے مجھ کو اپنا شناسا کیا۔ اس کی مانند کوئی اور نہیں ہے۔ کسی مخلوق پر اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تک میں ایسا رہا۔ کہ تمام آسمان اور زمین والے مجھ پر روتے رہے۔ پھر میں ان کی حالت پر رونے لگا۔ اور اب یہ حال ہے۔ کہ نہ مجھ کو

نے فرمایا۔ کہ ہم نے اپنے رسول کو جنیدؒ کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ نے قبول کر لیا۔ اور وعظ شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کی وعظ کے اثر سے کئی ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ نے خود بخود خاموشی اختیار کر لی۔ اور وعظ بند کر دی۔ اگر چہ لوگوں نے بار بار التجاء کی۔ مگر آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر تقریباً دو سال کے بعد بغیر کسی کی التجاء کے خود بخود پھر وعظ فرمانا شروع کی۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا میں نے ایک حدیث شریف پڑھی ہے۔ جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ آخر میں مخلوق کا نیک گمان اس شخص کے متعلق ہو گا۔ جو سب سے بدتر ہو گا۔ اور وعظ کرے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سب سے بدترین دیکھا۔ اس لئے آنحضرت علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سچا ہونے کی وجہ سے وعظ کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میرا دل گم ہو گیا۔ میں نے خدا سے درخواست کی۔ کہ میرا دل مجھ کو مل جائے۔ آواز آئی۔ کہ اے جنیدؒ! ہم نے تمہارا دل اس لیے لے لیا ہے۔ کہ تم غیر کی طرف التفات کرنا چاہتے ہو۔ مگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ تم ہمارے ساتھ رہو۔

شبلیؒ نے فرمایا۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت و دوزخ کو میرے اختیار میں دیدے۔ تو میں دوزخ کو پسند کروں۔ کیونکہ بہشت میری پسند ہے۔ اور دوزخ دوست کی پسند۔ جو کوئی اپنی پسند کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ محب نہیں کہلا سکتا۔ جب آپ کو اس بات کی خبر ملی۔ تو فرمایا کہ شبلیؒ بچپن کی سی باتیں کرتے ہیں۔ اگر مجھے اختیار دیا جائے تو میں جنت دوزخ کسی کو بھی قبول نہ کروں۔ اور کہوں بندے کو اختیار سے کیا کام۔ جو تیری رضا وہ میری رضا۔ اور جہاں تو چاہے رکھ۔

ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں جمال جہاں آرا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ جنیدؒ بھی موجود تھے۔ اتنے میں کوئی شخص ایک فتویٰ

لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جنیدؒ کو دکھاؤ۔ لیکن جنیدؒ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جب آپ موجود ہوں۔ تو میری کیا مجال۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس قدر انبیاء علیہم الصلوۃ کو فخر تمام امت پر ہوگا۔ مجھ کو جنیدؒ پر ہے۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوگئے۔ تو آپ نے دعاء کی۔ کہ خدایا مجھ کو شفاء دے۔ اسی وقت آواز آئی۔ کہ جنید! خدا اور بندے میں تم کون ہو جو درمیان آؤ۔ حکم میں مامور رہو۔ جس بات میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس پر صبر کرو۔

ایک بار آپ کا پاؤں دکھتا تھا۔ آپ نے فاتحہ پڑھ کر پھونک ماری۔ تو آواز آئی۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ میرے کلام کو اپنے نفس پر صرف کرتے ہو۔

ایک دفعہ آپ کی آنکھ بیمار ہوئی۔ ایک آتش پرست طبیب نے کہا۔ کہ اگر آنکھ کی صحت درکار ہے۔ تو آنکھ پر پانی نہ ڈالو۔ آپ نے کہا کہ وضو کیسے کروں۔ طبیب نے پھر وہی کہا۔ اور چلا گیا۔ جب نماز کا وقت آیا۔ تو آپ نے وضو کیا۔ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آنکھ اچھی ہوگئی تھی۔ اسی وقت آواز آئی۔ جنید تم نے میری رضا کے لئے آنکھ کا نقصان گوارا کیا۔ اگر اس کے اجر میں تمام اہل دوزخ کی بخشش چاہتے ہو۔ تو ہم تیار ہیں۔ جب دوسری دفعہ طبیب آیا۔ تو آنکھ کو تندرست پایا۔ دیکھ کر قصہ پوچھا۔ آپ نے سب کچھ بیان کر دیا۔ وہ طبیب اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور کہا یہاں انسان کا کیا کام۔ یہ خالق کا علاج ہے۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ ابلیس لعین بھاگا ہوا جا رہا ہے۔ اور آپ نہایت غصہ کی حالت میں ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یا شیخ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ غصے کی حالت میں ابلیس انسان پر زیادہ دسترس رکھتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ کیوں برعکس ہے۔ آپ غصے میں ہیں۔ اور شیطان بھاگا جا رہا ہے۔ فرمایا اگر اس کے خلاف ہوتا۔ تو تعجب تھا۔ ہم لوگ محض حق

کی خاطر غصہ ہوتے ہیں۔

اس لئے ابلیس ہم لوگوں سے اسی وقت بھاگتا ہے جب کہ ہم غصہ میں ہوتے ہیں۔ برخلاف عام لوگوں کے کہ اپنے نفس کی وجہ سے غصہ کرتے ہیں۔ اس لئے شیطان ان پر دسترس رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ابلیس کو دیکھنے کی خواہش کی۔ اس وقت میں نے دیکھا۔ کہ ایک بوڑھا میری طرف آ رہا ہے۔ جب میرے نزدیک پہنچا۔ تو میں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہا کہ جس کی تم خواہش کرتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ ملعون تو نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہ کیا۔ ابلیس نے جواب دیا۔ کہ اے جنیدؒ کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں سوائے اس (خدا) کے غیر کو سجدہ کرتا۔ میں اس بات سے بہت حیران ہوا۔ اسی وقت میرے دل میں آواز آئی۔ کہ اس ملعون سے کہدو۔ کہ تو جھوٹ بکتا ہے۔ اگر تو بندہ ہوتا۔ تو اس کے حکم سے سرتابی نہ کرتا۔ جب میں نے یہ الفاظ ابلیس کو کہے۔ تو وہ یہ کہہ کر کہ تم نے مجھ کو جلا ڈالا۔ غائب ہو گیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا۔ کہ آج کل برادران دین نایاب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا بھائی چاہتا ہے۔ جو تمہارا بوجھ اٹھائے۔ تو واقعی نایاب ہے۔ لیکن اگر ایسا چاہتا ہے۔ جس کا بوجھ تو اٹھائے۔ تو ایسے آدمی میرے پاس بہت ہیں۔

ایک رات کسی مرید کے ہمراہ جا رہے تھے۔ کہ ایک طرف سے کتے کی آواز آئی۔ آپ نے فرمایا۔ لبیک لبیک۔ مرید نے دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ اس کی قوت حق تعالٰی کے قہر سے میں نے دیکھی۔ اور کتے کو درمیان نہ دیکھا۔

ایک دن آپ زار و زار رو رہے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ کہ اگر بلا ایک اژدہا ہو تو سب سے پہلے میں اس کو لقمہ بناؤں۔ اس قدر عمر میں نے طلب بلا میں گذار دی۔ مگر ابھی تک یہی جواب ملتا تھا کہ تمہاری عبادت ہماری بلا کے قابل ابھی

نہیں ہوئی۔

فرماتے ہیں۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دربار الٰہی میں کھڑا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ باتیں تم کہاں سے کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ کہتا ہوں' حق سے کہتا ہوں۔ جواب ملا ٹھیک کہتے ہو۔

ابن شریح فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں نے آپ کے کلام کے متعلق مجھ سے پوچھا۔ میں نے لوگوں کو جواب دیا کہ ان کے کلام میں ایک عظمت اور صورت پائی جاتی ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا جو کچھ وہ کہتے ہیں علم سے کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی زبان پر کلام فرما رہا ہے۔

روایت ہے۔ کہ آپ کبھی توحید کے متعلق کچھ فرماتے۔ تو ہر بار نئی عبارت سے شروع فرماتے ایک دن شبلیؒ نے آپ کے سامنے ''اللہ جل جلالہ'' کہا۔ آپ نے فرمایا۔ اے شبلیؒ۔ اگر اللہ غائب ہے۔ تو غائب کا ذکر غیبت میں داخل ہے۔ اگر حاضر ہے تو حاضر کے سامنے اس کا نام لینا بے ادبی ہے۔

ایک دن کچھ ذکر فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں آپ کی بات نہیں آئی۔ فرمایا ستر سال کی عبادت قدم کے نیچے رکھو تب سمجھ میں آئے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر پھر بھی نہ سمجھ سکا۔ فرمایا تب سر کو پاؤں کے نیچے رکھو۔ اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آئے' تب میرا قصور ہوگا۔

کسی شخص نے پوچھا۔ کہ دل کس وقت خوش ہوتا ہے۔ فرمایا جس وقت وہ دل میں ہو۔

ایک شخص ایک دفعہ پانچ سو ۵۰۰ دینار لے کر آیا۔ پوچھا' اس کے سوا تمہارے پاس کچھ اور بھی ہے۔ کہا کہ بہت ہے۔ فرمایا کچھ اور چاہتا ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا یہ اٹھا لے۔ اس کا مستحق تو ہی ہے۔ کیونکہ میں باوجود کچھ بھی نہ رکھنے کے کچھ نہیں

چاہتا۔

فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک دفعہ مسجد میں سوال کیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ شخص ہٹا کٹا اور مضبوط ہے یہ سوال کرنے کی ذلت کیوں گوارا کرتا ہے۔ اور مزدوری کیوں نہیں کرتا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے دستر خوان لایا گیا۔ جب میں نے سر پوش اٹھایا۔ تو دیکھا کہ ایک آدمی کی نعش رکھی ہے۔ میں نے کہا۔ خداوندا میں مردم خور نہیں ہوں۔ ارشاد ہوا۔ اگر ایسا نہیں تو مسجد میں اس کو کیوں کھاتے تھے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ غیبت کی ہے۔ اور میرے دل کے اس خطرے پر مواخذہ کیا گیا ہے۔ فوراً خواب سے بیدار ہوا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور اس درویش کی تلاش میں نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد دجلہ کے کنارے اس کو دیکھا۔ اس نے گردن پھیر کر مجھ کو دیکھا۔ اور کہا۔ کیا تم نے اس بات سے توبہ کر لی۔ میں نے کہا ہاں۔ تب اس نے کہا جاؤ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ. آئندہ خیال کی حفاظت کرنا۔

فرماتے ہیں کہ اخلاص میں نے ایک حجام سے سیکھا۔ مکہ میں ایک حجام ایک شخص کے بال درست کر رہا تھا۔ میں نے کہا خدا کی راہ پر میرے بال بھی درست کر دو۔ حجام نے اس آدمی کو جس کی حجامت بنا رہا تھا۔ کہا کہ تم ذرا علیحدہ ہو جاؤ۔ جب خدا کا نام آ گیا۔ تو پھر سب سے پہلے خدا کا کام کرنا چاہئے۔ پھر مجھ کو بٹھا کر پہلے میرے سر کو بوسہ دیا۔ پھر میری حجامت کر کے ایک کاغذ دیا۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے تھے۔ اور کہا کہ اس کو اپنی حاجتوں میں صرف کرو۔ میں نے اس دن سے عہد کر لیا۔ کہ اول فتوح جو مجھ کو ہو گی۔ تو اس کے ساتھ مروت کروں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی میرے پاس آئی۔ میں اس حجام کے پاس لے گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے اپنی نیت اور عہد کرنے کا ذکر کیا۔ اس نے کہا۔ مرد خدا تم کو شرم نہیں آتی۔ خدا کے نام پر کام کرنے کے عوض مجھ کو دیتے ہو۔

فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نماز میں تھا۔ ہر چند میں نے کوشش کی۔ لیکن نفس نے ایک سجدہ میں بھی میری موافقت نہ کی۔ آخر دل تنگ ہو کر میں نے گھر سے نکل جانا چاہا۔ جب دروازہ کھولا۔ تو دیکھا کہ ایک نوجوان کمبل اوڑھ کر بیٹھا ہوا ہے۔ مجھ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ اتنی دیر سے آپ کی انتظار کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ تم نے ہی ساری رات مجھ کو بیقرار رکھا؟ کہا ہاں۔ میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ کہ کبھی نفس کا درد اس کی دوا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا ہاں جب اس کی مخالفت کرو گے تو اس کا درد ہی اس کی دوا بن جائے گا۔ یہ لفظ سن کر اس نے گریبان میں منہ ڈال کر کہا کہ اے نفس اتنی مرتبہ تو نے مجھ سے بھی جواب سنا۔ اب جنید کی زبان سے بھی سن لے۔ یہ کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔ نہیں معلوم وہ کدھر سے آیا تھا۔ اور کدھر کو چلا گیا۔

ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت نے آپ کو کہا۔ کہ میرا لڑکا غائب ہو گیا ہے۔ دعاء کریں کہ لوٹ آئے۔ آپ نے فرمایا صبر کر۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آئی۔ لیکن آپ نے اب بھی یہی جواب دیا کہ صبر کرو۔ عورت نے کہا۔ میں صبر کی طاقت نہیں رکھتی۔ خدا کے لئے کچھ تدبیر کریں۔ فرمایا اگر تو سچ کہتی ہے۔ تو تیرا لڑکا آ جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ. یہ کہا اور دعاء کر دی۔ جب وہ عورت گھر پہنچی۔ تو لڑکا گھر پر موجود تھا۔

ایک رات آپ کے گھر ایک چور آیا۔ مگر ایک کرتے کے سوا کچھ نہ ملا۔ دوسرے دن آپ نے اپنا کرتہ بازار میں دلال کے پاس دیکھا۔ خریدار کہہ رہا تھا۔ کہ اگر کوئی یہ گواہی دے کہ یہ کرتہ تیرا ہی ہے تو میں خرید لوں گا۔ آپ نے کہا۔ کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ یہ کرتہ اسی کا ہے۔ تب اس شخص نے خرید لیا۔

کسی شخص نے مفلسی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جا اور اطمینان رکھ۔ خداوند تعالیٰ اس شخص کو بھوکا اور مفلس نہیں کرتا جو شکوہ نہ کرے۔

ایک دن آپ اپنے مریدوں میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور ایک درویش کو

ہمراہ لے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ درویش سر پر طرح طرح کے کھانے اٹھائے ہوئے آیا۔ وہ شخص بھی پیچھے پیچھے تھا۔ آپ کو یہ حال دیکھ کر غیرت آئی۔ اور فرمایا کہ یہ سب چیزیں اس شخص کے منہ پر پھینک دو۔ کہ درویش اس کی حمالی کرے۔ پھر فرمایا اگر درویشوں کے پاس نعمت نہیں۔ تو کیا ہوا۔ ہمت تو ہے۔ دنیا نہیں، آخرت تو ہے۔

ایک دفعہ آپ کے ایک مرید نے خیال کیا کہ میں مرتبہ کمال پر پہنچ گیا ہوں۔ اب صحبت کی نسبت تنہائی میرے لئے بہتر ہے۔ یہ سوچ کر وہ علیحدہ بیٹھ گیا۔ ہر روز رات کے وقت کوئی اس کے پاس آتا اور کہتا۔ کہ آؤ میں تمہیں اونٹ پر بٹھا کر بہشت میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ اس پر بیٹھ جاتا۔ اور ایک پر فضا مقام میں پہنچ جاتا۔ جو ہو بہو بہشت کی مانند ہوا کرتا تھا۔ وہاں جا کر سو جاتا اور صبح اپنے آپ کو پھر اپنے عبادت خانہ میں پاتا۔ اس طرح سے اس کے دل میں غرور پیدا ہو گیا۔ جب یہ بات آپ کے کانوں تک پہنچی۔ تو فرمایا کہ جب آج تم اس جگہ پہنچو۔ تو ایک دفعہ لَاحَوْلَ پڑھنا۔ چنانچہ حسب معمول جب مرید بہشت میں پہنچا۔ تو شیخ کے ارشاد کی تعمیل کے خیال سے نہیں بلکہ آزمائش کے طور پر لَاحَوْلَ پڑھا۔ چنانچہ اسی وقت سب لوگ چیختے ہوئے بھاگ گئے۔ اور اس کو تنہا چھوڑ گئے۔ اور اس نے اپنے آپ کو ایک گندی جگہ پڑا پایا۔ اسی وقت اپنی خطاء پر نادم ہوا۔ اور توبہ کر کے شیخ کی خدمت میں آ گیا۔

بصرہ میں آپ کا ایک مرید خلوت میں بیٹھا تھا۔ کسی دن اس کے دل میں ایک گناہ کا خیال آ گیا۔ جب اس نے شیشے میں اپنا منہ دیکھا۔ تو سیاہ نظر آیا۔ تین دنوں کے بعد وہ سیاہی سفیدی میں تبدیل ہونے لگی۔ یہاں تک کہ سارا چہرہ سفید ہو گیا۔ ناگاہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا کون ہے۔ کہا کہ شیخ کا قاصد۔ مرید نے خط لے کر پڑھا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ تم دربار عزت میں ادب کے ساتھ مقام عبودیت پر

کیوں نہیں رہتے ہو۔آج تین دن رات سے مجھ کو دھوبی بننا پڑا ہے۔تا کہ تمہارے چہرے کی سیاہی کو سفیدی میں تبدیل کروں۔

ایک مرید پر آپ ہمیشہ زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔دوسرے مریدوں نے شکایت کی۔تو فرمایا تمہاری نسبت اس کی فہم وفراست زیادہ ہے۔چنانچہ امتحان کے طور پر آپ نے ہر ایک مرید کو ایک ایک جانور اور چھری دے کر فرمایا کہ ان کو ایسی جگہ جا کر ذبح کرو۔جہاں کوئی نہ دیکھے۔چنانچہ سب مرید ذبح کر کے لے آئے۔ مگر وہ مرید جانور کو زندہ واپس لے آیا۔پوچھا تم نے کیوں ذبح نہ کیا۔عرض کیا جہاں جاتا ہوں۔وہ حاضر وناظر ہے یہ سن کر آپ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا۔اور فرمایا۔کہ اس کی فراست کو دیکھو۔یہ سن کر سب نے توبہ کی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ نے جہاد کا ارادہ کیا۔اور اپنے خاص آٹھ مریدوں کو ہمراہ لے کر روم چلے گئے۔اور جہاد میں شامل ہو گئے۔آپ کے آٹھوں مرید شہید ہو گئے۔فرماتے ہیں کہ میں نے ہوا میں نو ہودج معلق دیکھے میرا جو مرید شہید ہوتا تھا۔ اس کی روح ایک ہودج میں ڈال کر آسمان پر لے جاتے تھے۔جب آٹھ ہودج چلے گئے۔اور صرف ایک ہی باقی رہ گیا۔تو میں نے خیال کیا۔کہ یہ ہودج میرے لئے ہے۔مگر اسی وقت ایک کافر شخص آیا اور کہنے لگا۔کہ جنیدؒ آپ بغداد میں جا کر لوگوں کو راہ راست پر لائیں۔یہ نواں ہودج میرے لئے ہے۔یہ کہا اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔پھر اپنی فوج کی طرف الٹا۔اور آٹھ کافروں کو قتل کر کے شہید ہو گیا۔اس کی روح اس ہودج میں رکھ دی گئی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک سید صاحب نے جن کو ناصری کہا کرتے تھے حج کا ارادہ کیا۔جب بغداد پہنچا تو آپ کی زیارت کے لئے آیا۔آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ کس کی اولاد ہو۔اور کہاں کے رہنے والے ہو۔اس نے جواب دیا۔سید ہوں۔ گیلان کا رہنے والا ہوں۔آپ نے فرمایا تمہارے دادا یعنی حضرت علی کرم اللہ

وجہ دو تلواریں چلایا کرتے تھے۔ ایک کافروں پر اور دوسرے اپنے نفس پر۔ تم ان کی اولاد ہو۔ کونسی تلوار چلاتے ہو۔ یہ سن کر وہ بچارا بے تاب ہو کر گر پڑا۔ اور رو کر کہنے لگا۔ کہ میرا حج یہیں ہو گیا۔ مجھ کو خدا کی راہ بتائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارا سینہ خدا تعالیٰ کا حرم خاص ہے۔ اس میں اس کے غیر کو جگہ نہ دو۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لے' اس پر عبودیت آسان ہو جاتی ہے۔ اور جس نے خدا کو نہ پہچانا' وہ کبھی خوش نہ ہو گا۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ اس کا دین سلامت رہے۔ اور بدن آرام سے اور دل عافیت میں رہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ لوگوں سے علیحدہ رہے۔ کیونکہ عقلمند وہی ہے۔ جو تنہائی اختیار کرے۔

فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام دنیا کسی شخص کے پاس ہو۔ تو اس کو کوئی نقصان نہیں۔ لیکن اگر اس کے دل میں ذرہ بھر بھی حرص ہو گی تو نقصان ہو گا۔

فرماتے ہیں۔ بندہ وہ ہے۔ جو کسی سے شکایت نہ کرے۔ اور نہ ہی مذمت کرنے میں کوتاہی کرے۔

فرماتے ہیں۔ کہ عالم لوگوں کا علم دو حرفوں میں ہے۔ تصحیح ملت اور تجرید خدمت۔

فرماتے ہیں۔ جس کی زندگی نفس سے ہے۔ اس کی موت جان نکلنے سے ہوتی ہے۔ مگر جس کی زندگی خدا تعالیٰ سے ہے۔ وہ طبعی زندگی سے اصلی زندگی کی طرف انتقال کرتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ جو آنکھ حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو نہ دیکھے' اس کا اندھا ہونا بہتر ہے۔ اور جو زبان ذکر حق میں مصروف نہ ہو' اس کا گونگا ہونا اچھا ہے۔ اور جو کان حق بات نہ سنے اس کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو بدن اس کی خدمت نہ کرے' اس کا مر جانا بہتر ہے۔

فرماتے ہیں جس شخص نے اپنے عمل پر اعتبار کیا' اس کا پاؤں ڈگمگا جاتا ہے۔ جس

نے اپنے مال پر بھروسہ کیا وہ نقصان میں پڑ گیا۔ جس نے خدا پر بھروسہ کیا وہ عزت اور بزرگی والا بن گیا۔

فرماتے ہیں۔ صوفی وہ ہے۔ جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے سلامت اور فرمان الٰہی کو ماننے والا ہو۔ اور تسلیم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح۔ شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند اور اخلاص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند۔

فرماتے ہیں تصوف ایک نعمت ہے۔ جس میں بندے کی اقامت ہے۔ اور تصوف یہ ہے کہ بغیر علائق کے خدا کے ساتھ ہو۔ اور نیز تصوف یہ ہے کہ تجھ کو تجھ سے مار دیا جائے۔ اور آپ زندہ کرے۔

پھر فرمایا کہ تصوف ذکر ہے۔ پھر وجد ہے۔ پھر نہ یہ ہے نہ وہ ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔

ذات تصوف کے متعلق آپ سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ تم اس کا ظاہر ہی لئے رہو۔ ذات کی بابت کچھ نہ پوچھو۔ کیونکہ صوفی وہ لوگ ہیں۔ جن کا قیام اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے۔ اور وہی جانتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص ایک دفعہ آپ کے مریدوں میں داخل ہوا۔ چند روز تک رہا۔ نماز کے سواء کسی وقت سر نہ اٹھایا۔ پھر اٹھ کر چلا گیا۔ آپ نے ایک مرید کو اس کے پیچھے پیچھے جانے کا اشارہ کیا اور کہا کہ اس سے پوچھو۔ کہ صوفی جو صفا سے موصوف ہے۔ اس کو کس طرح پاتا ہے جس کا وصف نہیں۔ جب مرید نے حسب الارشاد جا کر اس سے دریافت کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ بے وصف ہو جاؤ۔ تا کہ بے وصف کو پاؤ۔ یہ سن کر آپ اس کی عظمت میں محو ہو گئے۔ اور فرمایا کہ نہایت عمدہ جانور تھا۔ مگر ہم نے اس کی قدر نہ پہچانی۔

فرماتے ہیں۔ کہ عارف وہ ہے۔ جس کے دل سے حق تعالیٰ کلام کرے۔ مگر عارف

خاموش رہے۔

پھر فرمایا۔ عارف وہ ہے۔ جو درجات میں اس طرح پھرے کہ کوئی چیز اس کی حجاب نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ معرفت دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول معرفت تعرف اور دوم معرفت تعریف۔ چنانچہ معرفت تعرف وہ ہے۔ جس میں اپنے آپ کو ان کا آشنا کرے۔ اور معرفت تعریف یہ ہے کہ ان کو اپنا آشنا کرے۔

معرفت خدا کی طرف مشغول ہونے کو کہتے ہو۔ اور معرفت ایک قسم کا امتحان ہے۔ یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ عارف ہے۔ وہ دھوکہ میں ہوتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ عارف و معروف وہی ہے۔

فرمایا کہ علم ایک محیط چیز ہے اور معرفت بھی محیط ہے۔ پھر خدا کہاں اور بندہ کہاں۔ یعنی علم خدا کو ہے اور معرفت بندے کو' اور دونوں ہی محیط۔ اس کی وجہ یہ ہے' کہ ایک چیز دوسری کا عکس ہے۔ جب ایک محیط دوسرے محیط میں محو ہو جاتا ہے تو شرک نہیں رہتا۔ اور جب تک خدا اور بندہ کہا جاتا ہے' شرک ہوتا ہے پس عارف و معروف ایک ہی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ابتداء سے لوگ توحید کو لکھ رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک کنارہ ہی کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ اور کہ توحید خدا کو جاننا اور اس کی قدامت کو حدوث سے تمیز دینا ہے۔ اور غایت توحید انکار توحید ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص توحید کو سمجھے گا۔ وہ خدا کا انکار کر دے گا۔ اور یہ توحید نہیں۔

فرماتے ہیں کہ محبت خدا کی امانت ہے۔ جو محنت عوض سے ہوگی وہ عوض کے بعد جاتی رہے گی۔ محبت صرف دو ہی چیزوں میں ہو سکتی ہے۔ مگر چیزیں ایسی ہونی چاہئیں۔ جو ایک دوسری کو اپنا دین سمجھیں۔ اور جب محبت ٹھیک ہو جائے گی۔ تو شرط ادب اٹھ جائے گی۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

فرماتے ہیں کہ زہد کی حد مفلس ہونا ہے۔

پھر فرمایا کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ ایسے کام میں بھی ہمیشہ سچ کہے، جس میں جھوٹ کے بغیر مخلصی کی کوئی راہ نہ ہو۔ مگر ایسا کوئی نہیں جو صدق طلب کرے، مگر نہ پائے۔ اگر مکمل صدق حاصل نہ ہو گا۔ تو کچھ تو پا ہی لے گا۔

فرماتے ہیں۔ کہ صادق ایک دن میں چالیس مرتبہ ایک حالت سے دوسری حالت میں ہو جاتا ہے مگر ریاءکار چالیس سال میں بھی ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ صادق لوگوں کی یہ علامت ہے کہ وہ سوال اور جھگڑا نہیں کرتے۔ اگر کوئی ان سے جھگڑا کرے تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ تصدیق زیادہ ہوتی ہے، کم نہیں ہوا کرتی۔ مگر زبان کا اقرار نہ کم ہوتا ہے، نہ زیادہ۔ اور عمل ارکان کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

فرماتے ہیں کہ غایت صبر توکل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَكَّلُوۡنَ اور صبر نفس کو خدا کے ساتھ رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ صبر کے معنی یہ ہیں۔ کہ کڑوی چیزوں کو کھا کر منہ نہ بگاڑیں اور توکل بغیر کھانے کے کھانے کا نام ہے۔ اور توکل یہ ہے کہ خدا کے ہو جاؤ۔ جس طرح کہ پیدا ہونے سے پہلے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے توکل حقیقت تھا، اب علم ہے۔ اور توکل نہ کسب کرنے کا نام ہے نہ ترک کسب کا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر دل کو مطمئن رکھنے کا نام ہے۔

فرماتے ہیں کہ یقین کے معنی دل میں ایسے علم کا اقرار پکڑنا ہے۔ جو کسی حال میں بھی دل سے علیحدہ نہ ہو۔ اور اصل یقین یہ ہے، کہ نہ رزق کا قصد کرو نہ اس کا غم کرو۔ بلکہ جو کچھ تمہارے ذمہ کیا گیا ہے اس میں مشغول رہو۔ وہ یقیناً تمہارا رزق تم کو بھیج دے گا۔

فرماتے ہیں۔ کہ فتوت یہ ہے۔ کہ درویشوں کا امتحان نہ لیا جائے۔ اور امیروں سے

جھگڑا نہ کیا جائے۔

جوانمردی یہ ہے۔ کہ اپنا بوجھ دوسرے پر نہ رکھو۔ اور جو کچھ پاس ہو۔ اس کو خرچ کر دو۔

تواضع یہ ہے۔ کہ دونوں جہان والوں پر تکبر نہ کرو۔ اور حق تعالیٰ پر مطمئن رہ کر سب سے مستغنی ہو جاؤ۔

فرماتے ہیں۔ کہ خلق چار چیزوں کا نام ہے۔ سخاوت۔ الفت۔ نصیحت اور شفقت۔

فرماتے ہیں۔ کہ نیک عادت فاسق کی صحبت بدخو عالم کی صحبت سے اچھی ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ حیاء کے معنی خدا اور دینی تقصیر کو دیکھنے کا نام ہے۔ ان دونوں کو مدنظر رکھنے سے جو حالت ہوتی ہے۔ اس کو حیاء کہتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ رضاء کے معنی اختیار کو اٹھا دینے کے ہیں۔ اور رضاء یہ ہے کہ بلا کو نعمت سمجھو۔

فرماتے ہیں۔ کہ روزہ نصف طریقت ہے۔

فرمایا کہ توبہ کے تین معنی ہیں۔ اول ندامت۔ دوسرے عادت کو ترک کرنے کا پکا ارادہ۔ اور تیسرے اپنے کو مظالم اور خصومت سے پاک کرنا۔

فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے۔ کہ ذکر ذکر میں اور ذکر مذکور میں فناہ ہو جائے۔

فرمایا مکر یہ ہے۔ کہ اگر ایک شخص پانی پر چلتا ہو ہوا میں اڑتا ہو۔ اور سب لوگ اس کی تصدیق کرتے ہوں یہ باتیں اس کے لئے مکر ہیں۔

فرماتے ہیں کہ مرید کا مکر سے بے خوف ہونا اس کے لئے گناہ کبیرہ ہے۔ واصل کا بے خوف ہونا کفر ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ آدمی کو سماع سے اضطراب کیوں ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے ازل کے دن اَلَستُ بِرَبِّکُم کا خطاب فرمایا۔ تو تمام ارواح لذت خطاب میں مستغرق ہو گئی تھیں۔ جب آدمی سماع سنتا ہے۔ تو وہی

خیال ان کے دل میں آ جاتا ہے۔ اور اضطراب کا موجب بنتا ہے۔

آپ سے تصوف کے معنی پوچھے گئے۔ تو فرمایا کہ دل کو رجوع خلق سے صاف کرنا اور صفات بشریت کو دل سے محو کرنا۔ خواہشات نفسانی کو ترک کرنا اور صفات روحانی پر پہنچ جانا۔ تمام امت کو نصیحت کرنا۔ اور شریعت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پوری اور سچی متابعت کرنا۔

پھر فرمایا۔ کہ تصوف ایک غیرت ہے۔ جس میں کسی کی گنجائش نہیں کسی نے پوچھا کہ صوفی کے لیے سب سے بڑی برائی کونسی ہے۔ تو فرمایا کہ بخل۔

توحید کے معنی دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس میں ناچیز ہو جانا۔ اور علوم کا اس میں ناامید ہو جانا جس طرح کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ تھا' وہی رہے۔ پھر فرمایا کہ بندگی کی صفات ذلت' عجز اور ضعف ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی صفات عزت اور قدرت ہیں۔ جو شخص صفات میں گم ہو جائے یا ان کو جدا کر دے وہ موحد ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ یقین کا نام توحید ہے۔

تجرید کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ کہ ظاہر خرابیوں سے باطن پاک و صاف ہو۔

محبت کے متعلق فرمایا۔ کہ صفات محبت کی صفات محبوب ہو جائیں۔

تفکر کے معنی پوچھے۔ تو فرمایا کہ تفکر چند قسموں کا ہوتا ہے۔

اول۔ آیات خدا میں تفکر کرنا۔ اس سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

دوم۔ نعمائے الٰہی میں تفکر جس سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

سوم۔ حق تعالیٰ کے وعدے میں تفکر جس سے اللہ تعالیٰ کی ہیبت ظاہر ہوتی ہے۔

چہارم۔ صفات نفس اور نفس کے ساتھ احسان الٰہی کے بارہ میں تفکر کرنا۔ جن میں حق تعالیٰ سے حیا پیدا ہوتی ہے۔

آپ سے حقیقت مراقبت کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ وہ حالت ہے کہ مراقبہ کا انتظار کرے۔ اور اس کے وقوع سے نہ ڈرے۔

لوگوں نے صادق ۔صدیق اور صدق کے متعلق پوچھا۔تو فرمایا کہ صدق صادق کی صفت ہے ۔اور صادق وہ ہے ۔کہ جب تم اس کو دیکھو۔تو اس کو ویسا ہی پاؤ جیسا کہ تم نے سنا اور ہمیشہ اس کو ویسا ہی پاؤ۔

صدیق وہ ہے جو کہ افعال ۔اقوال اور احوال میں ہمیشہ صدق رکھے ۔

اخلاص کے متعلق پوچھا۔تو فرمایا کہ اخلاص فرض میں فرض نفل میں نفل ہے ۔اپنے فعل کو بالکل فنا کر دینا۔اور سب کچھ اسی کی طرف سے سمجھنا۔اور خلق کو خدا اور نفس کے معاملہ میں بالکل الگ کر دینا۔

خوف کے معنی آپ سے پوچھے۔تو فرمایا کہ ہر وقت عذاب وعقوبت کا منتظر رہنا۔

شفقت کے معنی پوچھے تو فرمایا کہ یہ ایک خوشی ہے ۔جو لوگ اس کو طلب کریں'ان کو دو۔اور ایسا بوجھ ان پر نہ ڈالو'جس کو وہ نہ اٹھا سکیں۔نہ ہی ایسی بات ان سے کہو'جس کو وہ نہ سمجھ سکیں۔

پوچھا کہ تنہائی کب ٹھیک ہے ۔فرمایا جب تم اپنے نفس سے تنہائی اختیار کر لو۔

پوچھا گیا۔خلقت میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے ۔فرمایا وہ درویش جو راضی ہو۔

پوچھا گیا۔کہ ہم کس کی صحبت میں رہیں ۔تو فرمایا کہ اس کی صحبت میں رہو۔جو تمہارے ساتھ نیکی کر کے بھول جائے ۔اور اگر تم اس کے ساتھ برائی کرو تو معاف کر دے ۔

پوچھا کہ بندہ کون ہے ۔فرمایا کہ وہ جو دوسروں کی بندگی سے آزاد ہو۔

پوچھا کہ تواضع کیا ہے ۔فرمایا کہ سر اور پہلو نیچے رکھنا۔

پوچھا گیا۔کہ حجاب کتنے ہیں ۔فرمایا کہ تین حجاب یعنی نفس ۔خلق ۔اور دنیا عام حجاب ہیں ۔اور خاص حجاب بھی تین ہیں ۔طاقت ۔ثواب اور کرامت کا خیال ۔

پوچھا کہ مومن اور منافق کے دل میں کیا فرق ہے ۔فرمایا کہ ایک ساعت میں مومن کا دل ستر۰ ے درجے طے کر لیتا ہے ۔مگر منافق کا دل ستر۰ ے سال میں بھی ایک درجہ

طے نہیں کرسکتا۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو فرمایا کہ مجھے وضو کرادو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن وضو میں انگلیوں کا خلال کرانا بھول گئے۔ آپ کی یاددہانی پر خلال کرایا گیا۔ پھر آپ سجدہ میں پڑ کر رونے لگے۔ لوگوں نے آپ کی بزرگی اور اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے رونے کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ جنیدؒ اس وقت سے زیادہ کسی وقت محتاج نہ تھا۔ پھر قرآن کی تلاوت شروع کی۔ ایک مرید نے پوچھا تو فرمایا۔ کہ اس سے بہتر میرے لئے کیا ہوگا۔ جبکہ میرا نامہ اعمال ختم کیا جارہا ہے۔

جب آپ کی نزع کا وقت آیا۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ اللہ اللہ کہیے۔ فرمایا کہ میں بھولا نہیں ہوں۔ کہ تم یاد کراتے ہو۔ پھر تسبیح پڑھنا شروع کی اور آخر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہہ کر جاں بحق تسلیم ہوگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

آپ کے غسل دینے کے وقت جب غسال نے آپ کی آنکھوں میں پانی پہنچانا چاہا۔ تو ہاتف نے آواز دی کہ ہمارے دوست کی آنکھ سے ہاتھ اٹھالے۔ کیونکہ جو آنکھ ہمارے ذکر میں بند ہوتی ہے۔ وہ ہمارے دیدار کے لئے کھلی رہے گی۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو ایک سفید کبوتر کو دیکھا۔ جو آپ کے جنازے کے ایک گوشہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کبوتر کو اڑانے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ آخر کبوتر نے آواز دی۔ کہ تم لوگ شوروغوغانہ کرو۔ آج جنیدؒ کا جسم فرشتوں کے نصیب میں ہے۔ اگر تم لوگ نہ ہوتے تو ان کا جسم سفید باز کی طرح ہوا میں اڑ گیا ہوتا۔

ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ نکیرین کے سوال کا جواب آپ نے کیوں کر دیا۔ فرمایا جب انہوں نے ''مَنْ رَّبُّکَ'' کا سوال کیا۔ تو میں ہنسا اور کہا۔ جس نے بادشاہ کو ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کے جواب میں ''بَلٰی'' کہا ہو۔ وہ تمہاری ہیبت سے نہیں ڈرتا۔ اب تم پوچھنے آئے ہو۔ کہ تیرا خدا کون ہے۔

کسی اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالٰی نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ اس نے محض رحمت کی۔ میری تمام طاعات کو بیکار کر دیا۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ تو فرمایا کہ سوائے ان دو رکعتوں کے جو میں آدھی رات کو اٹھ کر پڑھا کرتا تھا۔ کسی طاعت نے فائدہ نہ دیا۔

شبلیؒ سے ایک دفعہ کسی نے اس وقت کوئی مسئلہ پوچھا۔ جب شبلیؒ آپ کی قبر کے پاس کھڑے تھے۔ چنانچہ شبلیؒ نے فرمایا۔ کہ بزرگوں کی حالت حیات و وفات میں یکساں ہوتی ہے۔ مجھے ان کی قبر کے سامنے جواب دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیونکہ ان کی حالت حیات میں ان سے شرم کرتا تھا۔

بہتر کسی کو نہ پایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان کیا۔ سر کو جان میں۔ اور رجان کو دل میں۔ اور دل کو بدن میں محبوس کر دیا۔ پھر ان میں عقل کو ڈالا۔ اور انبیاء کرام کو بھیج کر احکام سنائے۔ پھر ہر شخص اپنے اپنے مقام کا جویاں ہوا تب حق تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا۔ تو بدن نماز میں مشغول ہوئے دل محبت میں جان قربت تک پہنچی۔ اور سر نے وصل سے آرام کیا۔

حرم کعبہ سے آپ نے جنیدؒ شبلیؒ اور حریری کو خط عراق میں لکھے۔ کہ تم عراق کے پیر ہو۔ اگر تم میں سے کوئی بلند ہمت رکھتا ہے تو اس راہ میں آئے' جس میں دو ہزار آتش پہاڑ اور دو ہزار ہلاک کر دینے والے دریا ہیں اگر تم یہ درجہ نہیں رکھتے تو دعویٰ چھوڑ دو۔ جب یہ خط جنیدؒ کو پہنچا۔ تو مشائخ عراق کو جمع کر کے آپ کا خط ان کو سنا دیا۔ اور پوچھا کہ ان آتش پہاڑوں اور دریاؤں سے کیا مطلب ہے۔ جواب دیا کہ ان سے مراد نیستی ہے۔ جب تک مرد کو دو ہزار مرتبہ نیست اور دو ہزار مرتبہ ہست نہ ہو۔ درگاہ رب العزت میں باریاب نہیں ہو سکتا۔ جنیدؒ نے فرمایا کہ میں نے ان دو ہزار سے ایک بھی زیادہ اس راہ میں طے نہیں کیے۔ شبلیؒ نے رو کر فرمایا۔ کہ تم کو مبارک ہو۔ کہ تم نے کچھ نہ کچھ حاصل کیا۔ مگر میں نے تو ان پہاڑوں کی گرد تک کو بھی نہ پایا۔

جب آپ اس جوان کی وجہ سے جو ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ اصفہان تشریف لائے۔ وہ نوجوان بیمار ہو گیا۔ اور بیماری بڑھ گئی۔ ایک دن چند لوگ اس کی عیادت کو تشریف لائے۔ تو اس نے شیخ کو اشارہ کیا شیخ نے قوال کو اشارہ کیا۔ اور قوال نے یہ شعر پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کیا بات ہے کہ میں مریض ہوتا ہوں۔ تو تم میں سے کوئی میری عیادت کو نہیں آتا۔ لیکن جب تمہارا غلام مریض ہوتا ہے۔ تو میں اس کی عیادت کو جاتا ہوں۔" یہ شعر سنتے ہی وہ نوجوان تندرست ہو گیا۔ آپ سے "اَفَمَنْ شَرَحَ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَام" کے معنی پوچھے۔ تو فرمایا کہ بندے کی

نظر جب وحدانیت کی عظمت اور الوہیت کے جلال پر جاتی ہے۔ تو اس کا دل فراخ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی اور پر نظر پڑے تو نابینا ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ خدا کی ذات میں عظمت یا کسی اور صفت میں تفکر سے کام نہ لینا۔ کیونکہ یہ کفر معصیت ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ محبت رضا میں داخل ہے۔ کیونکہ دوست ایسے شخص ہی کو رکھو گے۔ جس سے راضی ہو گے۔ اور راضی اسی سے ہو گے۔ جس کو دوست رکھو گے۔

فرماتے ہیں۔ کہ تصوف یہ ہے۔ کہ بندہ ہر وقت اسی چیز میں مشغول رہے۔ جو اس وقت سب سے بہتر ہو۔

فرمایا کہ صبر کے معنی یہ ہیں۔ کہ خداوند تعالی کے ساتھ رہنا۔ اور بلا خوشی اور آسانی کے ساتھ قبول کرنا۔

باب نمبر 45

حالات ابو سعید خرازؒ

آپ قطب وقت اور اکابر مشائخ میں سے تھے۔ ورع اور ریاضت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ مریدوں کی پرورش اور تربیت میں خاص طور پر مشہور تھے۔ آپ کو "لسان التصوف" کہا جاتا ہے۔ اور اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ اس علم میں آپ جیسا علم حقیقت کسی کو حاصل نہ تھا۔ تقریباً چار ۴۰۰ سو کتب آپ کی تصنیف لطیف سے ہیں۔

آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ بشرؒ اور سریؒ کی صحبت میں رہے۔ طریقت میں آپ مجتہد تھے۔ دقائق علوم میں بعض علمائے ظاہر نے آپ کو کفر کی طرف بھی منسوب کر دیا تھا۔ کیونکہ بعض الفاظ کی بنا پر جو آپ کی کتاب "السترّ" میں دیکھے۔ مگر ان کے معنی نہ سمجھ سکے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور قرب الٰہی میں ساکن ہو گیا۔ تو اپنے نفس کو بھی بھول گیا۔ اور تمام ماسویٰ اللہ کو بھی فراموش کر دیا۔ گر اس سے پوچھا جائے۔ تو کہاں کا ہے۔ اور کیا چاہتا ہے۔ تو اللہ کہنے کے سواء اس کو کوئی جواب نہ سوجھتا۔ اگر اس کے تمام اجزا اور اعضا یہ گفتگو کریں۔ تو سب اللہ اللہ کہیں تمام عقلمندوں کی عقل یہاں پہنچ کر حیرت میں پڑ جاتی ہے۔

فرماتے ہیں۔ میں کئی برسوں تک صوفی لوگوں کی صحبت میں رہا۔ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی مخالفت تھی۔ کیونکہ میں ان کے ساتھ بھی تھا۔ اور اپنے ساتھ بھی تھا۔ اور سب کو قرب اللہ میں اختیار دیا گیا۔ تو میں نے بود کو اختیار کیا۔ کیونکہ اپنے آپ میں قرب کی طاقت نہ دیکھی۔ جس طرح لقمانؒ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے نبوت اور حکمت میں اختیار دیا گیا۔ تو میں نے حکمت کو اختیار اور پسند کیا۔ کیونکہ نبوت کا بوجھ اٹھانے کی میں نے اپنے آپ میں طاقت نہ دیکھی۔

فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ دو فرشتوں نے آسمان سے اتر کر مجھ سے صدق کے بارے میں پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا صدق ہے۔ فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ پھر وہ آسمان پر چلے گئے۔

فرماتے ہیں۔ ایک شب جمال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا۔ فرمایا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو۔ میں نے کہا کہ معاف فرمائیں۔ مجھ کو خدا کی دوستی نے آپ کی دوستی سے باز رکھا ہوا ہے۔ فرمایا جو خدا کو دوست رکھتا ہے۔ وہ مجھ کو بھی دوست رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ میں نے ابلیس لعین کو خواب میں دیکھا۔ تو اس کو مارنے کے لئے لکڑی اٹھائی۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ یہ لکڑی سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس نور سے ڈرتا ہے۔ جو دل میں ہوتا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ میرے پاس کیوں آیا ہے۔ کہا کہ میں تمہارے پاس آ کر کیا کروں گا۔ تم نے تو دنیا کو پھینک دیا ہے۔ لیکن پھر بھی ایک چیز تمہارے پاس ہے۔ جس سے میں تم کو فریب دے سکتا ہوں۔ پوچھا وہ کیا۔ تو کہا کہ لڑکوں کی صحبت۔

فرماتے ہیں کہ دمشق میں ایک دفعہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ ابوبکرؓ عمرؓ ہمراہ تھے۔ میں نے ایک شعر پڑھا۔ تو فرمایا کہ اس کی شر خیر کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ سماع نہ کرنا چاہئے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک فوت ہو گیا۔ تو آپ نے اسی رات خواب میں اپنے بیٹے کو دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا کہ اپنے جوار رحمت میں جگہ بخشی۔ پھر کہا کہ اے بیٹا مجھ کو کچھ وصیت کرو۔ بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان خدا کے ساتھ بددلی سے معاملہ نہ کرنا۔ فرمایا کچھ اور کہو۔ کہا اگر میں نے کچھ اور بتایا تو تم اس کے سنتے ہی تاب نہ لا سکو گے۔ فرمایا کہ میں خدا تعالی سے مدد چاہتا ہوں لڑکے نے جواب دیا۔ کہ اپنے اور خدا تعالی کے درمیان ایک

کرتے کے سوا اور کچھ نہ رکھیں۔ اس کے بعد آپ تیس سال تک زندہ رہے۔ مگر دوسرا کرتہ نہ پہنا۔

فرماتے ہیں کہ جب کبھی نفس نے مجھ کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ خدا سے کچھ مانگوں۔ تو ہاتف نے آواز دی کہ خدا تعالیٰ سے اس کے سوا دوسری چیز کیوں مانگتے ہو۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مجھ کو شرم آتی ہے کہ کسی دن کے لئے پیسہ جمع کروں۔ جب کہ وہ رزق کا ضامن ہے۔

فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ کہ بھوک غالب آگئی۔ نفس نے چاہا کہ خدا سے کچھ مانگو میں نے کہا متوکل کا یہ کام نہیں ہے۔ جب نفس ناامید ہو گیا۔ تو اس نے دوسرا مکر پھیلایا۔ اور کہا اگر کھانا نہیں مانگتے۔ تو صبر ہی طلب کرو۔ چنانچہ میں نے صبر کی توفیق طلب کی۔ مگر اسی وقت حفاظت حق نے روک دیا۔ اور ایک آواز سنی کہ ہم اس سے بہت نزدیک ہیں۔ جو شخص ہماری طرف آتا ہے۔ ہم اس کو بیکار نہیں چھوڑتے۔ جو ہم سے صبر کی قوت چاہے۔ اور دنیا میں عجز و ضعف ظاہر کرے۔ اور سمجھے کہ ہم نے اس کو نہیں دیکھا ہے نہ اس نے ہم کو کھانا طلب کرنے سے تو محجوب ہوتا ہے کہ وہ غیر ہے۔ پس صبر مانگنے سے بھی شرم کر۔ کیونکہ وہ بھی ماسوئی ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں جنگل میں تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ جا رہا تھا۔ تھک گیا۔ اور بھوک غالب ہوئی۔ نگاہ ایک منزل پر نظر پڑی۔ وہاں ایک نخلستان تھا۔ نفس خوش ہوا۔ میں نے قسم کھائی۔ کہ یہاں نہیں ٹھیروں گا۔ آگے چل کر ایک قبر کھود کر اس میں بیٹھ گیا۔ کہیں نزدیک ہی ایک قافلہ ٹھیرا ہوا تھا۔ جب ان لوگوں نے مجھ کو اس طرح دیکھا تو اصرار کر کے مجھ کو ہمراہ لے گئے۔ میں نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس حال میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک آواز سنی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ایک دوست نے اپنے آپ کو ریت میں چھپا لیا ہے اس کے پاس پہنچو۔ اس لئے ہم

آئے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں دریا کے کنارے جا رہا تھا۔ ایک نوجوان کو دیکھا۔ جو دوات لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اس شخص کی حالت سے ظاہر ہے کہ اس کا معاملہ ایسا نہیں۔ جب اس کو دیکھتا ہوں تو خدا رسیدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب دوات کو دیکھتا ہوں تو طالب علم نظر آتا ہے۔ چلو ذرا اس سے پوچھو یہ کون ہے۔ پس میں نے اس سے پوچھا۔ کہ خدا کی راہ کون سی ہے۔ جواب دیا کہ دو راستے ہیں۔ ایک خاص لوگوں کا دوسرا عام لوگوں کا۔ تم کو راہ خاص سے کوئی واسطہ نہیں۔ تم کو عام راہ چاہئے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تم اپنے معاملے کو حق تک پہنچنے کی علت سمجھتے ہو۔ اور دوات کو حجاب کا سبب جانتے ہو۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ اتفاقاً چرواہوں کے دس بارہ کتے میرے پیچھے پڑ گئے۔ میں فوراً مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ انہی کتوں میں سے ایک بڑا کتا میری حفاظت کرنے لگا۔ اور اس نے دوسرے کتوں کو مار مار کر بھگا دیا۔

فرماتے ہیں۔ کہ تحیر اہل معرفت کا پہلا نام ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے وہم کیا کہ میں کوشش سے وصال حق تک پہنچ جاؤں گا۔ اس نے اپنے آپ کو بے انتہا رنج میں ڈال دیا۔ اور جس نے یہ خیال کیا۔ کہ وہ بغیر کوشش کے وصال تک پہنچ جائے گا۔ وہ حد سے زیادہ تمنا میں پڑ گیا۔

فرماتے ہیں۔ کہ خلقت خدا کے قبضہ و ملک میں ہے۔ جس وقت اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ تب سوا خدا کے بندے کو اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

فرماتے ہیں کہ اپنے عزیز وقت کو سب سے زیادہ عزیز چیز ہی میں صرف کرو۔ اور سب سے زیادہ عزیز چیز آئندہ و گذشتہ زمانہ کا خیال ہے۔

فرماتے ہیں۔ جو شخص نور فراست سے دیکھتا ہے۔ وہ نور حق سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ

اس کا علم اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کو سہو اور غفلت نہیں ہوتی۔ بلکہ حکم حق ہی بندے کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ فناء کے معنی بندے کا بندگی کو فناء کر دینے کے ہیں۔ اور بقا کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضور الٰہی میں بندے کا باقی رہنا۔ اور فناء کا متلاشی ہونا بقاء حق کے ساتھ۔

فرماتے ہیں کہ ذکر تین قسم کا ہوتا ہے۔ اول ذکر زبان سے۔ جس میں دل غافل ہوتا ہے۔ یہ ذکر عادت ہے۔ دوسرے ذکر زبان سے جس میں دل بھی حاضر ہوتا ہے۔ یہ طلب ثواب کا ذکر ہے۔ تیسرا ذکر یہ ہے۔ کہ دل سے ذکر ہو۔ مگر زبان خاموش ہو۔ اس دل کی قدر خدائے پاک کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

فرماتے ہیں۔ کہ توحید کا آغاز یہ ہے۔ کہ ایک سے الگ ہو کر قطعاً خدا ہی کی طرف رجوع ہو جائے۔

فرماتے ہیں عارف جب تک پہنچتا نہیں۔ تمام چیزوں سے مدد مانگتا ہے۔ مگر جب پہنچ جاتا ہے تو خدا کے سوا باقی سب چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ بلکہ دوسری تمام چیزیں عارف کی محتاج ہو جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ حقیقت قرب یہ ہے۔ کہ دل سے کسی چیز سے احساس نہ ہو سکے۔ اور نہ کسی چیز کا وجود محسوس ہو۔

فرمایا ہے۔ کہ علم وہ ہے۔ جو بندے کو عمل نیک کرنے والا بنا دے۔

تصوف کے متعلق پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ اپنے خداوند سے صاف۔ پر انوار۔ اور ذکر میں لذت ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ توکل اضطراب ہے۔ بغیر سکون کے۔

فرماتے ہیں۔ کہ صفائی عبودیت پر مغرور نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ تین وجہ سے امیر لوگوں کا حق درویشوں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اول یہ کہ امیروں کا مال حلال کمائی کا نہیں ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ امیر لوگ اس مال پر موافق نہیں

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

باب نمبر 46

حالات حضرت ابوالحسن النوریؒ

آپ یگانہ عہد اور انتخاب زمانہ تھے۔ ریاضات عجیبہ۔ معاملات پسندیدہ۔ نظر صحیح و فراست صادق کامل عشق اور بے انتہا شوق رکھتے تھے۔ تمام مشائخ آپ کی تقدیم پر متفق ہیں۔ آپ کے لقب امیر القلوب اور قمر الصوفیہ ہیں جناب سری سقطیؒ کے مرید تھے۔ اور احمد حواریؒ کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔ جنیدؒ کے ہمعصر اور طریقت میں صاحب مذہب اور مجتہد تھے۔

نوری آپ کو اس لئے کہتے ہیں۔ کہ جب اندھیری رات میں آپ گفتگو فرماتے ہیں۔ تو آپ کے منہ سے ایسا نور ظاہر ہوا کرتا تھا۔ جس سے سارا گھر روشن ہو جاتا اور نیز اس وجہ سے۔ کہ اپنے نور فراست سے باطن کے اسرار بتا دیا کرتے تھے۔ اور اس وجہ سے جنگل میں آپ نے ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا۔ جب لوگ وہاں آپ کی زیارت کے لئے آتے تو مکان میں ایک نور دیکھتے۔

ابتداء میں آپ کی یہ حالت تھی۔ کہ روزانہ صبح کو گھر سے نکل کر دکان پر جاتے۔ روٹی لے کر صدقہ کرتے اور مسجد میں جا کر ظہر تک نماز پڑھتے۔ پھر دکان پر جاتے۔ گھر والے سمجھتے کہ دکان پر روٹی کھالی ہے۔ چنانچہ بیس سال تک یہی حالت رہی۔ اور کسی کو حال معلوم نہ ہوا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے برسوں مجاہدہ کیا۔ اور اپنے آپ کو قید خانہ میں رکھا۔ ریاضتیں کیں چالیس سال تک ایسا ہی کیا۔

نقل ہے۔ کہ جب غلام خلیل مشائخ کی دشمنی پر آمادہ ہوا۔ اور ہر ایک کے ساتھ خصومت ظاہر کی۔ اور بادشاہ سے جا کر شکایت کی۔ بادشاہ نے سب کو بلا بھیجا۔ چنانچہ بادشاہ نے سب کے قتل کا حکم دیا۔ ان مشائخ میں ابوحمزہؒ شبلیؒ جنیدؒ نوریؒ اور رقامؒ خاص طور پر سر برآوردہ تھے۔ جب جلاد نے رقام کو مارنے کے لئے خنجر

اٹھایا۔تو نوری نے جست کر کے اپنے آپ کو رقام کی جگہ پہنچا دیا۔اور خوش ہونے لگے۔امراء وزراء کو اس سے تعجب ہوا۔اور کہنے لگے کہ اتنی جلدی کیوں کرتے ہو۔ تمہاری باری بھی جلدی آ جاتی ہے۔ابھی تمہاری باری نہیں ہے۔آپ نے فرمایا۔ کہ میرا طریقہ ایثار کا ہے۔اور دنیا میں سب سے زیادہ عزیز چیز جان ہے۔چنانچہ میں اپنے ان چند سانسوں کو اپنے بھائیوں پر سے قربان کرنا چاہتا ہوں۔خلیفہ کو اس بیان سے تعجب ہوا۔اور جلاد کو حکم دیا کہ توقف کرو۔اور قاضی کو حکم دیا۔کہ ان لوگوں کی حالت پر پھر غور کرے۔قاضی جانتا تھا۔کہ یہ لوگ علوم میں کامل ہیں اس لئے حوصلہ نہ پڑا۔چنانچہ شبلیؒ کو دیوانہ سمجھ کر فقہ کی بات پوچھنی چاہی۔اور کہا کہ بیس دینار کی کس قدر زکوٰۃ دینی چاہئے۔شبلیؒ نے جواب دیا۔کہ ساڑھے بیس دینار۔ قاضی نے پوچھا کہ کس طرح۔فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری جائداد زکوٰۃ میں دیدی۔اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔پھر قاضی نے کہا کہ یہ تو پوری کی پوری جائداد ہو گیا۔مگر تم نے آدھا دینار زائد کیوں کر دیا۔جواب دیا کہ اس جرمانہ میں کہ بیس دینار اپنے پاس کیوں رکھے۔پھر نوری سے مسئلہ پوچھا۔قاضی منہ کی کھا کر شرمندہ ہو گیا۔آخر تنگ آ کر قاضی نے بادشاہ سے کہا۔کہ اگر یہ ملحد و زندیق ہیں۔تو روئے زمین پر کوئی موحد نہیں ہے۔تب خلیفہ نے ان سب لوگوں کو عزت کے ساتھ بٹھایا۔اور کہا کہ کوئی حاجت بیان کرو۔فرمایا کہ صرف یہ حاجت ہے۔کہ ہم لوگوں کو بالکل فراموش کر دو۔چنانچہ خلیفہ بہت رویا۔اور ان کو عزت کے ساتھ معذرت کر کے واپس کر دیا۔

نقل ہے۔کہ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو نماز میں داڑھی سے کھیلتے دیکھ کر کہا۔حق تعالیٰ کی داڑھی سے ہاتھ اٹھا لے۔یہ بات خلیفہ تک پہنچی اور لوگوں نے کہا۔کہ اس بات سے نوری پر کفر لازم ہے۔اور واجب القتل ہے۔چنانچہ خلیفہ نے آپ کو پکڑ منگایا۔اور جواب پوچھا۔آپ نے فرمایا کہ بندہ کس کا مملوک ہے۔کہا اللہ تعالیٰ کا۔

پھر پوچھا کہ بندے کی ڈاڑھی کس کی ملکیت ہے۔ جواب دیا کہ یہ بھی اسی کی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ نے کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ہم نے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا۔

ایک دن شیخ وقت جنیدؒ آپ کے سامنے آئے۔ آپ فوراً زمین پر گر پڑے۔ اور کہا کہ میری جنگ سخت ہوگئی ہے۔ اور طاقت جاتی رہی ہے۔ تیس ۳۰ سال ہونے کو آئے۔ جب میں ظاہر ہوتا ہوں، تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔ مگر جب وہ ظاہر ہوتا ہے، تو میں گم ہو جاتا ہوں۔ ہر چند میں زاری کرتا ہوں، مگر وہ کہتا ہے کہ یا تم رہو یا میں رہوں۔ یہ سن کر جنیدؒ نے اصحاب سے فرمایا۔ کہ اس شخص کو دیکھ لو۔ جو حق تعالیٰ کا درماندہ ہے۔

ایک دفعہ چند لوگوں نے جنیدؒ کو آ کر خبر دی۔ کہ تین دن رات گذرے۔ نوری ایک اینٹ کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اور اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ نہ کھاتے ہیں۔ نہ پیتے ہیں۔ نہ سوتے ہیں۔ مگر نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ مریدوں نے کہا کہ وہ ہوشیار ہیں۔ فانی نہیں ہیں۔ کیونکہ نماز کے وقت کو جانتے اور اس کا ادب کرتے ہیں۔ جنید نے جواب دیا کہ ایسا نہیں۔ پھر اٹھ کر خود نوری کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے نوری۔ اگر خروش سے کچھ فائدہ سمجھتے ہو۔ تو میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ اگر رضا کو بہتر جانتے ہو، تو پھر اس کو اختیار کرو۔ یہ سن کر آپ فوراً ساکن ہو گئے۔ اور کہا کہ تم بہت اچھے معلم ہو۔

ایک دفعہ شبلیؒ کچھ بیان کر رہے تھے۔ کہ آپ ایک طرف آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا السلام علیک شبلیؒ نے جواب دیا ''وعلیک السلام اے امیر القلوب''۔ فرمایا حق تعالیٰ اس عالم سے راضی نہیں۔ جو اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ اگر تم عمل کرتے ہو۔ تو خیر ورنہ منبر سے نیچے اتر آؤ۔ جب شبلیؒ نے غور کیا۔ تو فوراً منبر سے نیچے اتر آئے۔ اور چار ماہ تک گھر سے باہر نہ نکلے۔ آخر ایک دن لوگوں نے مجبور کر کے آپ کو منبر پر لا بٹھایا۔ جب آپ کو خبر ملی تو جا کر فرمایا کہ اے شبلی تم نے ان لوگوں سے اپنے آپ کو

پوشیدہ رکھا۔تو ان لوگوں نے مجبور کر کے تم کو منبر پر لا بٹھایا۔ میں نے ان کو نصیحت کی ۔تو انہوں نے مار مار کر مجھ کو مزبلہ پر ڈال دیا۔شبلیؒ نے کہا کہ اے امیر القلوب تمہاری نصیحت اور میرا پوشیدہ کرنا کیا معنی۔فرمایا کہ میں نے خلق کو خدا پر چھوڑ دیا۔ اور تمہارا پوشیدہ رکھنے کا مطلب یہ کہ تم خلق اور خدا کے درمیان حجاب بن گئے ۔تم کون ہو کہ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ بنو۔

ایک شخص نے اصفہان سے آپ کی زیارت کا قصد کیا۔ جب وہ نزدیک پہنچا۔تو آپ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا۔ کہ ایک کوس تک راہ میں جھاڑو دیدے ۔ کیونکہ ایک مرید برہنہ پا آرہا ہے ۔ جب وہ شخص آپ کے نزدیک آیا تو پوچھا۔ کہ کہاں سے آئے ہو۔ جواب دیا کہ اصفہان سے ۔فرمایا اگر اصفہان کا بادشاہ ہزار دینار سے ایک محل بنواتا اور ہزار دینار سے ایک کنیز خرید کر اس میں رکھتا۔اور ہزار دینار کا اسباب بھی دیتا۔تو تم اسی طلب کے مقابلے میں اس کو قبول کر لیتے ۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔ کہ شاہ اصفہان نے یہ چیزیں اس کو دینا چاہی ہیں ۔مگر اس شخص نے انکار کر دیا۔ اور چلا آیا۔ جب اس شخص نے یہ بات سنی ۔تو رونے لگا۔

ایک دن آپ ایک اور شخص کے ساتھ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ۔اس شخص کے چلے جانے کے بعد لوگوں نے پوچھا۔کون تھا۔فرمایا کہ ابلیس لعین تھا۔اپنی خدمتوں کو یاد کر کے رو رہا تھا۔میں بھی اس کے ساتھ رونے لگا۔

آپ مناجات میں کہا کرتے تھے ۔کہ الٰہی تو اہل دوزخ پر عذاب کرے گا۔اور دوزخ کو آدمیوں سے بھر دے گا۔لیکن تو اس بات پر بھی قادر ہے ۔کہ دوزخ کو صرف میری ہی ذات سے بھر دے ۔اور سارے لوگوں کو جنت میں بھیج دے ۔

شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نوری کے پاس گیا۔تو ان کو مراقبہ میں پایا۔پوچھا کہ تم نے ایسا عمدہ مراقبہ کہاں سے سیکھا جواب دیا کہ بلی سے ۔کیونکہ وہ چوہے کے سوراخ پر مجھ سے زیادہ ساکن تھی ۔

ایک دن آپ دریا میں غسل کر رہے تھے۔اسی اثناء میں ایک چور آیا۔اور آپ کے کپڑے اٹھا کر لے گیا۔لیکن ابھی آپ دریا سے باہر نہ نکلے تھے۔کہ چور لوٹ آیا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تھا۔آپ نے عرض کی کہ خداوندا جب یہ شخص میرے کپڑے واپس دے گیا ہے۔تو اس کا ہاتھ بھی واپس کر دے۔چنانچہ اسی وقت اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔

نقل ہے۔کہ زیتونہ نام آپ کی ایک خادمہ تھی۔کہتی ہے کہ ایک دن میں آپ کے پاس روٹی لے گئی۔لیکن آپ بغیر ہاتھ دھونے کے کھانے لگ گئے۔میرے دل میں برا اثر ہوا۔کہ اس شخص نے کھانا کھانے کے وقت ہاتھ نہیں دھوئے اسی وقت ایک شخص نے آ کر خادمہ کو پکڑ لیا اور چوری کا الزام لگایا۔آپ فوراً باہر آئے اور کہا۔کہ اس کو چھوڑ دو۔آپ کا گم شدہ مال ابھی آتا ہے۔اسی وقت ایک شخص مال لے کر آ گیا۔آپ نے خادمہ سے کہا کہ آئندہ ایسا کبھی خیال نہ کرنا۔کہ میں بغیر ہاتھ دھوئے روٹی کھانے لگا ہوں۔خادمہ نے اسی وقت توبہ کی۔

نقل ہے کہ آپ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو شیخ جنیدؒ عیادت کو آئے۔اور آپ کے لئے پھل پھول بھی لائے۔کچھ عرصہ بعد شیخ جنیدؒ بھی بیمار ہو گئے۔تو آپ معہ مریدوں کے ان کی عیادت کو گئے۔اور مریدوں سے کہا کہ تم میں سے ہر شخص جنیدؒ کی تھوڑی تھوڑی بیماری لے لے۔سب نے کہا۔کہ ہاں ہم نے لے لی۔اسی وقت جنیدؒ تندرست ہو گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب عیادت کو جاؤ۔تو یوں جاؤ۔نہ کہ پھل پھول لے جاؤ۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔جس کو کوڑے مار رہے تھے۔لیکن فریاد نہیں کرتا تھا۔

جب لوگ اس کو قید خانہ میں لے گئے۔تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا۔اور پوچھا کہ باوجود اس قدر ضعف کے تو نے کیسے صبر کیا۔اس نے کہا کہ بیٹا صبر ہمت سے کیا

جاتا ہے۔ نہ کہ جسم سے میں نے پوچھا۔ کہ تمہارے نزدیک صبر کیا ہے کہا کہ بلا میں گرفتار ہونے کو ایسا سمجھے جیسا کہ لوگ بلا سے رہائی ملنے کو سمجھتے ہیں۔

آپ سے پوچھا گیا۔ کہ معرفت کی راہ کیا ہے۔ فرمایا۔ کہ آتش اور نور کے سات دریا ہیں۔ جب تم نے ان کو قبول کرلیا۔ تو معرفت سے خلق کو لقمہ بنالیا۔ اولین وآخرین کو ایک لقمہ میں نگل گئے۔

ایک روز آپ نے ابوحمزہؒ کے ایک مرید کو دیکھا۔ تو اس سے کہا کہ ابوحمزہؒ کو کہنا کہ نوری سلام کہتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ قرب جس میں ہم ہیں۔ وہ بعد بعد ہے۔

عبودیت کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ مشاہدہ عبودیت کا نام ہے۔

پوچھا کہ آدمی اس کا مستحق کب ہوتا ہے کہ خلقت کو نصیحت کرے۔ فرمایا جب یہ سمجھ لے کہ یہ قابلیت خدا سے ہے۔

وجد کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا۔ کہ خدا کی قسم۔ زبان اس کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور ادیبوں کی بلاغت اس کی خوبیاں بیان کرنے سے عاجز ہے۔ وجد کی حالت تمام حالتوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ وجد سے زیادہ کوئی درد بے درمان نہیں۔ پوچھا کہ خدا تعالیٰ پر کیا دلیل ہے۔ فرمایا کہ خود ذات باری تعالیٰ پھر پوچھا کہ عقل کی کیا حاجت ہے۔ فرمایا کہ عقل عاجز ہے۔ اور عاجز چیز اپنے جیسے ہی عاجز پر دلیل ہو سکتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ راہ اسلام خلق پر ہے۔ جب تک اسوہ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہ کی جائیگی۔ یہ راہ کشادہ نہ ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں۔ کہ جن کی جان بشریت کی کدورت سے آزاد ہو گئی ہو۔ اور آفت نفس سے صاف اور ہوا سے خالص ہوگئی ہو۔ یہ لوگ صفت اول و درجہ اعلیٰ میں حق کے ساتھ آرام کرتے ہیں۔ اس کے غیر سے بھاگتے ہیں۔ نہ وہ لوگ مالک ہوتے ہیں اور نہ مملوک۔

پھر فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ کوئی چیز اس کی فکر میں نہ آئے۔ اور نہ ہی کسی چیز کی فکر میں ہو۔ کیونکہ تصوف نہ علوم کا نام ہے نہ رسوم کا۔ بلکہ اخلاق کا نام ہے۔ اگر یہ رسم ہوتی تو مجاہدہ سے حاصل ہوتی۔ اگر علم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہو جاتی چونکہ تصوف اخلاق ہے۔ بمصداق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ خلق خدا نہ رسوم سے ملے گا نہ علم سے۔

پھر فرماتے ہیں کہ تصوف دنیا کی دشمنی اور مولیٰ کی دوستی کا نام ہے۔

ایک دن ایک اندھا شخص اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ آپ نے اس کے قریب جا کر کہا۔ تو اللہ کو کیا جانے اور اگر جانتا ہے تو زندہ کب تک رہے گا۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آئی تو جنگل کو چل دیے۔ وہاں کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ اور زخمی پاؤں سے خون کا جو قطرہ گرتا تھا۔ اس سے نقش "اللہ" زمین پر قائم ہو جاتا۔

ابونصر سراجؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب آپ کو گھر لائے۔ اور کہا کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہو۔ تو فرمایا کہ میں اسی جگہ جاتا ہوں۔ چنانچہ گھر سے نکل گئے۔ اور اسی جگہ وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب سے نوریؒ کی وفات ہوئی ہے۔ کسی نے حقیقت صدق کے متعلق گفتگو نہیں کی آپ کی وفات صدیق زمانہ تھی۔

باب نمبر 47

حالات حضرت عثمان الحیریؒ

آپ حاضر اسرار طریقت اور ناظر انوار حقیقت تھے۔ اکابر مشائخ خراسان میں سے تھے۔ اور آپ کا رتبہ قطب وقت تھا۔ عالی ہمت صاحب کرامات وریاضت تھے۔ فنون طریقت وشریعت میں بے نظیر تھے۔ آپ کی بزرگی میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ آپ کے ہمعصر اہل طریقت فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں اس وقت صرف تین مرد ہیں۔ نیشاپور میں عثمانؒ شام میں ابوعبداللہؒ اور بغداد میں جنیدؒ۔

خراسان میں تصوف کا اظہار آپ نے ہی کیا۔ شاہ شجاع کرمانیؒ ، یحیٰؒ بن معاذ اور ابوحفصؒ حداد تینوں آپ کے پیر بزرگوار ہیں۔ جنیدؒ۔ رویمؒ ۔ یوسف حسینؒ۔ اور محمد فضلؒ کے ساتھ اکثر صحبت رہی ہے۔

فرماتے ہیں کہ اوائل عمر سے ہی میرا دل حقیقت کا طالب تھا۔ اور اہل ظاہر سے نفرت کرتا تھا۔ ایک دن آپ مکتب کو جا رہے تھے۔ چار غلام پیچھے تھے۔ آپ نہایت بیش قیمت لباس پہنے ہوئے تھے۔ راہ میں ایک زخمی گدھے کو دیکھا۔ کہ کوا چونچ سے اس کی پیٹھ میں سے گوشت نکال کر کھا رہا ہے۔ اور گدھا اس کوے کو ہٹا نہیں سکتا۔ آپ کو رحم آیا۔ اسی وقت آپ نے اپنے ریشمی کپڑے اتار کر گدھے کے زخم پر ڈال دئے اور اپنے عمامے سے باندھ دیا۔ اور گھر کی طرف واپس ہوئے۔ ابھی آپ گھر نہ پہنچے تھے۔ کہ گدھے کی زبان حال کی مناجات درگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی۔ اور آپ پر ایک حالت طاری ہوگئی۔ چنانچہ آپ یحیٰ بن معاذؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن کے کلام سے حقیقت آپ پر ظاہر ہوگئی۔ پھر کچھ عرصہ تک ریاضت کرتے رہے۔ اس کے بعد شاہ شجاع کرمانیؒ کا حال سنا۔ اور ان کی زیارت کے شوق میں اجازت لے کر کرمان پہنچے۔ مگر شاہ شجاعؒ نے ملاقات کی اجازت نہ دی۔ اور کہا۔ کہ یحیٰ معاذ رجاء کے مقام میں ہیں۔ تو بھی رجا کا خوگر

حکمت بیان کرتا ہے۔ جو حرص وہوا کو غالب کر لیتا ہے۔ وہ بدعت کی باتیں بکتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کوئی شخص اپنے عیبوں کو نہیں دیکھتا۔ لیکن صرف وہ جو ہر وقت اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب تک انسان میں چار باتیں برابر نہ ہو جائیں۔ وہ کامل نہیں ہو سکتا۔ وہ چاروں چیزیں 'منع' عطا' عزت اور ذلت ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ تمام عالم میں سب سے زیادہ عزیز تین شخص ہیں۔ اول وہ عالم جو علم بیان کرے۔ دوم وہ مرید جو طمع نہ رکھے۔ سوم وہ عارف جو حق کی صفت بغیر کیفیت کے بیان کرے۔

فرماتے ہیں کہ دل کی صلاحیت چار باتوں پر ہے۔ خدا کی احتیاج۔ غیر خدا سے مستغنی ہونا۔ تواضع اور مراقبہ۔

فرماتے ہیں۔ کہ غمناک وہ شخص ہے جس کو اس بات کی فکر ہے۔ کہ اس کو کوئی غم نہ پہنچے۔ حالانکہ ہر چیز کا غم مومن کے لئے فضیلت ہے۔ بشرطیکہ معصیت کے سبب سے نہ ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ خوف حق تعالے کے عدل سے ہے۔ اور رجاء اس کے فضل سے۔ خوف کی سچائی یہ ہے۔ کہ ظاہر و باطن میں دنیا سے پرہیز کی جائے۔

فرماتے ہیں۔ کہ خوف خدا تک پہنچاتا ہے۔ اور تکبر خدا سے دور کرتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ صابر وہ ہے۔ جو تکالیف و برداشت کا خوگر ہو۔

فرماتے ہیں۔ جو شخص حیاء کے متعلق گفتگو کرے۔ مگر شرم نہ رکھے۔ اس کو خدا کی طرف سے مہلت ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ قانع وہ شخص ہے۔ جس کو دوسرے دن کی فکر نہ ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ سعادت کی علامت یہ ہے۔ کہ اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو۔ کہ

مردود نہ کیے جاؤ۔ اور بدبختی وشقاوت کی نشانی یہ ہے۔ کہ گناہ کرو۔ اور بخشش کی امید رکھو۔

فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے۔ کہ نفس کا دخل کسی حالت میں بھی نہ ہو۔ یہ عوام کا اخلاص ہے۔ مگر خاص لوگوں پر اخلاص خود بخود طاری ہوتا ہے۔ اور اخلاص خدا تعالےٰ کے ساتھ صدق نیت کا نام ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے فرغانہ سے حج کا ارادہ کیا۔ نیشاپور میں پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر آپ نے توجہ نہ کی۔ اس نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ عجب مسلمان ہے۔ کہ سلام کا جواب تک نہ دیا۔ آپ نے اس کے دل کے اس خطرے کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا حج اسی کا نام ہے۔ کہ ماں کو بیمار چھوڑ کر حج کرتے ہو۔ یہ کس حال میں جائز ہے۔ چنانچہ وہ وہیں سے واپس فرغانہ چلا گیا۔ جب تک اس کی ماں زندہ رہی۔ خدمت کرتا رہا۔ والدہ کی وفات کے بعد جب وہ شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے دوڑ کر اس کا استقبال کیا۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو دو علامات موت ظاہر ہوئیں۔ آپ کا صاحبزادہ بے قراری اور اضطراب ظاہر کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بیٹا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مت کرو۔ تاکہ منافق نہ قرار دیے جاؤ۔ اس کے بعد حضور کامل میں آپ نے جان شیریں جان آفرین کے سپرد کردی۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

تھوڑی سی چاندی تھی۔ اس کی موجودگی میں فقر پر گفتگو کرنے سے شرم آئی۔ اب وہ چاندی صدقہ کر آیا ہوں۔ تاکہ فقر کے بارہ میں گفتگو کر سکوں۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ آدمی فقر کا مستحق کب ہوتا ہے۔ فرمایا اس وقت جب اس کی کوئی چیز اس کے پاس باقی نہ رہے۔

پوچھا کہ انسان تائب کب ہوتا ہے۔ فرمایا جب الٹی طرف کا فرشتہ بیس ۲۰ دن تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے۔

فرمایا زاہد وہ ہے۔ جس کے نزدیک آدمیوں کی مدح یا ہجو یکساں ہو۔ اور دنیا کو چشم زوال سے دیکھے اور حقیر سمجھے۔

فرمایا کہ اول وقت میں فرائض ادا کرنے والا عابد کہلاتا ہے۔

فرمایا کہ تمام افعال کو خدا کی طرف سے سمجھنے والا موحد ہوتا ہے۔

فرمایا کہ تصوف وہ فقر ہے۔ جو اسباب سے علیحدہ ہو۔

فرمایا کہ معرفت کا شکر تواضع ہے۔ عزت کا شکر تواضع۔ مصیبت کا شکر صبر۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ہنسنے لگے۔ اور اسی حال میں وفات پائی۔

باب نمبر 49

ذکر ابو محمد رویمؒ

آپ صادق بے بدل تھے۔ مشائخ کبار میں سے تھے۔ اور سب کے ممدوح تھے۔ آپ کی بزرگی اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ تمام علوم میں بالخصوص تفسیر القرآن میں کمال حاصل تھا۔ آپ نے محض توکل پر بہت سے سفر کیے۔ طریقت میں آپ کی تصانیف بھی بہت سی ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ بیس سال گذر گئے۔ میرے خیال میں کسی کھانے کا خیال نہیں آیا۔ جو فوراً حاضر نہ ہو گیا ہو۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بازار بغداد میں گذر رہا تھا۔ کہ سخت پیاس لگی۔ میں نے ایک گھر سے پانی مانگا۔ ایک لڑکے نے پانی دیا۔ اور کہا کہ صوفی ہو کر دن کو پانی پیتا ہے۔ چنانچہ اس دن سے لے کر میں نے کبھی دن کو پانی نہ پیا۔

آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان پر کیا فرض کیا۔ فرمایا کہ اپنی معرفت۔

فرماتے ہیں کہ حاضر تین قسم کے ہیں۔ اول شاہد وعید جو ہمیشہ خوف میں رہتا ہے۔ دوم شاہد وعدہ جو غیبت میں رہتا ہے۔ اور تیسرا شاہد حق جو ہمیشہ طرب میں رہتا ہے۔

فرماتے ہیں اگر حق تعالیٰ تم کو قول و عمل دونوں دے تو سعادت ہے۔ اگر صرف عمل دے تو نعمت ہے۔ اور صرف قول ہی دے عمل نہ دے۔ تو مصیبت ہے۔ اگر قول و عمل دونوں نہ دے۔ تو آفت ہے۔

لوگوں نے آداب سفر کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ مسافر کو قدم کا اندیشہ نہ ہو۔ اور جہاں دل کو آرام ملے وہی اس کی منزل ہو۔

فرماتے ہیں اس وقت تک کہ جب تک پلصراط کے اوپر سے گذرنا ہو فرش پر آرام

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

عمل کا اخلاص یہ ہے کہ اس کے عوض میں دونوں جہان میں کسی چیز کا طالب نہ ہو۔

ایک شخص نے آپ سے وصیت چاہی۔ تو فرمایا کہ سب سے ادنیٰ کام روح کی بذل ہے۔ اگر اس کو خواہش ہے تو صوفیوں کے عجائبات میں مشغول نہ ہو۔

آخر عمر میں آپ نے اپنے آپ کو دنیا دار لوگوں میں پوشیدہ کر لیا تھا۔ اور منصب قضاء پر فائض ہو گئے تھے۔ اسی لئے شیخ جنیدؒ نے آپ کے متعلق فرمایا۔ کہ ہم عارف لوگ فارغ مشغول ہیں۔ اور آپ یعنی رویمؒ مشغول فارغ ہیں۔

باب نمبر 50

حالات حضرت ابن عطارؒ

آپ قطب عالم روحانی اور معدن حکمت ربانی ہیں۔فنون علم میں آیت اور اصول و فرع کے مفتی تھے۔آپ سے پہلے کسی نے بھی اسرار تنزیل و معانی تاویل کی ایسی شرح نہیں کی اور ایسے لطائف بیان نہیں کیے۔جیسے کہ آپ نے کیے۔آپ کو اس میں بے حد کمال حاصل تھا۔تمام ہمعصر لوگوں نے آپ کو محترم سمجھا۔

آپ جنیدؒ کے اکابر مریدوں میں سے تھے۔ایک دن لوگوں نے آپ کو عبادتخانہ میں روتے دیکھا۔سارا عبادت خانہ تر بتر تھا۔پوچھا اس قدر رونے کی کیا وجہ ہے۔فرمایا کہ خجالت کی ایک حالت مجھ پر طاری ہوگئی۔پوچھا کہ کیوں۔تو فرمایا کہ بچپن میں کسی کا کبوتر میں نے پکڑ لیا تھا۔وہ یاد آ گیا۔اگر چہ ہزار درم کا ثواب اس کے مالک کو میں نے پہنچا دیا۔لیکن ابھی تک میرے دل کو قرار نہیں آتا۔نہیں معلوم میرا کیا حال ہوگا۔

پوچھا کہ آپ روز کس قدر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں۔فرمایا کہ پہلے تو ایک دن رات میں ختم کرتا تھا۔مگر اب چودہ سال ہونے کو آئے۔ابھی تک سورہ انفال پر پہنچا ہوں۔(مطلب یہ کہ اس سے پہلے غفلت میں پڑھتا تھا)

آپ کے دس صاحبزادے تھے۔جو سب کے سب خوبصورت تھے۔ایک سفر میں لڑکے آپ کے ہمراہ گئے راستے میں چوروں نے آپ کو لوٹ لیا۔ایک ایک لڑکے کی آنکھیں بند کر کے آپ کے سامنے ان کو قتل کرتے تھے۔مگر آپ آسمان کی طرف منہ کر کے ہنستے تھے۔جب اس طرح سے نو لڑکے مارے گئے۔اور دسویں لڑکے کی باری آئی۔اور آپ نے پھر اسی طرح ہنسنا شروع کیا۔تو صاحبزادے نے پوچھا۔کہ آپ عجیب بے شفقت باپ ہیں۔نو بچے آپ کے سامنے بیدردی سے قتل کیے گئے۔مگر آپ کچھ نہیں کہتے۔اور ہنستے ہیں۔فرمایا۔کہ جان پدر جو یہ سب

کر رہا ہے۔ اس کو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ خود جانتا ہے۔ دیکھتا ہے اور قدرت رکھتا ہے۔ اگر چاہے تو بچا لے۔ جب چوروں نے یہ بات سنی۔ تو ان پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ معذرت کرنے لگے اور کہنے لگے۔ کہ حضرت آپ نے پہلے یہ بات کیوں نہ کہی۔ تاکہ اپ کے صاحبزادے نہ مارے جاتے۔ اور ہم بھی گناہ سے بچ جاتے۔

ایک دن آپ نے جنیدؒ سے کہا۔ کہ امیر لوگ فقراء سے افضل ہیں۔ کیونکہ امراء سے حساب قیامت کے دن لیا جائے گا۔ جس میں عتاب کی حیثیت سے بے واسطہ کلام سننے میں آئے گا۔ اور دوست کا عتاب حساب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ مگر جنیدؒ نے کہا۔ کہ نہیں فقراء لوگ افضل ہیں۔ کیونکہ فقراء سے عذر کیا جائے گا۔ جو عتاب سے بڑھ کر ہے۔

آپ کے کلمات نہایت لطیف و عالی ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بہتر وہ عمل ہے۔ جو بزرگوں نے کیا ہے۔ اور بہتر وہ علم ہے جو انہوں نے بیان کیا ہے۔ وہ نہ کرو۔ جو انہوں نے فرمایا ہے۔ وہ کرو۔

فرماتے ہیں۔ کہ جو مرد اسرار کو تلاش کرے۔ وہ میدان علم میں تلاش کرے۔ اگر وہاں نہ ملے۔ تو میدان حکمت میں ڈھونڈے۔ اگر وہاں بھی نہ پائے۔ تو میدان جستجو کرے۔ لیکن اگر تینوں میدانوں میں کہیں بھی نہ ملے تو پھر اس کی تلاش سے ہاتھ اٹھا لے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ہر علم کے لئے بیان اور بیان کے لئے زبان اور زبان کے لئے عبادت اور عبادت کے لئے طریقت اور طریقت کے لئے کچھ لوگ ہیں۔ پس جو لوگ احوال میں تمیز نہ کر سکیں، ان کو بات کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

فرماتے ہیں۔ جو شخص آداب سنت سے اپنے دل کو آراستہ رکھے گا۔ حق تعالیٰ نور معرفت سے اس کے دل کو منور کر دے گا۔

فرماتے ہیں۔ کہ سب سے بڑی غفلت یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرمان اور معاملہ سے غافل ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندہ مقہور ہے۔ اور عمل مقدور۔ لیکن بندہ دونوں میں مقدور نہیں۔

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ساری عمر نفاق میں رہے۔ مگر ایک نفس کے لئے ایک قدم کسی بھائی کے نفع کے لئے اٹھائے۔ تو یہ اس سے افضل ہے کہ ساری عمر اخلاص سے عبادت کرتا رہے۔ اور اس سے اپنے نفس کی نجات کا طالب ہو۔

فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ صحیح وہ عقل ہے۔ جو موافق توفیق کے ہو۔ اور بدترین طاقت وہ ہے۔ جس سے تکبر پیدا ہو۔

فرماتے ہیں۔ سب سے بہتر وہ گناہ ہے۔ جس کے بعد توبہ کی توفیق مل جائے۔

فرماتے ہیں کہ باطن حق تعالیٰ کی نظر کا مقام ہے۔ اور ظاہر خلق کی نظر کی جگہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمت سے ابتداء کرتا ہے۔ وہ خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ جو شخص ارادت سے ابتداء کرتا ہے۔ وہ آخرت تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کی ابتداء زر سے ہوتی ہے۔ وہ دنیا تک پہنچ جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ جو چیز بندے کو آخرت سے باز رکھنے والی ہے۔ وہ دنیا ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند کیا بات ہے۔ فرمایا نفس اور اس کے حالات کا دیکھنا۔ اور اپنے کام کا عوض چاہنا۔

فرماتے ہیں۔ کہ منافق کا قوت کھانا پینا ہے۔ مگر مومن کا قوت ذکر و ریاضت ہے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تین باتوں پر انصاف ہے۔ استعانت' جہد۔ اور ادب۔ یعنی بندہ کا استعانت طلب کرنا۔ خدا کا توفیق دینا۔ اور بندہ کو بندگی کا ادب بجالانا۔

فرماتے ہیں کہ جس کو ادب سے محروم کیا جاتا ہے۔ اس کو تمام نیکیوں سے محروم کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ موحد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو وقت اور حالت پر نظر کرتے ہیں۔ دوم وہ جو عاقبت پر نظر کرتے ہیں۔ اور تیسرا طبقہ وہ ہے۔ جو حقائق پر نظر رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پیغمبران خدا کا ادنیٰ درجہ وہ ہے جو شہداء کا اعلےٰ مرتبہ ہے۔ اور شہداء کا ادنیٰ مرتبہ وہ ہے۔ جو صلحاء کا اعلےٰ مرتبہ ہے۔ اور صلحاء کا ادنیٰ مرتبہ وہ ہے۔ جو مومنوں کا اعلےٰ درجہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے کامل اتصال رکھتے ہیں۔ اور ابد تک ان کی آنکھیں اس سے روشن رہتی ہیں۔ ان کی زندگی اسی سے ہوتی ہے۔ اور ان کو ابد تک مرگ حاصل نہیں ہوتی۔ جب ان کو سر ابو بیت کا کشف ہو جاتا ہے اور وہ شخص دم مارتا ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتا ہے۔ اور ایسا دور ہوتا ہے۔ کہ پھر کبھی واپس نہیں آسکتا۔

فرماتے ہیں کہ محبت کی زندگی بدل سے ہے۔ مشتاق کی رشک سے۔ عارف کی ذکر سے اور موحد کی زبان سے صاحب تعظیم کی دم سے اور صاحب ہمت کی نفس سے علیحدہ ہونے میں۔

فرماتے ہیں۔ کہ علم چار ہیں۔ علم معرفت۔ علم عبادت۔ علم عبودیت۔ اور علم خدمت۔

فرمایا ہے۔ کہ حقیقت اسم بندہ ہے۔ اور ہر حق کی حقیقت۔ اور ہر حقیقت کے واسطے حق ہے۔ اور ہر حق کے واسطے حق ہے۔ مطلب یہ کہ جو حقیقت تم کو معلوم ہے۔ وہ بندے کا اسم ہے۔ کیونکہ وہ بے نشان و بے نہایت ہے اور توحید کی حقیقت دراصل نشان توحید ہے۔ اور یہ امر کہ ہر حقیقت کے لئے حق ہی اس کا بیان ہے کہ حقیقت بندہ کا اسم ہے۔ اور صدق توحید یہ ہے۔ کہ ایک کے ساتھ قائم رہے۔

فرماتے ہیں۔ جس کی توبہ عمل سے ٹھیک ہوگی۔ مقبول ہوگی۔

فرماتے ہیں۔ کہ عقل عبودیت کا واسطہ ہے نہ کہ ابوبیت کا۔

فرماتے ہیں کہ توکل کے معنی حق تعالی سے حسن التجا اور اس کی طرف صدق اور کہ توکل یہ ہے۔ کہ جب تک فاقہ کی شدت نہ ہو۔ کسی سبب کی طرف نظر نہ کرے۔ اور حقیقت سکون سے باہر نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ معرفت کے تین رکن ہیں۔ ہیبت۔ حیا اور امن۔

رضا کے متعلق فرمایا۔ کہ رضا کے معنی دل سے اس بات پر نظر رکھنے کے ہیں کہ جو اللہ تعالی نے ازل سے بندہ کے لئے مقرر کر دیا۔ نیز غصہ سے ہاتھ اٹھانا۔ اور دل سے دو باتوں پر نظر کرنا۔ اول یہ کہ جو حالت ہے وہ ازل سے میرے لئے لکھی گئی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یہی بات میرے لئے اچھی ہے۔

اخلاص کی بابت فرمایا۔ کہ اخلاص آفات سے خالص ہونا چاہئے۔

تواضع کے متعلق فرمایا۔ کہ اس کے معنی حق کا قبول کرنا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ تقویٰ کا ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن۔ ظاہر تو خدا کی نگہداشت ہے۔ اور باطن میں نیت اور اخلاص۔ پھر لوگوں نے پوچھا۔ کہ اس کی ابتداء اور انتہاء کیا ہے۔ فرمایا کہ ابتدا معرفت ہے۔ اور انتہا توحید۔

فرماتے ہیں۔ کہ اقرار دو چیزوں کا باقی رہنا ہے۔ آداب عبودیت اور حق معرفت والوبیت کی تعظیم۔

پوچھا کہ سب سے افضل عبادت کونسی ہے۔ فرمایا کہ حق تعالی کا مراقبہ۔

شوق کے متعلق پوچھا۔ تو فرمایا کہ دل کا جانا۔ جگر کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ اور آگ کا بھڑکنا۔

پوچھا کہ شوق بہتر ہے یا کہ محبت۔ تو فرمایا کہ محبت۔ کیونکہ اسی سے شوق پیدا ہوتا ہے۔

ایک دن اپنے مریدوں سے پوچھا۔ کہ آدمی کو ترقی کیسے حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے

کہا کہ روزہ کی کثرت سے۔ کسی نے کہا کہ نماز کولازم کرنے سے۔ کسی نے کہا کہ مجاہدہ سے کسی نے محاسبہ اور بعض نے موازنہ اور بعض نے کہا مال خرچ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ نیک عادت سے ترقی ملتی ہے۔

ایک دن آپ مریدوں کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھے۔ فرمایا کہ اہل ادب کے سامنے ترک ادب بھی ادب ہے۔ لوگوں نے آپ کے خلاف زندیق ہونے کا الزام لگا کر بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ وزیر نے غصہ میں آکر آپ کو بلایا۔ اور سخت سست کہا۔ جواب میں آپ نے بھی ویسی ہی ترشی سے کلام کی۔ جس سے وزیر کو اور بھی غصہ آیا۔ اور جوتیاں مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اس قدر پٹے۔ کہ بیہوش ہو گئے۔ آپ نے اس کو بددعا دی۔ کہ خدا تعالیٰ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ اس سے ناراض ہوگیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں۔

بعض اولیاءکرام اس بددعا کی وجہ سے آپ پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ممکن ہے وہ ظالم ہو۔ اور دوسرے مسلمان لوگوں کے حقوق کی وجہ سے بددعاء کی گئی ہو۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ اہل فراست میں سے تھے۔ آپ نے قضاء کی موافقت میں اس کے لئے یہ دعا کی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نے وزیر کے حق میں برائی کی خواہش نہ کی۔ بلکہ بھلائی کی خواہش کی۔ کیونکہ وزیر نے دنیا کے منصب جاہ و مال اور خواری سے نجات پائی۔ اور شہید کا درجہ حاصل کیا۔ کیونکہ عاقبت کی سزا کے مقابلے میں دنیا کی سزا بہت بہتر اور سہل ہے۔

باب نمبر 51

حالات حضرت ابراہیم بن داوٗد الرقیؒ

آپ کی ذات بابرکات قبلہ اتقیاء اور قدوہ اصفیاء ہے۔ اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ شام کے بزرگوں جنیدؒ کے ہمعصروں اور ابن جلا کے یاروں میں سے تھے۔ آپ کی عمر بہت لمبی تھی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک درویش جنگل میں جا رہا تھا۔ ناگاہ شیر نے اس پر حملہ کیا۔ مگر نزدیک پہنچ کر شیر نے منہ خاک پر رکھ دیا۔ اور پھر چلا گیا۔ درویش نے حیرانی کے ساتھ خیال کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس کی گودڑی میں آپ کے خرقہ کا ایک پیوند تھا۔ جس کا ادب شیر نے کیا۔ اور درویش کو کچھ نہ کہا۔

معرفت کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنی حق کا اس طور پر ثابت کرنا ہے۔ جو وہم سے باہر ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی علامت یہ ہے۔ کہ طاعت خدا میں مشغول اور اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مصروف ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں سب سے ضعیف ترین وہ شخص ہے۔ جو شہوت کو ترک نہ کر سکے۔

فرماتے ہیں۔ کہ سب سے قوی وہ شخص ہے۔ جو شہوت کے ترک پر قادر ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ ہر آدمی کی قدر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اس کی ہمت دنیا میں ہے۔ تو قیمت کچھ نہیں۔ اور اگر رضائے حق میں اس کی ہمت ہے۔ تو قیمت کی انتہا نہیں۔

فرماتے ہیں کہ راضی وہ ہے۔ جو سوال نہ کرے۔

فرماتے ہیں۔ کہ دعاء میں مبالغہ کرنا رضا کی شرط نہیں ہے۔

توکل یہ ہے۔ کہ جس بات کا خدا ضامن ہو۔ اس کے متعلق اسی پر اطمینان رکھا

جائے ۔اور درویشوں کی کنایت توکل میں ہے ۔

فرماتے ہیں ۔ کہ جب تک اسباب دنیا کا خطر دل میں ہے 'یقین کرلو' کہ خدا کے ہاں گذر نہیں ہوگا ۔

فرماتے ہیں ۔ جو شخص خدا کے سوا کسی اور سے عزت کا طالب ہے ۔وہ خود اپنی حقیقت میں خوار ہے ۔

فرماتے ہیں ۔ کہ دنیا میں مجھ کو صرف دو اشیاء پسند ہیں ۔ ایک صحبت فقراء اور دوسرے اولیاء اللہ کی حرمت ۔

باب نمبر 52

حالات حضرت یوسف اسباطؒ

آپ اکابر زہاد اور عباد میں سے تھے۔ تابعین میں آپ جیسا کوئی بلند مرتبہ نہیں ہوا۔ مراقبہ اور محاسبہ میں کمال حاصل تھا۔ دنیا سے بالکل ہی علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ آپ نے بہت سے مشائخ کبار کی زیارت کی۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔

روایت ہے کہ آپ کو میراث میں ستر ۷۰ ہزار درم ملے تھے۔ لیکن میراث میں سے کچھ خرچ نہ کیا۔ بلکہ خود مزدوری کر کے کماتے اور کھاتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ کہ چالیس سال تک مجھ پر ایسی حالت رہی ہے کہ میرے پاس سوائے ایک پرانے خرقہ کے کوئی نیا کپڑا نہ تھا۔

شبلیؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپ سے تواضع کے متعلق پوچھا گیا۔ جواب دیا کہ گھر سے باہر نکل کر جس کسی کو بھی دیکھو اپنے آپ سے بہتر دیکھو۔ پھر فرمایا۔ کہ تھوڑے سے ورع کے عوض میں بہت سا عمل ملتا ہے۔ اور تھوڑی سی تواضع کے بدلے میں بہت سی کوشش ملتی ہے۔ اور تواضع یہ ہے کہ جو کوئی حق بات کہے۔ اس کو فوراً قبول کر لو۔ جو تم سے ادنٰی ہو۔ اس کے ساتھ نرمی کرو۔ اور جو اعلٰے ہو۔ اس کی تعظیم کرو۔ اگر کسی سے لغزش دیکھو تو برداشت کرو۔ اور حالت پر جیسی بھی کہ ہے، شکر کرو۔ اور غصے کو پی لو۔ اور جہاں کہیں بھی ہو خدا کی طرف رجوع رکھو۔ اور امیروں کے ساتھ تکبر کرو۔

فرماتے ہیں کہ توبہ کے دس ۱۰ مقام ہیں۔ جاہلوں سے دور رہنا۔ خراب لوگوں سے بچنا۔ متکبروں سے الگ رہنا۔ اچھی باتوں میں مصروف رہنا۔ نیک کاموں میں جلدی کرنا۔ توبہ کا درست کرنا۔ توبہ پر قائم رہنا۔ حقوق العباد کا درست کرنا۔ غنیمت کو طلب کرنا۔ قوت کا ضائع کر دینا۔

فرماتے ہیں کہ زہد کی بھی دس ۱۰ علامات ہیں۔ موجود کا ترک کرنا۔ غیر موجود کی خواہش نہ کرنا۔ خدمت معبودہ، ایثار مولیٰ، صفائی معنی۔ عزیز سے عزت حاصل کرنا۔

احترام مشفق۔ مباح میں زہد۔ طلب نفع اور قلت آسائش علاوہ ازیں ایک علامت یہ بھی۔ کہ انسان یہ سمجھ لے۔ کہ بغیر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے انسان زہد نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں۔ کہ ورع کی بھی دس ۱۰ علامات ہیں۔ آیات متشابہات میں تاخیر ۔شبہات سے علیحدگی ،تفتیش کرنا۔ تشویش سے بچنا۔ زیادتی نقصان کی حفاظت۔ رضائے الٰہی کا التزام کرنا۔ صفات سے امانت کے ساتھ تعلق رکھنا۔ مقام آفت سے بچنا۔ خرابیوں سے دور رہنا۔ مباحات سے دور رہنا۔

فرماتے ہیں کہ صبر کی بھی دس علامت ہیں۔ قید نفس۔ استحکام درس۔ طلب انس کا التزام جزع سے علیحدگی ورع کی استطاعت۔ طاعات کی حفاظت۔ واجبات کی تلاش۔ معاملات میں صدق۔ مجاہدات میں طول قیام۔ نقصان کی اصلاح۔

فرماتے ہیں۔ کہ شہوت کو سوائے بیچینی کر دینے والے خوف یا شوق کے اور کوئی چیز دل سے محو نہیں کرسکتی۔

فرماتے ہیں کہ مراقبہ کی علامات حسب ذیل ہیں۔ جس چیز کو خدا نے اختیار کیا۔ اس کو اختیار کرنا۔ خدا کی طرف نیک ارادہ کمی بیشی کو خدا کی طرف سے سمجھنا۔ دل کا خدا پر مطمئن رہنا۔ ماسوی اللہ سے مطمئن رہنا۔ ہر وہ بات جو پیش آئے۔ اسی پر راضی رہنا۔ اختیار کو ترک کرنا۔ دنیا سے قطع تعلق کرنا۔

فرماتے ہیں کہ انس کی پانچ علامات ہیں۔ ہمیشہ خلوت میں رہنا۔ لوگوں سے وحشت رکھنا۔ ذکر سے راحت پانا۔ مجاہدہ میں لذت پانا۔ اور اطاعت کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا۔

فرماتے ہیں کہ حیاء کی علامات یہ ہیں۔ کہ دل منقبض رہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی عظمت ہو۔ بولنے سے پہلے بات کو تول لے۔ آنکھ۔ کان۔ پیٹ اور شرمگاہ کی حفاظت کرے۔ دنیا کی آرائش کو ترک کرے۔ موت اور مردوں کو یاد کرے۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

باب نمبر 53

ذکر ابو یعقوب بن اسحٰق النہرؒ

اکابر مشائخ میں سے تھے۔ لطف عظیم۔ نور بے نہایت۔ مجاہدہ سخت۔ مراقبہ کامل اور پسندیدہ کلمات رکھتے تھے۔ خدمت و ادب میں خصوص اور مقبول اصحاب ہیں۔ اکثر بزرگوں کا قول ہے۔ کہ مشائخ میں آپ سے بڑھ کر کوئی نورانی نہیں ہے۔

آپ نے عمر بن عثمان مکیؒ کی صحبت پائی تھی۔ برسوں تک حرم کعبہ میں مجاور رہے۔ اور وہیں وفات بھی ہوئی۔ عمر میں کبھی ایک ساعت کے لئے بھی مجاہدہ اور عبادت سے ہاتھ نہ چھوڑا۔

ایک دفعہ آپ مناجات میں رو رہے تھے۔ آواز آئی۔ کہ اے ابو یعقوب تم بندہ ہو۔ اور بندے کو راحت سے کیا کام۔ ایک شخص نے التماس کی۔ کہ میں نماز تو پڑھتا ہوں۔ مگر دل میں اس کی حلاوت نہیں محسوس ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز میں دل کی طلب کرتے ہو۔ تو اس کی حلاوت نہیں پا سکتے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں نے ایک یک چشم شخص کو دیکھا۔ کہ طواف میں کہہ رہا ہے۔ ''کہ میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' میں نے پوچھا کہ یہ کیا دعاء ہے۔ کہا کہ ایک دن میں نے ایک شخص کی طرف دیکھا تھا۔ جو مجھ کو اچھا معلوم ہوا۔ تو غیب سے میری آنکھ پر جس سے میں نے اس کو دیکھا۔ ایک طمانچہ لگا۔ اور آنکھ تلف ہو گئی۔ اس دن سے میں یہی دعاء مانگتا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ دنیا ایک دریا ہے جس کا کنارہ آخرت اور کشتی تقویٰ ہے۔ اور انسان اس دریا میں مسافر ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس کو کھانے سے سیری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ بھوکا رہے گا۔ جس کی امیری مال سے ہے۔ وہ ہمیشہ مفلس رہے گا۔ جو لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ محروم رہے گا۔ اور جو اپنے کام خدا کے سوا کسی اور سے طلب کرتا ہے وہ ہمیشہ نامراد

رہے گا۔

فرماتے ہیں کہ جس نعمت کا تم شکرادا کرو۔اس نعمت کو زوال نہیں ہوتا۔اور جس نعمت کا کفران کرو۔اس کو پائداری نہیں ہوگی۔

فرماتے ہیں۔کہ جب بندہ حقیقت یقین کے کمال پر پہنچ جاتا ہے۔تو پھر ہر مصیبت ایک نعمت بن جاتی ہے اور ہر رجاءایک مصیبت بن جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ دراصل سہالت کم کھانا۔کم بولنا اور کم سونا ہے۔اور شہوات کا ترک کرنا۔

فرماتے ہیں کہ خوشی تین باتوں میں ہے۔طاعت میں خدا کے نزدیک ہونے اور خلق سے دور رہونے میں اور خدا کی یاد کرنے اور خلق کو بھول جانے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ عارف وہ ہے۔جو اس میں سب سے زیادہ متحیر ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ عارف خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔جب تک کہ تین باتوں سے دل کو صاف نہ کرے۔علم۔عمل اور خلوت۔

کسی نے پوچھا۔کہ کیا عارف بغیر ذات الٰہی کے کوئی اور چیز بھی دیکھتا ہے جس پر وہ افسوس کرے۔فرمایا کہ کس آنکھ سے دیکھے۔عارف خدا کے سوا کسی اور چیز کو دیکھتا ہی نہیں۔

فرماتے ہیں۔کہ متوکل لوگوں کے رزق اللہ تعالیٰ پر ہیں۔جو ان کو بغیر محنت کے پہنچاتا ہے اور حقیقت متوکل وہ ہے۔جو اپنی تکلیف اور محنت کو خلق سے اٹھالے۔ اور منع وعطاء کو خدا ہی کی طرف سے سمجھے۔اور کہ توکل حقیقت میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰہ والسلام کا تھا۔کہ انہوں نے عین اس وقت جب کہ جلتی ہوئی آگ میں پھینکے جانے والے تھے۔جبرائیل علیہ السلام کو کہدیا۔کہ مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ خدا تعالیٰ کا راستہ کونسا ہے۔ فرمایا کہ جاہلوں سے دور رہنا۔ اور عالموں کی صحبت میں بیٹھنا۔ علم کا استعمال کرنا۔ اور ذکر میں رہنا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

عالم خواب میں ہی دعا ء کی۔ اگر یہ بچی ایسی ہی ہے۔ تو اس کو اٹھا لے اسی وقت گھر میں شور و غل کی آواز سن کر جاگے تو معلوم ہوا۔ کہ لڑکی گر کر انتقال کر گئی ہے۔

نقل ہے۔ کہ غلام خلیل نے آپ کو بادشاہ کے سامنے صوفی تصور کر رکھا تھا۔ ہمیشہ بادشاہ سے آپ کی شکایت اور عیوب بیان کرتا رہتا۔ کیونکہ اس کی منشاء یہ تھی۔ کہ لوگ صوفی لوگوں سے قطع تعلق کریں۔ تا کہ میری عزت اور مرتبہ قائم رہے۔ اور رسواء نہ ہو جاؤں۔ اس لئے آپ پر ہر طرح کے بہتان لگائے جاتے۔ ایک دن اتفاق سے ایک مالدار عورت نے اپنے آپ کو آپ کے سامنے نکاح کے لئے پیش کیا۔ مگر آپ نے قبول نہ کی۔ تب وہ جنیدؒ کے پاس گئی اور عرض کیا۔ کہ سمنون کو کہہ دیں۔ کہ مجھ سے نکاح کر لے۔ لیکن جنیدؒ نے بھی اس عورت کی التجاء کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر وہ عورت بادشاہ کے وزیر یعنی غلام خلیل کے پاس گئی۔ اور واقعہ بیان کیا۔ غلام خلیل نے موقعہ کو غنیمت جان کر آپ کے خلاف خلیفہ کو اس قدر بھڑکایا۔ کہ اس نے فوراً آپ کی اور جلاد کی حاضری کا حکم دیا۔ جب آپ پیش ہوئے۔ تو بادشاہ ہر چند آپ کے قتل کا حکم دینا چاہتا تھا۔ لیکن زبان کی قوت اس حکم کے متعلق سلب ہو گئی۔ رات کو خلیفہ نے خواب دیکھا۔ کہ اگر تو نے سمنون کو قتل کرایا۔ تو تیرا ملک زوال پائے گا۔ علی الصبح اٹھ کر خلیفہ نے آپ کے حضور میں جا کر معذرت کی۔ اور نہایت اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔

محبت کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ تو فرمایا کہ صفائی محبت ذکر دائم کے ساتھ دوستی رکھتی ہے۔ اور محبت سے بڑھ کر کوئی چیز رفیق اور لطیف نہیں ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ محب کو بلا میں کیوں رکھا گیا۔ فرمایا تا کہ ہر کمینہ آدمی اس کی محبت کا دعویٰ نہ کرے کیونکہ بلا دیکھ کر وہ پست ہو جائے گا۔

لوگوں نے فقر کے معنی دریافت کیے تو فرمایا کہ فقیر وہ ہے۔ جو فقر سے اس طرح کا انس رکھتا ہو۔ جیسے کہ جاہل نقدی سے رکھتا ہے۔ اور نقدی سے فقیر کو ایسی نفرت ہونی

چاہئے۔ جیسی کہ جاہل کو فقر سے ہوتی ہے۔

فرمایا کہ تصوف کے معنی یہ ہیں۔ کہ نہ کوئی چیز تیری ملکیت ہے اور نہ تو کسی کی ملکیت ہے۔

حالات حضرت ابو محمد مرتعشؒ

آپ کی ذات بزرگان مشائخ اور معتبر ترین صوفیائے کرام میں شمار ہوتی ہے۔ اکابرین کے مقبول تھے۔ نیک قدمات کے لئے مشہور تھے۔ حیرہ علاقہ نیشاپور کے رہنے والے ابو عثمانؒ اور جنیدؒ کی صحبت حاصل کی تھی۔ ابو حفصؒ کو دیکھا تھا۔ بغداد میں آپ نے وفات پائی۔

فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک محض توکل پر حج کئے۔ لیکن جب غور سے دیکھا۔ تو وہ سب کے سب حج ہوائے نفس سے تھے۔ پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ میری والدہ نے فرمایا کہ پانی کا گھڑا لے آؤ۔ تو ان کا یہ حکم مجھ پر ناگوار گذرا جس سے مجھ کو معلوم ہو گیا کہ میرے حج تمام کے تمام خواہش نفسانی کے تحت تھے۔

ایک دن بغداد کی کسی گلی میں سے گذر رہے تھے۔ پیاس کا غلبہ ہوا۔ ایک دروازے پر جا کر پانی مانگا۔ ایک لڑکی پانی کا پیالہ لائی۔ آپ لڑکی کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے۔ اور وہیں دروازے پر بیٹھ گئے۔ جب کچھ عرصہ کے بعد گھر کا مالک آیا۔ تو اس سے کہدیا۔ اس گھرے سے کسی نے پانی پلا کر میرا دل چھین لیا ہے۔ وہ شخص آپ کو جانتا تھا۔ معاملہ سمجھ گیا۔ اور فوراً اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ جب آپ دلہن کے پاس تشریف لے گئے۔ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ پھر چیخنے لگے۔ اور بیاہ کے کپڑے اتار کر پھر وہی خرقہ پہن لیا۔ اور لڑکی کو طلاق دے کر باہر آئے لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ کیوں! فرمایا کہ میرے دل میں آواز آئی ہے۔ کہ ایک نظر کی وجہ سے ہم نے تمہارا لباس ظاہری جو اہل اصلاح کا تھا۔ اتروالیا ہے۔ اگر تم دوسری نظر دیکھو گے۔ تو لباس شناسائی جو باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ اتارلیا جائے گا۔

آپ سے پوچھا۔ کہ بندہ کس طرح خدا کی دوستی حاصل کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ اس چیز

کی دشمنی سے جس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔اور وہ دنیا اور نفس ہے۔

فرماتے ہیں کہ اصل توحید تین باتوں میں ہے۔خدا کو ابو بیت سے پہچانا۔اور اس کی وحدانیت کا اقرار اور تمام شرکاء کی نفی کرنے میں ہے۔

فرمایا کہ عارف معروف کا شکار ہے۔وہ اس کو مکرم کرے گا۔

فرمایا کہ تصوف ایک ایسی حالت ہے۔جو مرد کو گفتگو سے علیحدہ کر کے خدا کے پاس پہنچادیتی ہے۔پھر وہاں سے بھی نکلوا دیتی ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ فقیر کی مجلس فقیر کے ساتھ بہت بہتر ہے۔اگر فقیر فقر سے جدا ہو تو سمجھو کہ بغیر علت یہ جدائی نہیں ہے۔

بعض نے آپ سے وصیت طلب کی۔تو فرمایا اس کے پاس جاؤ۔جو تمہارے لئے مجھ سے بہتر ہو۔اور مجھ کو اس پر چھوڑ دو جو تم سب سے بہتر ہو۔

حالات ابوعبداللہ محمد بن فضلؒ

آپ خراسان کے اکابر مشائخین میں سے تھے۔ سب کے ممدوح اور ریاضت میں ممتاز اور بےنظیر تھے۔ احمد خضرویہؒ کے مرید تھے۔ ترمذیؒ کو آپ نے دیکھا تھا۔ ابو عثمان حیریؒ کو آپ کے حال پر بہت توجہ تھی۔ ایک دفعہ آپ نے ان کو خط لکھا۔ کہ شقاوت کی علامت کیا ہے۔ جواب ملا کہ تین باتیں۔ اول یہ کہ حق تعالٰی علم تو عطا کرے مگر عمل کی توفیق نہ دے۔ دوسرے عمل دے مگر اخلاص سے محروم رکھے۔ تیسرے یہ کہ صالحین کی صحبت بخشے مگر ان کے ادب کی توفیق نہ دے۔

اہل بلخ نے آپ کو بہت دکھ دیا۔ اور زبان طعن آپ کے حق میں درازکی۔ آپ نے ان کے حق میں بددعا کی۔

فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس شخص پر تعجب آتا ہے۔ جو اپنی مرضی اور خواہش کے ساتھ اس کے گھر جاکر زیارت کرتا ہے۔ مگر ہوا پر قدم رکھ کر وہاں پہنچ کر دیدار کیوں نہیں کرتا۔

فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے۔ جو تمام بلاؤں سے پاک اور تمام عطاؤں سے غائب ہو۔

فرماتے ہیں کہ راحت نفس کی خواہش سے مخلصی حاصل کرنے میں ہے۔

فرماتے ہیں کہ چار باتوں کی وجہ سے آدمی اسلام سے جدا ہو جاتا ہے۔ اول یہ کہ علم پر عمل نہ کرے۔ دوم یہ جو جانتا ہو اس پر عمل نہ کرے۔ اور سوم یہ کہ جو جانتا ہو اس کی تلاش نہ کرے۔ اور چوتھے یہ کہ علم سیکھنے سے لوگوں کو منع کرے۔

فرماتے ہیں کہ علم میں تین حرف ہیں۔ عین سے مراد علم۔ لام سے مراد عمل اور میم سے مراد اخلاص ہے۔

فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر اہل معرفت وہ ہے۔ جو ادائے شریعت میں زیادہ کوشش کرتا ہے۔ اور سنت کی حفاظت اور فرائض میں پوری کوشش کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ محبت ایثار کا نام ہے۔ اور وہ چار باتیں ہیں۔ دل کا ذکر میں رہنا۔ فکر حق سے انس رکھنا۔ ان اشغال کو ترک کرنا جو اس سے علیحدہ کرنے والے ہوں۔ ہر چیز پر اس کو ترجیح دینا۔

فرماتے ہیں کہ تابعین حق کا وصف یہ ہے۔ کہ ان کی محبت ایثار پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان کا معاملہ چار منزلوں پر ہوتا ہے۔ اور وہ چار منازل محبت۔ حیا۔ ہیبت اور تعظیم کی ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ زہد کا ایثار بے نیازی کے وقت ہوا کرتا ہے۔ جوانمرد لوگوں کا یثار حاجت کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ زہد کے معنی دنیا کا ترک ہے۔ اگر ہو سکے تو ایثار کرو۔ ورنہ دنیا کو خوار سمجھو۔

شیطان اس کو تباہ نہ کر سکے۔ اور آدمی اس پر مطلع نہ ہو سکیں۔

پوچھا کہ ایمان اور توکل کیا ہے۔ فرمایا کہ روٹی اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اطمینان کے ساتھ چھوٹا نوالہ لو۔ اور خوب چبا کر کھاؤ۔ اور یہ سمجھو۔ کہ جو کچھ تمہارے لئے ہے۔ وہ کہیں نہیں جا سکتا۔

فرماتے ہیں جو شخص اپنے آپ کو خوار رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو عزت دے گا۔ مگر جو اپنے آپ کو مغرور سمجھتا ہے حق تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔

ایک شخص آپ سے دعاء کا طالب ہوا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے فتنہ سے بچائے۔

ایک درویش نے آپ کے مزار پر جا کر دنیا طلب کی۔ رات کو اس درویش نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ اے درویش ہماری قبر پر آ کر دنیا کو طلب مت کرو۔ اگر دنیا اور اس نعمت کا طلبگار ہے۔ تو کسی دنیا دار کی قبر پر جا۔ اگر تو ہماری قبر پر آتا ہے تو دونو جہانوں سے بے نیازی مانگ۔

حالات حضرت محمد علی حکیم الترمذیؒ

آپ سلیم سنت۔ عظیم ملت۔ مجتہد اولیاء اور مغفرت اصفیاء تھے۔ محترم اور مکرم مشائخین میں سے تھے احادیث اور روایت رضا میں کامل تھے۔ خلق عظیم کے مالک تھے۔ ریاضت و کرامت میں مشہور تھے۔ فنون و علوم میں کامل۔ اور شریعت و طریقت میں مجتہد گذرے ہیں۔ ایک جماعت آپ کی اقتداء پر ہے۔ اور آپ کا مذہب علم پر ہے۔ کیونکہ آپ عالم زمان؟ اور حکیم امت تھے۔ کسی کے مقلد نہ تھے۔ صاحب کشف و اسرار تھے حکمت میں کامل تھے۔ اسی لئے آپ کا لقب بھی حکیم الاولیاء مشہور ہے۔ ابن جلاؒ۔ اور ابوترابؒ ،خضرویہؒ کی صحبت حاصل کی تھی یحیٰی معاذؒ سے اکثر آپ کی گفتگو رہا کرتی تھی۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن مناظرہ امیر کے متعلق میں نے گفتگو کی۔ تو یحیٰی معاذؒ حیران رہ گئے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جو سب کی سب مشہور اور مقبول ہیں۔ آپ کے وقت میں کوئی ایسا شخص نہ تھا، جو علم کے متعلق آپ کی بات کو سمجھ سکتا۔ عموماً اہل شہر سے پوشیدہ رہا کرتے تھے۔

ابتداء میں دو طالبعلموں کے ہمراہ آپ نے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ کی والدہ نے کہا میں ضعیف ہوں۔ مجھ کو اس عالم میں چھوڑ کر کہاں جاتا ہے۔ چنانچہ آپ رک گئے۔ اور دوسرے دونوں ساتھی چلے گئے۔ پانچ ماہ کے بعد ایک دن آپ گورستان میں بیٹھ کر رونے لگے۔ کہ میں یہاں بیکار ہوں۔ اور میرے ساتھی کل عالم ہو کر آئینگے۔ آپ ابھی رو ہی رہے تھے۔ کہ ایک طرف سے ایک نورانی شکل کے بزرگ نمودار ہوئے۔ اور آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے سارا حال سنا دیا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ تم کوئی غم نہ کرو۔ اگر تم چاہو۔ تو میں تم کو روزانہ سبق پڑھا دیا کروں گا۔ تاکہ تم ان سے بڑھ جاؤ۔ چنانچہ تین سال تک وہ بزرگ آپ کو روز سبق

پڑھاتے رہے بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یہ دولت والدہ کی رضامندی سے حاصل کی۔

ابوبکر وراقؒ بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام ہر یکشنبہ کے دن تشریف لاتے اور آپ سے بحث کیا کرتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے کہا۔ کہ میں تم کو ایک جگہ آج لے جاؤں گا۔ میں راضی ہوگیا۔ چنانچہ وقت معہود پر آپ کے ساتھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا۔ کہ جنگل میں ایک زریں تخت بچھا ہوا ہے۔ ایک درخت کے نیچے چشمہ جاری ہے اور ایک نورانی صورت بزرگ جلوہ فگن ہیں۔ جب آپ نزدیک پہنچے۔ تو ان بزرگ نے آپ کا استقبال کیا اور اپنے تخت پر بٹھایا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اور آدمی بھی ایک ایک کرکے آئے۔ یہاں تک کہ چالیس آدمی ہو گئے پھر بزرگ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ تو کھانا آ گیا۔ جس کو سب نے کھایا۔ پھر آپ ان سے دین اسلام کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ مگر میں ان باتوں کو نہ سمجھ سکا۔ جب ہم اجازت لے کر واپس ہوئے۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اب تم سعید ہو گئے ہو۔ میں نے آپ سے پوچھا۔ کہ وہ کون سی جگہ ہے۔ پہلے میں نے یہاں کبھی ایسی حالت نہیں دیکھی۔ فرمایا کہ وہ بیابان اسرائیل تھا۔ اور بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور باقی آدمی سب کے سب ابدال تھے۔ میں نے عرض کیا۔ اتنی جلدی ہم بیابان اسرائیل میں کیسے پہنچ گئے۔ فرمایا کہ تم کو ان باتوں سے کیا واسطہ۔

ابوبکر وراق پھر فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھ کو آپ نے اپنی ایک تصنیف دی۔ کہ اس کو دریائے جیھون میں جا کر ڈال دو۔ جب میں نے اس کتاب کو پڑھا۔ تو سراسر حقائق کو پایا۔ میرے دل نے اس کو دریا برد کرنا گوارا نہ کیا۔ اور گھر رکھ لیا۔ اور واپس چلا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا۔ میں نے کہا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے کتاب دریا میں نہیں ڈالی۔ اب جا کر ڈال دو۔ چنانچہ میں پھر گیا۔ مگر

یونہی واپس آ گیا۔ پوچھا کیا دیکھا۔ میں نے کہا کچھ نہیں فرمایا کہ تم نے کتاب دریا میں نہیں ڈالی۔ اب جاؤ۔ اس کو ڈال کر آؤ۔ آخر میں نے مجبوراً وہ کتاب دریا میں ڈال دی تو دیکھا۔ کہ دریا کا پانی ٹھیک ہو گیا۔ آ کر سارا حال سنا دیا۔ تو فرمایا۔ کہ ہاں اب تم نے کتاب کو دریا برد کر دیا ہے میں نے آپ کو قسم دی اور کہا کہ اس بات کا راز مجھ سے بیان کرو۔ فرمایا کہ میں نے علم تصوف کے متعلق کچھ لکھا تھا جس کا سمجھنا تمام عقلوں کے لئے مشکل تھا۔ یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ کو فرمائش کی تھی۔ ان کے حکم کی تعمیل میں یہ کام کیا گیا۔ اور ایک مچھلی اس کتاب کو ان کے پاس لے گئی ہے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنی تمام تصانیف کو دریا برد کر دیا۔ لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے وہ سب اٹھا کر پھر آپ کو دیدیں اور کہا کہ اپنے آپ کو ان میں مشغول رکھو۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں ایک ہزار مرتبہ دیدار الٰہی کیا۔

آپ کے اہل و عیال سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ جب شیخ کو غصہ آتا ہے۔ تو کیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ غصے کی حالت میں ہم سے زیادہ نرمی کا سلوک کیا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ الٰہی مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہوا۔ کہ ان سب کو میرے خلاف کر دیا۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ ان کو صلاحیت دیدے۔ چنانچہ ہم سمجھ جاتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عرصہ گذر گیا۔ خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ آخر ایک دن آپ کی کنیز نے جمعہ کے دن جبکہ آپ سفید لباس پہن کر مسجد کو جانے والے تھے۔ غصہ کی حالت میں نجاست کا ایک برتن آپ پر پھینک دیا۔ آپ نے غصے کو ضبط کیا۔ اور کنیز کو کچھ نہ کہا۔ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار حاصل ہوا۔ اور انہوں نے فرمایا کہ غصہ ضبط کرنے کی وجہ سے تم کو میری زیارت نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ ایک مالدار اور خوبصورت عورت نے اپنے آپ کو آپ کے پیش کیا۔مگر آپ نے توجہ نہ کی۔ ہر چند وہ آپ کے عشق و محبت میں جلتی رہی۔ایک دن اس عورت کو خبر ملی کہ آپ فلاں جگہ تنہاء ہیں چنانچہ وہ بن سنور کر اس جگہ آئی۔آپ اس عورت کو دیکھ کر بھاگے۔عورت بھی پیچھے پیچھے بھاگنے لگی۔اور کہتی تھی۔کہ شیخ میرا خون نہ کرو۔مگر آپ نے توجہ نہ کی۔اور دیوار کو پھاند کر نکل گئے۔جب آپ بوڑھے ہو گئے۔تو آپ کو جوانی کا یہ واقعہ یاد آیا۔رونے لگے۔اور کہا کہ میں جوان تھا۔اگر اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا اور توبہ کر لیتا۔تو کیا حرج تھا۔پھر اپنے نفس کو ملامت کرنے لگے۔کہ بد بخت جوانی میں توجہ نہ کی۔اب بوڑھا ہو کر حرص کرتا ہے۔ غرض تین دن تک روتے رہے۔تیسرے دن جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔اور آپ کو نفس کے اس جھگڑے سے تسلی نصیب ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ جب آدمی بہت عرصہ تک ریاضت کرتا ہے۔اور آداب ظاہری کو بجا لاتا ہے۔اور تہذیب اخلاق حاصل کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کے انوار اس کے دل میں جمع ہو جاتے ہیں۔اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔اور دل میں وسعت ہو جاتی ہے۔اور نفس فضائے توحید میں آجاتا ہے۔جس سے وہ بندہ خوش ہو کر عزیمت کو ترک کر دیتا ہے۔اور فتوحات کو جوان سے حاصل ہوتی ہیں۔بیان کرنے لگتا ہے۔تب اس کا نفس اس پر غالب آجاتا ہے۔اور ابتدائے مجاہدہ کی لذتیں ضبط ہوتی جاتی ہیں۔پھر نفس کا قابو کرنا محال ہو جاتا ہے۔جیسے اس مچھلی کا قابو میں لانا مشکل ہے جو ایک دفعہ جال سے نکل کر دریا میں پہنچ جاتی ہے۔پس فرماتے ہیں۔کہ نفس سے کبھی بے خوف نہ ہو۔اور ہمیشہ اس کی حفاظت کرو۔تاکہ اس کی آفت سے مخلصی نصیب ہو۔ کیونکہ شیطان اندر بیٹھا ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ جس میں ایک نفسانی صفت بھی باقی ہے۔وہ آزاد نہیں ہوتا۔بلکہ وہ غلام مکاتب کی مانند ہے جب تک کہ ایک دام بھی اس پر باقی ہے۔وہ آزاد نہیں ہو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

فرماتے ہیں۔ کہ جوشخص کسی سے ڈرتا ہے۔ وہ اس سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہے۔ لیکن جوخدا سے ڈرتا ہے۔ وہ خدا ہی کی طرف بھاگتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اصل اسلام دو باتیں ہیں۔ ایک خدا کے احسان کو سمجھنا۔ دوسرے جدائی سے ڈرنا۔ اور کسی چیز کے کم ہو جانے پر اس قدر غم نہ کرنا۔ جس قدر کہ نعمت کم ہونے پر کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں جس کی ہمت دین کی طرف مصروف ہوگی۔ اس کے سب کام اس کی برکت سے درست ہو جائینگے۔ اور جس کی ہمت دنیا کی طرف ہوگی۔ اس کے سب کام اس کی شامت سے تباہ ہو جائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ سب سے بری عادت آدمی لئے غرور اور اختیار ہے۔ کیونکہ غرور اسی کو واجب ہے جو بے عیب ہو اور اختیار اس کو واجب ہے جس کا علم بغیر جہل کے ہو۔

فرمایا ہے۔ کہ سو بھوکے گرگ بکریوں کو اس قدر تباہ نہیں کر سکتے۔ جس قدر کہ شیطان ایک ساعت میں تمہارا نقصان کرتا ہے۔ اور شیطان اس قدر تمہارا نقصان نہیں کر سکتا۔ جس قدر کہ تمہارا نفس ایک ساعت میں کر دیتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا ضامن ہے۔ پس بندوں کو توکل کا ضامن ہونا چاہئے۔

فرمایا کہ جو لوگ دل کو متناہی کہتے ہیں' غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر دل کے واسطے ایک خاص حد ہے۔ جب وہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ تو ٹھیر جاتا ہے۔ البتہ راہ نہ ختم ہونے والی ہے۔

حالات حضرت ابوبکر وراقؒ

آپ خزانہ علم وحکمت بیگانہ حلم وعصمت اکابر زہاد اور مشائخ عباد میں سے تھے۔ ورع وتقویٰ اور تجرید وتفرید میں کمال حاصل تھا۔ معاملہ وادب میں لاثانی تھے۔ آپ کا لقب مودب الاولیاء ہے۔ بلخ میں رہتے تھے۔ محمد حکیم کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ احمد خضرویہؒ کے یاروں سے تھے۔ ریاضت وآداب میں آپ کی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ سفر سے اپنے مریدوں کو منع کرتے تھے۔

فرماتے ہیں۔ کہ تمام برکات کی کلید مقام ارادات میں صبر ہے۔ اگر ارادت درست ہوگئی۔ تو پہلی برکت کشادہ ہوگئی۔

آپ ایک عرصہ تک حضرت خضر علیہ السلام کے دیدار کے مشتاق رہے۔ ایک دن آپ نے جب اپنے گھر سے باہر قدم رکھا۔ تو ایک نورانی صورت بزرگ کو دیکھا۔ اور سلام کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ کیا تم میری صحبت میں رہنا پسند کرتے ہو۔ فرمایا کہ ہاں۔ تب وہ بزرگ آپ کو ہمراہ لے کر آگے چل دیے۔ راہ میں باتیں ہوتی رہیں جب آپ واپس ہونے لگے۔ تو بزرگ نے فرمایا۔ کہ تم مدت سے میرے خواہشمند تھے۔ لیکن آج مجھ کو دیکھا تو قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔ جو روز کیا کرتے تھے۔ اب تم خود ہی اندازہ لگالو۔ کہ جب خضرؑ کی صحبت کا یہ حال ہے۔ تو دوسروں کا کیا ذکر۔ اس سے سمجھ لو۔ کہ عزلت وتنہائی بہتر ہے۔

آپ نے اپنے بیٹے کو مکتب میں بھیجا۔ ایک دن دیکھا کہ اس کا رنگ فق ہے۔ اور روتا ہوا آرہا ہے پوچھا۔ کیا ہوا۔ تو لڑکے نے جواب دیا۔ کہ استاد نے ایک آیت پڑھائی ہے۔ اس کے خوف سے میری یہ حالت ہے۔ پوچھا وہ کیا آیت ہے۔ لڑکے نے کہا۔ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا (یعنی وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا) چنانچہ وہ لڑکا اسی خوف میں وفات پاگیا۔ آپ اس کی قبر پر روز جاتے۔ اور کہتے

کہ اے ابو بکر تیرا فرزند تو ایک آیت سے ایسا ہو گیا۔ کہ اس نے جان دے دی۔ مگر تو کئی سالوں سے پڑھتا ہے۔ لیکن تجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

آپ کا قاعدہ تھا۔ کہ مسجد سے نکل کر یوں بھاگتے۔ جیسے کوئی چور بھاگتا ہے۔

ایک شخص نے آپ سے وصیت چاہی۔ تو فرمایا کہ دنیا کی زیادتی میں آخرت اور دنیا کا شر پنہاں ہے۔ اور دنیا کی کمی میں دین و دنیا کی برکت پوشیدہ ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ راہ حجاز میں ایک عورت نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا کہ ایک غریب مسافر ہوں۔ عورت نے کہا۔ کہ تم وحشت غربت کی شکایت کرتے ہو۔ اپنے خدا سے تم نے انس پیدا نہیں کیا۔ یہ سن کر میں بیہوش ہو گیا۔ اتنے میں وہ عورت چلی گئی۔ میں وہیں سے واپس ہوا۔ تو مجھ پر ایک دروازہ کھول دیا گیا۔ اور حکم ہوا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ کیا مانگوں۔ تو اپنی مہربانی سے مجھ کو اسی عاجزی میں چھوڑ دے۔ کیونکہ برداشت بلا کی مجھے طاقت نہیں ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ آدمی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ امراء۔ علماء اور فقراء۔ جب امراء لوگ تباہ ہوتے ہیں تو خلقت کی معاش تباہ ہو جاتی ہے۔ جب عالم لوگ تباہ ہوتے ہیں۔ تو خلقت کا دین تباہ ہو جاتا ہے۔ اور جب فقراء لوگ تباہ ہوتے ہیں۔ تو خلقت کا دل تباہ ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ اصل غلبہ نفس کا شہوت ہے۔ جب ہوا و ہوس غالب ہوتی ہے۔ تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور جب دل سیاہ ہو گیا۔ تو خلقت کو دشمن سمجھتا ہے۔ اور مخلوقات اس کو دشمن تصور کرتی ہے۔ چنانچہ وہ خلقت پر جور و جفا شروع کر دیتا ہے۔

کسی شخص نے آپ سے وصیت طلب کی تو فرمایا۔ کہ اپنے دونوں پاؤں کو توڑ دے۔ چھری سے زبان کو کاٹ ڈال۔ عرض کیا کہ یہ طاقت کس میں ہے۔ فرمایا کہ جس کے کان بہت خدا کا کلام سنتے ہیں۔ اور جس کی زبان اسرار خدا پر کھلتی ہے۔ اس کے ظاہری کان بہرے اور ظاہری زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ تب ان چیزوں کو توڑنے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

رہو۔نفس کی مخالفت کرو۔شیطان سے عداوت رکھو۔دنیا سے پرہیز کرو۔خلقت کیساتھ شفقت کرو۔

فرماتے ہیں۔کہ آدمی کی اصل مٹی اور پانی ہے بعض آدمیوں میں پانی غالب ہوا کرتا ہے۔ایسے شخص سے نرمی کرو سختی کی جائے گی تو بگڑ جائے گا۔بعض پر مٹی کا غلبہ ہوتا ہے۔اگر ایسے لوگوں سے نرمی برتی جائے تو بگڑ جائیں۔ایسے لوگوں کو سختی سے شریعت سکھلاؤ۔تاکہ کام کے قابل ہو جائیں۔

فرماتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو تمام رنگوں سے رنگا۔اور تمام مزے اس میں ڈال دیے۔اس لئے اس کا کوئی رنگ اور مزہ بیان نہیں کر سکتا۔اس کے پینے سے زندگی کی لذت ملتی ہے۔لیکن کنایت لذت سے سب ناواقف ہیں۔جو موجب حیات ہیں۔

فرماتے ہیں۔کہ اس درویش کا دل بہت ہی اچھا ہے۔جس سے دنیا میں بادشاہ خراج طلب نہیں کرتا۔اور آخرت میں خدا اس سے حساب نہ لے گا۔

فرماتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف رکھو۔اور ہمیشہ صدق سے کام لو۔ اور اپنے اور اپنے نفس کے درمیان صبر سے کام لو۔

فرمایا کہ یقین ایک نور ہے۔جس کے ذریعے بندہ اپنے حالات میں منور ہو جاتا ہے۔

زہد کے معنی پوچھے۔تو فرمایا کہ زہد تین حروف سے مرکب ہے۔ز سے ترک زینت ہ سے ترک ہوا و ہوس۔اور د سے مراد ترک دنیا ہے۔

فرمایا ہے کہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔یقین خبر۔یقین دلالت۔اور یقین مشاہدہ۔

فرمایا ہے۔کہ جو شخص کاموں کو تقدیر سے سمجھے گا۔وہ صبر کرے گا۔جو مخلوق سے سمجھے۔حیران ہو گا۔

فرماتے ہیں۔کہ اخلاق بد سے اسی طرح پرہیز کرو۔جیسے کہ لقمہ حرام سے کی جاتی

ہے۔

وفات کے بعد آپ کو ایک دن لوگوں نے دیکھا۔ کہ آپ رو رہے ہیں۔ پوچھا کیا ہوا۔ فرمایا۔ آج جس قبرستان میں میں دفن ہوا ہوں۔ دس ۱۰ اجنازے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا۔

ایک بزرگ نے خواب میں آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ مجھ کو دربار میں بلا کر میرا نامہ اعمال مجھ کو دیا۔ پڑھتے پڑھتے میں ایک گناہ پر پہنچا۔ جہاں کہ سارا کاغذ میرے دیکھتے دیکھتے سیاہ ہو گیا۔ اور میں بالکل نہ پڑھ سکا۔ ندا آئی۔ کہ وہ گناہ ہم نے پوشیدہ کر دیا۔ اور ہماری درگاہ کرم کے شایان شان نہیں کہ تم کو رسوا کریں۔ اب ہم نے وہ گناہ معاف کر دیا۔

حالات حضرت عبداللہ منازلؒ

آپ یگانہ روزگار تھے۔ دنیا اور خلقت سے روگردان تھے۔ حمدون قصارؒ کے مرید اور علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے۔ بہت سی احادیث آپ نے لکھی اور سنی تھیں۔ آپ کے وقت میں آپ سے بڑھ کر کوئی مجرد نہ تھا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ابوعلی ثقفی کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوعلی موت کا بندوبست کرو ابوعلی نے کہا کہ تم بھی کرو۔ آپ نے فوراً اپنے بازو کو تکیہ بنا کر رکھ لیا۔ لیٹ گئے اور انتقال فرمایا۔

کسی شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ مگر وہ نہ سمجھ سکا۔ اور دوبارہ دریافت کیا۔ فرمایا کہ میں خود پشیمان ہو رہا ہوں۔ کہ میں نے پہلے ہی جواب کیوں دیا۔

فرماتے ہیں کہ جس نے فرض کو ترک کیا۔ وہ سنت ترک کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اور سنت کو ترک کرنے والا جلدی بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایک دن اپنے مریدوں سے کہا کہ تم لوگ اس پر عاشق ہو' جو تم پر عاشق ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ اس شخص پر مجھ کو تعجب آتا ہے۔ جو حیاء کے متعلق گفتگو کرے۔ مگر خدا سے شرم نہ رکھے۔

فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں مکرم دیکھے۔ اس کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل و رسوا تصور کرے۔

عبودیت کے معنی پوچھے۔ تو فرمایا کہ بجز اضطرار کے تمام باتوں میں خدا کی طرف رجوع کرنا۔ اور پھر فرمایا کہ بندہ اسی وقت تک اس کا بندہ ہے جب تک کہ اپنے لئے کوئی خادم تلاش نہیں کرتا۔ جب اس نے خادم تلاش کیا۔ تو حد بندگی سے الگ ہو گیا۔ اور ادب کو ترک کر دیا۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس نے بندگی۔ سوال اور اس کے رد کا مزا نہیں چکھا اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔

فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنے نفس کو مغلوب رکھے گا۔ اس کے سایہ میں خلق خدا کا عیش ہو گا۔

فرماتے ہیں کہ اگر تمام عمر میں بندے نے ایک سانس بھی بغیر ریاء کے لیا ہو گا۔ تو اس کی برکت آخرت تک رہے گی۔

فرمایا کہ عارف وہ ہے جس کو کسی چیز سے تعجب نہ ہو۔

کسی شخص نے آپ کو دعاء دی۔ کہ خدا آپ کی امید پوری کرے۔ فرمایا کہ بندہ خدا! امید معرفت کے بعد ہوتی ہے۔ اور معرفت کہاں۔

آپ کی وفات نیشاپور میں ہوئی۔ اور مزار آپ کا شہر انبار میں ہے۔

احمد بن اسودؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فرمایا۔ عبداللہ سے کہدو کہ وہ اپنا کام درست کرے۔ ایک سال کے بعد وہ فوت ہو جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ یہ بہت بڑی مدت ہے ایک سال تک کون انتظار کرتا رہے۔

حالات حضرت علی سہل اصفہانیؒ

آپ نہایت بزرگ اور معتبر مشائخین میں سے تھے۔ جنیدؒ سے آپ کی نہایت لطیف خط و کتابت رہا کرتی تھی۔ ابو ترابؒ آپ کے دوستوں میں سے تھے۔ حقائق میں آپ کا کلام نہایت اعلیٰ اور ریاضات و معاملات کامل تھے۔ عمر بن عثمانؒ آپ کی زیارت کو اصفہان تشریف لائے۔

فرماتے ہیں۔ کہ طاعت کی طرف جلدی کرنا توفیق کی علامت ہے۔ مخالفتوں سے باز رکھنا اور رعایا کی مراعات اسرار بیداری کا نشان ہے۔ اور دعویٰ کرنا بشریت کی خرابی ہے۔

فرماتے ہیں۔ جس کی ابتداء درست نہ ہوئی۔ وہ انجام کار عاقبت و سلامتی نہیں پاسکتا۔

لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یافت کے متعلق کچھ فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جو اپنے آپ کو نزدیک خیال کرتا ہے۔ وہ فی الحقیقت بہت دور ہے۔ جیسے کہ دھوپ میں آئینہ کا نور معکس ظاہر ہوتا ہے۔ تو بچے اس کو ہاتھ میں پکڑنا چاہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ مٹھی میں آ گیا۔ مگر جب مٹھی کھلتی ہے۔ تو خالی ہاتھ نظر آتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ حضور حق یقین حق سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حضور میں غفلت نہیں ہو سکتی۔ لیکن یقین حق ایسا ہے کہ کبھی ہوتا ہے کبھی جاتا رہتا ہے۔ اور اہل حضور پیش گاہ میں ہوتے ہیں۔ مگر اہل یقین درگاہ میں ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ عقلمند لوگ حکم الٰہی پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ ذاکر رحمت الٰہی پر۔ عارف قرب خدا پر۔

فرماتے ہیں کہ اس شخص پر جو خدا کو جانتا اور پکارتا ہے ماسوی اللہ آرام کرنا حرام ہے۔

فرماتے ہیں کہ غرور حسن اعمال اور فساد باطن سے بچو۔ ابلیس ایسا ہی تھا۔

فرماتے ہیں کہ امارت علوم میں ہے۔فخر فقر میں ہے۔عافیت زہد میں ہے۔قلت حساب خاموشی میں ہے۔راحت ناامیدی میں ہے۔

فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک لوگ دل کے متعلق گفتگو کرتے آئے ہیں۔لیکن ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو مجھ کو یہ بتادے کہ دل کیا چیز ہے اور کیسا ہے۔

حقیقت توحید کے متعلق سوال کیا۔تو فرمایا کہ اس کا گمان تو نزدیک ہے۔مگر حقیقت دور ہے۔

فرمایا تمہارا خیال ہے کہ میری موت تم لوگوں کی طرح ہوگی۔جیسے کہ تم بیمار ہوتے ہو۔اور لوگ عیادت کو آتے ہیں لیکن جب مجھ کو بلایا جائے گا۔تو میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔

ایک دن چلے جارہے تھے۔کہ لبیک کہہ کر زمین پر سر رکھ دیا۔ابوالحسن مزینؒ کہتے ہیں۔کہ میں نے آپ کو اس وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی۔تو تبسم فرما کر کہا اس کی قسم میرے اس کے درمیان حجاب عزت کے سوا اور کچھ نہیں یہ کہہ کر جان شیریں جان آفرین کے سپرد کی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

یہ حالت دیکھ کر ابوالحسن مزینؒ نے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہا۔کہ مجھ جیسا حجام اولیاء الٰہی کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہے۔افسوس۔افسوس۔پھر زاروزار رونے لگے۔

باب نمبر 62

حالات حضرت شیخ نساجؒ

آپ مفتی ہدایت مہدی ولایت تھے۔ بیشمار مشائخین کبار کے استاد ہیں۔ وعظ اور معاملہ میں آپ کا بیان شافعی اور عبادت آراستہ خلق وحلم۔ ورع ومجاہدہ میں کامل تھے۔ شبلیؒ اور ابراہیم خواصؒ دونوں نے آپ کی مجلس میں توبہ کی تھی سری سقطیؒ کے مرید تھے۔ جنیدؒ آپ کی عزت کرتے تھے۔

آپ کونساج اس لئے کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ حج کے لئے جارہے تھے۔ چونکہ آپ کا رنگ ظاہری سیاہ تھا۔ اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے آپ کو اس حال میں دیکھ کر خیال کیا۔ کہ شاید کسی کا بھاگا ہوا غلام ہے اور بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے پوچھا۔ کیا تو غلام ہے۔ آپ نے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کیا بھاگا ہوا ہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا۔ میں تم کو حفاظت کے ساتھ مالک کے پاس پہنچا دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مدت سے اسی کوشش میں ہوں کہ مالک تک پہنچ جاؤں یا کوئی مجھ کو پہنچا دے۔ اس شخص نے کہا کہ اب تم میرے غلام ہو۔ اور خیر تمہارا نام ہے۔ غرض آپ حسن عقیدت کے ساتھ کہ ایک مسلمان شخص جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اس کے ہمراہ ہو لئے اور اس کے گھر جا کر کپڑا ابننا سیکھ لیا۔ سارا دن کپڑا بنتے۔ جب وہ شخص خیر کہہ کر بلاتا تو آپ لبیک کہتے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آپ کی فراست ادب۔ صدق اور عبادت کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا۔ اور معافی مانگ کر آپ کو رخصت کیا۔ غرض آپ اس شخص سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور اس مرتبہ تک پہنچ گئے کہ شیخ جنیدؒ نے آپ کے حق میں فرمایا ''خَیْرٌ خَیْرُنَا۔'' (یعنی خیر ہم سب میں بہتر ہے۔)

آپ خیر کے نام سے پکارا جانا پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ایک مسلمان کا رکھا ہوا نام میں بدلنا نہیں چاہتا۔

ایک دن ایک بوڑھی عورت کا کپڑا بن رہے تھے۔ اس نے کہا۔ کہ اگر میں مزدوری لے کر آؤں۔ اور تم نہ ملو تو کس کو دوں۔ فرمایا کہ دریائے دجلہ میں ڈال دینا۔ چنانچہ وہ عورت مزدوری لے کر آئی۔ مگر آپ موجود نہ تھے۔ تو مزدوری اس نے دریائے دجلہ میں پھینک دی۔ جب آپ دریا پر پہنچے تو ایک مچھلی وہی مزدوری کے درم لے کر آپ کے پاس آ گئی۔

جب دوسرے مشائخ نے اس بات کو سنا۔ تو پسند نہ کیا۔ اور کہا کہ آپ کو کھیل میں مشغول کر دیا گیا۔ اور یہ حجاب ہے (ممکن ہے کہ بات اوروں کے لئے حجاب ہو۔ اور آپ کے لئے نہ ہو۔ جس طرح کہ حکومت سلیمان اور یوسف علیہ السلام کے لئے حجاب نہ تھی)۔

فرمایا کہ رات مجھ کو خیال آیا۔ کہ جنیدؒ دروازہ پر ہیں۔ لیکن میں نے اس خیال کو بھلا دیا۔ لیکن پھر وہی خیال آیا۔ پھر بھلا دیا۔ جب تیسری مرتبہ یہی خیال پھر آیا۔ تو میں باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ فی الحقیقت جنیدؒ دروازے پر تشریف فرما تھے۔

فرماتے ہیں۔ کہ خوف حق کا تازیانہ ہے' مگر ان لوگوں کے لئے جو بے ادبی کے عادی ہو گئے ہوں۔

فرماتے ہیں۔ کہ عمل کے انتہاء پر پہنچ جانے کی علامت یہ ہے۔ کہ اس عمل میں کوئی نہ کوئی تقصیر اور خامی کو دیکھے۔

آپ کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ جب وفات کا وقت آیا۔ تو مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ جب عزرائیل علیہ السلام پہنچے۔ تو آپ نے سر اٹھا کر افاک اللہ کہا۔ اور ذرا سے توقف کی درخواست کی۔ تم بھی مامور ہو۔ اور میں بھی مامور ہوں۔ تم کو حق نے حکم دیا ہے۔ کہ اس کی جان قبض کرو۔ اور مجھے حکم دیا ہے۔ کہ فریضہ مغرب ادا کرو۔ لیکن جو حکم تم کو دیا گیا ہے۔ وہ فوت نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ فوت ہو سکتا ہے۔ پس اس قدر صبر کرو۔ کہ میں وضو کر کے نماز میں مشغول ہو

جاؤں۔ چنانچہ آپ وضو کر کے نماز میں مصروف ہوئے۔ اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

باب نمبر 63

حالات حضرت ابوحمزہ خراسانیؒ

آپ جلیل القدر مشائخ خراسان اور اکابرین طریقت میں سے تھے۔ رفیع القدر اور عالی ہمت تھے۔ فراست میں بے نظیر تھے۔ توکل اور تجرد میں کمال حاصل تھا۔ ریاضت وکرامت بیشمار رکھتے تھے۔ ابوترابؒ اور جنیدؒ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔

ایک مرتبہ توکلت علی اللہ جنگل میں سے گذر رہے تھے۔ اور آپ نے عہد کرلیا تھا۔ کہ نہ کسی سے سوال کرونگا اور نہ کسی کی طرف متوجہ ہونگا۔ پاس نہ تو رسی تھی اور نہ ہی ڈول رکھتے تھے۔ چاندی کا ایک ٹکڑا تھا۔ جو آپ کی ہمشیرہ نے دیا تھا۔ اتفاقاً توکل نے اپنی داد طلب کی۔ آپ نے اپنے نفس سے کہا۔ کہ شرم کر اس خدا سے جو آسمان کو بغیر ستونوں کے تھامے ہوئے ہے۔ کیا تیرے پیٹ کو اس چاندی کے ٹکڑے بغیر درست نہ رکھے گا۔ پس اس چاندی کو پھینک دیا۔ کچھ دور آگے چل کر ایک کنویں میں گر پڑے۔ مگر آپ کو کوئی اذیت نہ پہنچی۔ کیونکہ یقین کامل رکھتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد نفس نے فریاد کی۔ مگر آپ چپ رہے۔ اتنے میں ادھر سے ایک شخص کا گذر ہوا۔ جس نے راہ میں ویران کنواں دیکھ کر ادھر ادھر سے کانٹے اکٹھے کرکے کنویں کا منہ بند کردیا۔ تاکہ کوئی مسافر گر نہ پڑے۔ جب نفس نے دیکھا۔ کہ اب کنویں کا منہ بھی بند ہوگیا۔ تو زاری شروع کی۔ اور حق تعالیٰ کا فرمان وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ. یاد دلایا۔ آپ نے نفس کو کہا کہ توکل اس سے بالاتر ہے۔ جو کنویں کے باہر حفاظت کرنے والا ہے وہی کنویں کے اندر کرے گا۔ چنانچہ کعبہ کی طرف منہ کرکے سر کو جھکا لیا۔

جب آپ کا اضطرار حد کمال تک پہنچ گیا۔ مگر توکل برقرار رہا۔ تو ناگاہ ایک شیر نے ان کر کنویں پر سے کانٹوں وغیرہ کو الگ کرکے منہ کھول دیا۔ اور اگلے پنجوں سے باہر کی زمین کو مضبوط پکڑ کر خود کنویں میں لٹک گیا۔ آپ نے کہا کہ میں بلی کی ہمراہی

نہیں کر سکتا۔ اسی وقت آپ کے دل میں الہام ہوا۔ کہ خلاف عادت۔ ہاتھ سے پکڑ کر نکل آؤ۔ چنانچہ جب آپ باہر نکل آئے۔ تو آواز سنی کہ جب تم نے ہم پر توکل کیا تو ہم نے تجھ کو نجات بخشی اس ذریعے جو ہلاک کرنے والا ہے۔ اس کے بعد شیر منہ کو زمین پر رکھ کر اور کچھ دیر ٹہل کر چلا گیا۔

ایک دن جنیدؒ نے دیکھا۔ کہ ابلیس لعین برہنہ ہے۔ اور لوگوں کی گردنوں پر کود رہا ہے۔ فرمایا کہ لعین کیا تجھ کو شرم نہیں آتی۔ ابلیس نے کہا یہ آدمی نہیں ہیں۔ بلکہ آدمی وہ ہیں جو مسجد شونیزیہ میں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے میرے جگر کو جلا دیا ہے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے مسجد میں جا کر دیکھا تو آپ سر بگریباں بیٹھے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس ملعون نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔

لوگوں نے آپ سے انس کے معنی پوچھے۔ فرمایا کہ خلقت کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے دل تنگ ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ غریب وہ ہے۔ جو اقرباء اور علائق سے وحشت کرتا ہو۔ اور حق تعالیٰ کی موافقت سے انس رکھتا ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص دل میں موت کی دوستی رکھتا ہے۔ اس کو بقاء سے دوستی ہو جائے گی۔ اور فانی سے عداوت ہو جائے گی۔

فرماتے ہیں۔ کہ توکل یہ ہے۔ صبح اٹھ کر شام یاد نہ ہو۔ اور اگر رات ہو تو صبح کی یاد نہ آئے۔

ایک شخص نے وصیت طلب کی۔ فرمایا کہ اس سفر کے لئے جو درپیش ہے۔ توشہ مہیا کر لے۔

آپ کی وفات نیشاپور میں ہوئی۔ اور ابو حفصؒ حداد کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

باب نمبر 64

حالات حضرت احمد مسروقؒ

آپ رکن روزگار۔ قطب ابرار اور وحید الدہر ہیں۔ اکابرین مشائخ خراسان میں سے تھے۔ اصل میں طوس کے رہنے والے تھے۔ مگر بغداد میں اقامت اختیار کر لی تھی۔

خود بھی قطب تھے۔ اور قطب المدار سے آپ کی صحبت رہا کرتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ قطب وقت کون ہے۔ فرمایا کہ میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ مگر اشارۃً یہ کہدیا کہ میں ہی ہوں۔

تقریباً چالیس بزرگان کمال کی خدمت میں رہے۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔ علوم ظاہری اور باطنی میں تقویٰ اور مجاہدہ میں کامل تھے۔ محاسبیؒ اور سری سقطیؒ کی صحبت پائی۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایک بوڑھا آدمی میرے پاس آیا۔ وہ نہایت شیریں کلام تھا۔ اس نے کہا کہ تم کو جو خطرہ ہو۔ مجھ سے بیان کرو۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ یہودی ہے۔ جب میں نے حریری سے یہ بات بیان کی۔ تو ان کو برا معلوم ہوا۔ اور فرمایا کہ ان کو نہ کہنا۔ میں نے کہا کہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے۔ میں نے ان سے صاف کہدیا۔ تب اس بزرگ نے چندے سر جھکا کر کہا۔ کہ تم سچ کہتے ہو۔ پھر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہا۔ کہ میں تمام دنیا میں پھرا ہوں۔ تمام مذاہب دیکھے مگر کچھ نہ پایا۔ اب تمہارے پاس امتحان کی غرض سے آیا تھا۔ اور تم کو حق پر پایا۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص غیر خدا سے خوش ہوتا ہے۔ اس کی خوشی غم ہو جاتی ہے اور جس کو خدمت الٰہی میں انس نہیں ہوتا' اس کی انس مبدل بہ وحشت ہو جاتی ہے۔ جو شخص دل کے خطرات کو خدا کے ساتھ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو حرکات اعضاء میں معصوم بنا دیا کرتا ہے۔اور جو کوئی تقویٰ سے پاک ہوگا۔اس پر دنیا سے روگردانی آسان ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے۔کہ نہ آنکھوں سے دنیا کی طرف دیکھو۔اور نہ ہی دل میں اس کے متعلق تفکر کرو۔

فرماتے ہیں کہ بندے کو رجاء کی نسبت خوف زیادہ رکھنا چاہئے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہشت بنا کر دوزخ بنایا۔اور جب تک دوزخ پر سے نہ گذرے گا بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

فرماتے ہیں کہ جس چیز سے عارف بہت ڈرتا ہے۔وہ قرب حق ہے۔

فرماتے ہیں کہ معرفت کے درخت کو تفکر کا پانی دیا جاتا ہے۔اور غفلت کے درخت کو جہالت کا پانی ملتا ہے اور توبہ کے درخت کو ندامت کا پانی۔اور جنت کے درخت کو موافقت کا پانی ملتا ہے۔

فرماتے ہیں۔زہد یہ ہے۔کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی چیز کو اپنا بادشاہ تصور نہ کرے۔

فرماتے ہیں۔جب سے تم پیدا ہوئے ہو۔اپنی عمر خراب کرنے میں مشغول ہو۔

حالات حضرت عبداللہ احمد مغربیؒ

آپ شیخ ملت ۔قطب دولت ۔استاد مشائخ اولیاء تھے۔ولایت عجیب رکھتے تھے۔ مریدوں کی تربیت میں خاص طور پر مشہور تھے۔توکل اور تجرید ظاہری میں بھی آپ لاثانی تھے۔ابراہیم شیبانیؒ اور ابراہیم خواصؒ کے مرشد تھے جو آپ کے کمالات حالیہ سے بہرہ یاب ہوکر آپ کے کمال کو ظاہر کررہے ہیں۔عمر آپ کی تقریباً ایک سو ۱۲۰ بیس سال کی تھی۔

جس چیز تک آدمی کا ہاتھ پہنچتا تھا وہ چیز نہ کھایا کرتے تھے۔ بلکہ گھاس کی جڑیں عموماً کھایا کرتے تھے۔

فرماتے ہیں۔کہ مجھ کو ایک مکان ورثہ میں ملا۔جس کو پچاس دینار میں فروخت کر کے دینار کمر سے باندھ لئے اور جنگل کی طرف چلا۔ایک اعرابی نے آکر پوچھا۔ کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ پچاس دینا اس نے کہا کہ مجھ کو دیدو۔میں نے اس کو دیدئے۔اس نے کھول کر ان کو دیکھا اور گنا۔پھر اونٹ کو بٹھا کر مجھ کو بھی اوپر سوار کرلیا۔اور دینار واپس کردئے۔میں نے پوچھا کیوں۔اعرابی نے کہا۔کہ تمہاری سادگی اور سچائی نے میرے دل پر اثر کیا۔اور تمہاری محبت میرے دل میں بھردی ہے۔چنانچہ وہ اعرابی مدت تک میرے ساتھ رہا۔اور اولیاءاللہ میں سے ہوگیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں جارہا تھا۔ایک ہشاش بشاش اور تروتازہ غلام کو دیکھا۔جو بغیر کسی توشہ کے سفر کررہا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں جانا ہے۔ جواب دیا کہ سیدھی الٹی طرف اور سر اٹھا کر دیکھو۔کہ سوائے ذات الٰہی کے کچھ دیکھتے ہو۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے۔چاروں کو آپ نے کسب سکھایا۔کسی شخص نے کہا۔

کہ حضرت کسب ان کی شایاں شان نہیں ۔فرمایا میں نے اس خیال سے سکھایا ہے۔ کہ میرے بعد میری ہڈیاں بیچنے پر کمر نہ باندھ لیں ۔اور یہ نہ کہیں کہ ہم فلاں شخص کے بیٹے ہیں ۔بوقت ضرورت اپنے ہاتھ پاؤں ہلائیں ۔اور کما کھائیں۔

فرماتے ہیں کہ وہ درویش سب سے زیادہ ذلیل وخوار ہے۔جو امیروں سے مداہنت کرتا ہے۔اور سب سے زیادہ عزت کے لائق وہ ہے جو خلقت کی تواضع کرتا ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ درویش لوگ اللہ تعالی کے امین ہیں ۔اس حد بندوں پر بمنزلہ اس کی محبت کے ہیں۔ان کی برکت سے خلقت کی بلا دور رہوتی ہے۔جس کسی نے دنیا سے اجتناب کرلیا۔گواس نے کوئی برا کام نہ کیا ہوگا۔مگراس کا ایک ذرہ بھی مجتہد عابد سے اچھا ہے۔

فرماتے ہیں کہ دنیا سے بڑھ کراور کوئی منصف نہیں ہے۔جب تک تم اس کی خدمت کروگے ۔وہ بھی تمہاری خدمت کرے گی ۔ جب تم چھوڑ دوگے وہ بھی ترک کر دے گی۔آپ کی وفات کوہ طور پر ہوئی۔اور وہیں آپ کا مزار مقدس ہے۔

حالات ابو علی جرجانیؒ

آپ عمدۃ الاولیاء اور زہد اصفیاء تھے۔ جوانمردان طریقت اور مشائخ عظام میں سے تھے۔ آپ کی تصانیف اور کلمات مقبول و معتبر ہیں۔ حکیم ترمذیؒ کے مرید تھے۔

فرمایا کہ خلقت کے قرار کی جگہ غفلت ہے۔ اور ان کا اعتماد ظن اور تہمت پر ہے۔ ان کے نزدیک ان کا اپنا کلام اسرار و مکاشفہ کے مطابق ہے۔ اور انکا اپنا کام ان کے نزدیک حقیقت ہے۔

فرماتے ہیں کہ تین باتیں عقد اور توحید کیوجہ سے ہیں۔ خوف۔ رجاء۔ محبت۔ خوف کی زیادتی سزا کو دیکھ کر گناہ چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ اور رجاء کی زیادتی جزاء دیکھ کر نیک عمل کرنے کے سبب سے۔ اور محبت کی زیادتی منت و احسان الٰہی دیکھ کر ذکر کی کثرت کرنے سے ہے۔ اس لئے خائف کبھی بھاگنے سے اور راجی طلب سے اور محب ذکر محبوب کے سوا اور کہیں آرام حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا کہ خوف ایک منور کر دینے والی آگ ہے۔ رجاء منور کرنے والا نور اور محبت نور الانوار ہے۔

فرماتے ہیں کہ سعادت کی علامت یہ ہے۔ کہ بندے پر طاعت کا کرنا آسان ہو۔ اور اعمال موافقت سنت مشکل و ناگوار نہ ہو۔ اہل صلاح سے محبت رکھتا ہو۔ اور حتی المقدور راہ خدا میں خرچ بھی کرتا ہو۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتا ہو اور اپنے وقت کو لحاظ میں رکھے۔ اور برخلاف اس کے بدبخت وہ شخص ہے۔ جو فراموش شدہ گناہوں کو ظاہر کرے۔

فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو اپنے حال سے فانی اور مشاہدہ الٰہی سے فانی اور مشاہدہ الٰہی سے باقی ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کے اعمال کا کفیل ہو۔ اور اس کا کچھ اختیار نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے۔ جو اپنا دل تو قطعاً اللہ تعالےٰ کو دیدے۔ اور جسم کو خدمت مخلوق الٰہی کے لئے وقف کر دے اور خدا تعالےٰ کے ساتھ نیک گمان رکھے۔

کیونکہ غایت معرفت یہی ہے۔اور نفس کے ساتھ بدگمانی رکھے۔

فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے مولا کی درگاہ کی خدمت کرے گا۔اس پر دروازہ کھل جائے گا۔اور جو اللہ تعالیٰ پر صبر کرے گا۔تو اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا۔فرماتے ہیں کہ صاحب استقامت بنو۔ نہ کہ صاحب کرامت۔ کیونکہ کرامت تمہارے نفس کی خواہش ہے۔اور استقامت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ عبودیت کا مکان رضا ہے۔ کہ صبر اس مکان کا دروازہ۔تفویض اس کی کوٹھڑی ہے۔موت دروازے پر کھڑی ہے۔فراغت مکان کے اندر ہے۔ راحت کوٹھڑی میں ہے۔

فرماتے ہیں کہ بخل میں تین حرف ہیں۔ ب سے مراد بلا۔ خ سے مراد خسران (نقصان) اور ل سے مراد لوم یعنی ملامت ہے۔پس بخیل اپنے نفس پر۔یہ تینوں بلا ہیں۔

باب نمبر 67

حالات حضرت ابوبکر کتانیؒ

آپ صاحب مقام استقامت۔ عالی ہمت تھے۔ شیخ مکہ تھے۔ اور پیر زمانہ مشہور تھے۔ تقویٰ اور زہد میں بینظیر تھے۔ اکابرین مشائخ حجاز میں سے ہیں۔ طریقت میں صاحب تصانیف۔ ولالت میں صاحب مقام اور فراست میں صاحب عمل۔ مجاہدہ وریاضت میں بزرگ تھے۔ انواع علوم میں کامل۔ حقائق ومعرفت میں مخصوص تھے۔ شیخ جنیدؒ نوریؒ اور ابوسعید خرازؒ کی صحبت پائی تھی۔ آپ کو چراغ حرم بھی کہتے ہیں۔ تمام رات نماز پڑھتے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جنگل میں ایک دفعہ ایک درویش کو دیکھا۔ جو اگرچہ مردہ تھا۔ مگر ہنس رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا حال ہے۔ دراں حالیکہ تم مردہ ہو۔ کہا خدا کی محبت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔

ابوالحسین مزین کہتے ہیں کہ میں محض توکل کے سہارے جنگل میں گیا۔ ایک حوض کے کنارے میں نے بیٹھ کر اپنے آپ سے کہا۔ کہ میں نے بغیر زادراہ اور سواری کے جنگل کو طے کرلیا ہے۔ اسی وقت کنارہ حوض سے آواز آئی۔ کہ بکواس نہ کرو میں نے نگاہ اٹھائی تو آپ کو دیکھا۔ اسی وقت میں نے توبہ کی اور خدا کی طرف رجوع کیا۔

فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مجھے کچھ غبار تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ" لیکن فتوت کی شرط یہ تھی۔ کہ اگرچہ حضرت معاویہؓ باطل پر تھے۔ اور آپ حق پر تھے۔ لیکن اپنی فتوت کو مدنظر رکھ کر ان کو ان کے اپنے کام پر چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ تاکہ جنگ میں مسلمانوں کا خون نہ بہتا۔ آخر ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ آپ چاروں صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لائے اور مجھ کو سینے سے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ہونگا۔مگر آپ نے مجھ کو پہچان لیا۔اور میں آپ کو نہ پہچان سکا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز میں تھے۔کسی شخص نے آپ کی چادر کو آپ کے جسم سے اتار لیا۔اور بازار میں فروخت کرنے لگا۔اسی وقت اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔تب وہ شخص پھر آپ کی خدمت میں لوٹ آیا۔مگر آپ ابھی نماز میں مصروف تھے اس نے چادر پھر آپ کے کندھوں پر ڈال دی۔لوگوں نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے۔اس نے سب کچھ بیان کیا۔تب لوگوں نے کہا کہ معافی مانگو۔ چنانچہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔تو آپ نے اس سے پوچھا۔کہ کیوں رو رہا ہے۔ اس نے واقعہ عرض کیا۔تو آپ نے فرمایا۔کہ خدا کی قسم نہ مجھے اس بات کی خبر ہے۔ کہ تو کب چادر اتار کر لے گیا۔اور نہ اس بات کا علم کہ کب چادر واپس آئی۔پھر کہا کہ خداوندا جو کچھ لے گیا تھا واپس لے آیا ہے۔تو بھی جو کچھ اس سے تو نے لیا ہے واپس کر دے۔اسی وقت اس کے ہاتھ درست ہو گئے۔

فرماتے ہیں کہ ایک رات ایک نوجوان کو خواب میں دیکھ کر میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تم کون ہو۔اس نے کہا میں تقویٰ ہوں۔پھر ٹھکانہ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں اندوہگین کے دل میں رہتا ہوں۔اسی وقت ایک نہایت بدصورت عورت نظر آئی۔ اس سے پوچھا۔تو اس نے کہا کہ میں ہنسی اور معصیت کے نام سے موسوم ہوں۔اس سے پوچھا کہ تو کہاں رہتی ہے۔تو کہا کہ اہل نشاط کے دلوں میں۔ چنانچہ جب میں نیند سے بیدار ہوا۔تو عہد کر لیا کہ کبھی نہ ہنسوں گا۔

فرماتے ہیں۔کہ ایک رات میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا۔کہ کیا کروں۔تاکہ حرص وہوا میرے دل سے نکل جائے فرمایا کہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا پڑھا کرو۔

ایک شخص نے آپ سے وصیت طلب کی۔تو فرمایا کہ جس طرح کل خدا تعالیٰ تمہارا

ہوگا۔ اس طرح تم آج خدا تعالی کے بن جاؤ۔

فرماتے ہیں کہ مخلوقات سے انس کرنا عقوبت ہے۔ اول اہل دنیا کا قرب معصیت۔ اوران کی طرف رغبت رکھنا ذلت ہے۔

فرماتے ہیں کہ زہد وہ ہے جو کچھ بھی نہ ملنے پر خوش رہے۔ مگر موت کے وقت تک جدوجہد کو نہ چھوڑے۔ ذلت کو برداشت کرے۔ اور صبر کرے۔ اور راضی رہے۔

فرماتے ہیں کہ تصوف بالکل ہی خلق کا نام ہے۔ جس قدر زیادہ کسی کا خلق ہوگا۔ اسی قدر تصوف زیادہ ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ فراست یقین ودیدار غیب سے ہوتی ہے۔ اور ایمان کا اثر ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ محبت محبوب کے لئے ایثار کا نام ہے۔ اور تصوف صفوت مشاہدہ کا نام ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ صوفی وہ ہے۔ جس کے نزدیک اس کی طاعت بھی گناہ ہو۔ اور استغفار کرتا رہے۔

فرمایا کہ استغفار یہ ہے۔ کہ انسان مکمل توبہ کرے۔ اور توجہ کے چھ معنی ہیں۔ اول گذشتہ پر ندامت۔

دوم عزم۔ کہ آئندہ کبھی گناہ نہ کروں گا۔ تیسرے یہ کہ ہر قرض ادا کروں گا۔ جو کہ میرے اور خدا کے مابین ہے۔ اور کہ اس کی قضاء کروں گا۔ جو فوت ہو چکا ہے۔ چہارم یہ کہ خلق کے مظالم کو گوارا اور برداشت کرنا۔ پانچویں یہ کہ حرام کے لقمہ سے جو گوشت اور چربی پیدا ہوئی ہو۔ اس کو کم کرنا۔ اور چھٹے کہ یہ جسم کو طاعت کا دکھ پہنچانا۔ جیسے کہ گناہ کی حلاوت پہنچائی تھی۔

فرماتے ہیں کہ وجد کی ابتداء شیریں ہے۔ درمیانی حالت تلخ اور انتہاء بیماری ہے۔

فرماتے ہیں کہ توکل حقیقت میں علم کی متابعت ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ عبادت کے بہتر دروازے ہیں۔ جن میں سے اکہتر دروازے حیاء

سے بنے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ مرید میں تین باتیں ہونا ضروری ہیں۔ سونا غلبے کے وقت کھانا فاقے کے وقت۔ اور کلام ضرورت کے وقت۔

فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کے دین کو تین باتوں میں دیکھا۔ حق۔ عدل اور صدق۔ حق بمنزلہ اعضاء کے۔ عدل بمنزلہ کتب کے۔ اوران میں صدق بمنزلہ عقل کے ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ مقام استغفار میں شکر کرنا گناہ ہے۔ اوراسی طرح مقام شکر میں استغفار گناہ ہے۔

وفات کے وقت لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کیا عمل کیا کرتے تھے۔ جس سے یہ مرتبہ حاصل کیا۔ فرمایا۔ اگر میری موت نزدیک نہ ہوتی۔ تو میں نہ بتاتا۔ پھر کہا میں چالیس ۴۰ سالوں تک اپنے دل کا دربان بنا رہا۔ سوائے خدا کے تمام چیزوں کو نکال دیا۔ یہاں تک کہ میرے دل نے خدا کے سوا نہ کسی چیز کو دیکھا اور نہ جانا۔

حالات حضرت عبداللہ حنیفؒ

آپ اپنے زمانہ کے قطب اور شیخ المشائخ تھے۔علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ عالم تھے۔آپ کے بیشار فضائل و مناقب ہیں۔طریقت میں اجتہاد رکھتے تھے۔بہت سی لطیف تصانیف آپ کی موجود ہیں۔جو سب کی سب مقبول اور مشہور ہیں۔آپ کے مجاہدات بھی حد قیاس اور عقل سے بالاتر ہیں۔آپ خاندان شاہی میں سے تھے۔بہت سے سفر تجرید میں کئے۔آپ نے بہت سے چلے کھینچے۔مگر ساری عمر چلے ہی کھینچتے رہے۔یہاں تک کہ آپ کی وفات بھی چلے ہی کے دوران میں ہوئی۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا۔کہ خرقہ کی کیا شرائط ہیں۔آپ نے اپنے زمانہ کے ایک بزرگ طریقت محمد ذکریؒ کا نام لے کر جو علمائے طریقت میں سے نہ تھے۔اور نہ ہی خرقہ پہنا کرتے۔فرمایا کہ خرقہ کی شرائط کو محمد ذکریؒ سفید کپڑوں میں ادا کرتے ہیں۔مگر ہم کمبل میں ہو کر نہ تو جانتے ہیں۔نہ ادا کر سکتے ہیں۔

آپ کو حنیف اس لئے کہتے ہیں۔کہ آپ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے۔اور افطار کے وقت سات انگور سے زیادہ غذا نہ کھاتے۔اور ہلکے پھلکے جسم کے تھے۔چنانچہ ایک دن خادم سے افطار کے وقت کہا کہ انگور لاؤ۔وہ آٹھ انگور لایا۔مگر معمول کے مطابق عبادت میں کوئی حلاوت نہ پائی۔معاملہ سمجھ گئے۔کہ انگور آج آٹھ کھائے ہیں خادم سے دریافت کیا۔تو اس نے کہا۔کہ آپ کو ضعیف دیکھ کر میں آٹھ انگور لایا تھا۔فرمایا کہ تو میرا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے۔اگر دوست ہوتا تو چھ انگور لاتا۔

فرماتے ہیں۔کہ اگرچہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بیشار نعمت عطاء فرمائی۔لیکن میں نے ایسے طور پر زندگی بسر کی کہ مجھ پر کبھی زکوۃ واجب ہی نہیں ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حج کو جا رہا تھا۔رسی اور ڈول میرے پاس تھا۔اور مجھ کو غرور بھی تھا۔راہ میں بغداد سے گذرا۔مگر جنیدؒ کی زیارت نہ کی۔آگے چلا گیا۔راہ

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

مکان کی چھت پر لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ ناممکن ہے۔ پھر آپنے کہا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں دوسرا احمد کہ آیا۔ اس سے بھی یہی فرمایا۔ وہ فوراً آستین چڑھا کر تعمیل حکم میں لگ گیا۔ ہر چند کوشش امنٹ کو اٹھانے کی کی۔ مگر وہ ہل نہ سکا۔ آپ نے حکم دیا۔ اور کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر سب کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ دیکھا۔ احمد کہ پر کس لئے زیادہ شفقت ہے۔ اس نے میرے حکم کے امکان یا ناممکن ہونے پر بحث نہیں کی۔ اور نہ ان باتوں میں وقت ضائع کیا۔ بلکہ تعمیل حکم میں لگ گیا۔ مگر بڑے احمد نے حجت نکالی۔ اسی سے باطن کا حال سمجھ لو۔ درگاہ الہٰی میں تعمیل حکم کی قدر ہے۔ عبادت وریاضت یا کج بحثی کی ضرورت نہیں۔

ایک دفعہ دو صوفی آپ کی شہرت سن کر آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ مگر آپ کی خانقاہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ بادشاہ کے ہاں گئے ہیں۔ ان کے دل میں اس بات کا برا اثر ہوا۔ اور کہا کہ اگر فقیر ہو کر بھی بادشاہوں کے پاس جانا تھا۔ تو پہلے ہی شاہی کو کیوں چھوڑا۔ غرض وہاں سے پلٹ کر وہ بازار میں سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک درزی کی دکان پر پھٹی ہوئی آستین سلانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں درزی کی قینچی گم ہوگئی۔ وہ ان دونوں صوفیوں کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لائے۔ اور اس نے چوری کے جرم میں بادشاہ کے پیش کیا۔ جب دونوں صوفی بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ تو بادشاہ نے ان کے ہاتھ کاٹنے کا اشارہ کیا۔ آپ بھی پاس ہی بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو یہ بے گناہ ہیں۔ پھر ان دونوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تمہارا خیال درست ہوگیا ہوگا تمہارے جیسے لوگوں کے لئے مجھے بادشاہ کے پاس بھی آنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں آپ کے مرید ہوگئے۔

ایک دفعہ ایک صوفی نے شکایت کی۔ کہ حضرت وسوسہ مجھ کو تکلیف دیتا ہے۔ فرمایا کہ ایک وقت تھا۔ صوفی شیطان پر غالب تھا۔ مگر اب شیطان صوفیوں پر غالب ہے۔ پھر فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو حالت صفاء کے ساتھ صوف پہنے اور ہوا کو جفاء کا

مزہ چکھائے۔اور دنیا کو بالکل ترک کر دے۔

فرماتے ہیں۔کہ ریاضت کے معنی نفس کو عبادت سے توڑنے کے ہیں۔

قناعت کے معنوں میں فرمایا۔کہ اس چیز کا طلب نہ کرنا قناعت ہے جو ہاتھ میں نہ ہو۔اور جو ہاتھ میں ہے اس سے بے نیاز ہونا قناعت کا حکم رکھتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا۔کہ جو درویش تین دن متواتر بھوکا رہے۔اور اس کے بعد باہر نکل کر اس کا سوال کرے۔جو اس کے لئے کافی ہے۔تو اس کو آپ کیا کہیں گے۔فرمایا کہ میں اس کو کاذب کہوں گا۔

وفات کے وقت فرمایا۔کہ میں بھاگا ہوا غلام ہوں۔میرے مر جانے کے بعد میرے پاؤں میں رسی ڈال کر گردن میں طوق ڈال دینا۔پاؤں میں بیڑی پہنا کر ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کر دینا۔شاید اللہ تعالیٰ رحم کر دے۔چنانچہ وفات کے بعد بعض لوگوں نے آپ کی وصیت کو پورا کرنا چاہا۔مگر ہاتف نے آواز دی۔کہ ایسا نہ کرو۔یہ ہمارا عزیز ہے اور ہم عزیز کی خواری کے طالب نہیں ہیں۔تب لوگوں نے حرمت کے ساتھ دفن کر دیا۔

حالات حضرت ابو محمد جریریؒ

آپ شیخ وقت یگانہ زمانہ اور برگزیدہ انسان تھے۔ادب میں کامل۔انواع علوم میں ماہر فقہ میں مفتی اور امام بے بدل تھے۔آپ کی نسبت جنیدؒ فرماتے ہیں۔کہ آپ مشہور اولیاءاللہ میں سے ہیں۔جنیدؒ کی وفات کے بعد آپ ہی کو ان کا جانشین بنایا گیا۔

فرماتے ہیں۔کہ چالیس سال ہونے کو آئے۔میں نے ایک سفید باز کو دیکھا۔اور کوشش اس کے پکڑنے کی کی۔لیکن آج تک اس کے پکڑنے میں ناکام رہا ہوں۔لوگوں نے پوچھا۔کیسے۔فرمایا کہ ایک دن بعد از عصر میں نے ایک پریشان حال اور برہنہ درویش کو دیکھا۔جس کی حالت خستہ اور درماندہ تھی۔نماز پڑھنے کے بعد وہ شام تک سر بگریباں رہا۔پھر نماز شام کے بعد سر بگریباں ہو گیا۔پھر نماز عشا پڑھ کر سر بگریباں ہو گیا۔اور صبح تک بدستور رہا۔اسی اثناء میں میں نے اس کو دعوت دی۔کہ آج بادشاہ نے صوفیوں کی دعوت کی ہے۔تم بھی چلو۔مگر اس نے انکار کیا۔اور کہا اگر ممکن ہو تو میرے لئے عقیدہ (ایک قسم کا کھانا) مہیا کر دو۔میں نے اس خیال سے کہ شاید نو مسلم ہے ہمارے ساتھ نہیں چلتا۔چنانچہ میں نے اس کی فرمائش کا کوئی خیال نہ کیا۔دعوت سے واپس آ کر میں نے اس درویش کو اسی حال میں پایا۔جا کر سو گیا۔تو خواب میں جمال جہاں آرائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا۔جن کے ہمراہ تمام انبیاء کرام تھے۔میں نے بڑھ کر سلام کیا۔مگر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔اور منہ پھیر لیا۔میں نے اپنی خطاء کے متعلق استفسار کیا۔تو فرمایا کہ ہمارے ایک دوست نے تم سے عقیدہ طلب کیا۔مگر تم نے پرواہ نہ کی۔یہ سنتے ہی خوف سے میری آنکھ کھل گئی۔اور اس درویش کی تلاش میں نکلا۔میں نے دیکھا کہ وہ درویش خانقاہ سے نکل کر باہر جا رہے ہیں۔میں نے اس سے درخواست

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

حالات حضرت حسین منصور حلاجؒ

آپ قتیل فی سبیل اللہ ہیں۔آپ کی حالت نہایت عجیب وغریب گذری ہے۔اور اپنے طریقہ میں خود ہی مخصوص ولاثانی تھے۔ ہر وقت غایت سوز وفراق میں ست و بیقرار رہا کرتے تھے۔ پاکباز،عاشق الٰہی مشہور زمانہ تھے۔آپ کی تصانیف بھی ہیں ۔جو بہت مشکل اور دقیق ہیں۔حقائق و معارف اور اسرار معانی میں نہایت کامل اور فصاحت وبلاغت میں ماہر و بے بدل تھے۔شروع سے اخیر تک آپ کی حالت کی تمام بنیاد بلا پر ہے۔بعض لوگوں نے آپ کا انکار کیا مگر بعض آپ کو اکابر مشائخین میں سے مانتے ہیں۔اور بعض آپ کے حق میں قطعی خاموش ہیں۔اور بعض کہتے ہیں کہ حسین منصور حلاج جن کی زبان سے اَنا الحقّ نکلا۔اور ہیں۔اور اسی نام کا ایک اور شخص گذرا ہے۔جو بغداد میں تھا۔اور وہ کافر وزندیق تھا۔اور جادو گر تھا۔مگر وہ جادوگر جو تھا اس نے شہر واسط میں پرورش پائی تھی۔حضرت عبداللہ حنیف آپ کو ایک عالم ربانی مانتے اور آپ کی بیحد عزت کرتے ہیں۔

شبلیؒ فرماتے ہیں۔کہ میں اور حلاج ایک ہی ہیں۔ان کی عقل نے ان کو شہید کروا دیا۔اور مجھ کو لوگوں نے دیوانہ بنا دیا۔اس لئے اگر آپ ملعون ہوتے۔تو یہ بزرگ آپ کی تعریف ہرگز نہ کرتے۔اکثر مشائخ نے آپ کو محض اس وجہ سے ترک کر دیا۔کہ آپ ہمیشہ سرمست رہا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ جنیدؒ کی مجلس میں آئے۔اور ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔مگر شیخ جنیدؒ نے کوئی جواب نہ دیا۔اور فرمایا بہت جلدی تم قتل کیے جاؤ گے۔آپ نے کہا۔میں اس دن قتل کیا جاؤں گا۔جب آپ اہل ظاہر کا لباس پہنیں گے۔چنانچہ جب آپ کو ازروئے شریعت گرفتار کیا گیا۔اور علماء نے فتویٰ طلب کیا۔تو سب بزرگوں نے آپ کے قتل کا فتویٰ دیدیا۔مگر حضرت جنید نے دستخط نہ کئے۔خلیفہ نے آپ

کے دستخط پر اصرار کیا۔تب آپ نے خانقاہ کو چھوڑ کر صوفیوں کا لباس اتارا۔ اور مدرسہ میں جا کر علماء کا لباس پہن کر لکھ دیا کہ نَحنُ بحُکمِ بالظَّاھِرِ ہم لوگ ظاہر پر حکم کرتے ہیں۔ یعنی فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور کہ ظاہر میں واقعی حسین قابل قتل ہیں ۔باطن کا حال خدا جانے۔

آپ نے کبھی ایک جگہ پر قیام نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کہیں گذرا۔مختلف اولیائے زمانہ کی خدمت میں جاتے رہے ایک دفعہ صوفیوں کا لباس اتار کر قباء پہن لیا۔اور اہل دنیا کی صحبت میں مشغول ہو گئے ۔پھر ایک وقت کے بعد بصرہ میں جا کر خرقہ پہن لیا۔ دو سال بیت الحرام کے مجاور بنے رہے۔واپسی پر آپ کی حالت بالکل بدل چکی تھی ۔اور کچھ اور ہی رنگ غالب تھا۔خلقت کو ایسی باتوں کی دعوت دیتے جو سمجھ میں نہ آتی تھیں ۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریباً پچاس شہروں سے آپ کو نکالا گیا۔اور آپ پر ایسے حالات وواقعات گذرے۔ جو اپنی نوعیت پر عجیب ترین ہیں۔

نقل ہے کہ آپ دن رات چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔اور اس قدر نماز کو اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے۔لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

رشید خوار سمرقندیؒ روایت کرتے ہیں۔ایک دفعہ آپ چار صوفیوں کے ہمراہ حجاز کو جارہے تھے۔کھانے پینے کو پاس کچھ نہ تھا۔ جب بھوک کا غلبہ انتہا پر پہنچ گیا۔تو ساتھیوں نے شکایت کی اور کہا کہ ہم کو بھنی ہوئی سری کا گوشت درکار ہے۔ چنانچہ آپنے ان سب کو ایک صف میں بٹھا دیا۔اور خود اپنے ہاتھ کو پیچھے کی طرف لے گئے ۔اور بھنی ہوئی سری کے گوشت کی رکابیاں ہاتھ میں پکڑ کر دوستوں کو دے دیتے۔اسی طرح ہر ایک کے لئے ایک ایک رکابی مہیا کی۔اور سب سیر ہو گئے۔پھر انہوں نے کہا کہ حضرت گرم روٹی اور خرما تر درکار ہے۔وہ بھی آپ نے اسی طرح اپنی کرامت سے مہیا فرمائے۔ اثنائے راہ میں چند ساتھیوں نے تازہ انجیر کی

خواہش کی آپ نے یونہی ہوا میں ہاتھ بڑھا کر تازہ بتازہ انجیر ساتھیوں کو کھلائی۔
ایک بار حلوا طلب کیا۔تو قدرت کاملہ سے گرما گرم حلوے کا طبق ہاتھ اونچا کر کے آپ نے کرہ ہوا میں سے پکڑ لیا۔اور دوستوں کو دیا۔
نقل ہے کہ آپ نے ایک دن ابراہیم خواص ؒ کو جنگل میں دیکھ کر پوچھا۔کیا کر رہے ہو۔انہوں نے کہا۔کہ مقامات توکل درست کر رہا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ تمام عمر شکم پروری میں ضائع کر دی۔توحید میں فانی کب ہو گے۔
فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صوفی کو دیکھ کر پوچھا۔کہ تم اس کی طرف کس طرح اڑتے ہو۔اس نے کہا۔کہ پروبال جو کہ میرے ہیں۔آپ نے کہا۔کہ ان کو کاٹ ڈالو۔کیونکہ وہ "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" ہے۔اور تم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔پوچھا کہ عارف کے لئے وقت ہوتا ہے۔فرمایا کہ نہیں۔کیونکہ وقت صاحب وقت کی صفت ہے۔اور جو اپنی صفت پر بھروسہ کرتا ہے۔وہ عارف نہیں ہے۔
لوگوں نے پوچھا۔کہ طریق خدا کیا ہے۔اور کس قدر۔فرمایا کہ صرف دو قدم۔ایک قدم دنیا سے اٹھایا اور عقبےٰ میں پہنچ گئے۔دوسرا قدم عقبےٰ سے اٹھایا۔تو مولیٰ تک پہنچ گئے۔
فقر کے معنی پوچھے گئے۔تو فرمایا کہ فقیر وہ ہے۔جو ماسویٰ اللہ سے بے نیاز ہو۔
فرماتے ہیں۔کہ صوفی وہ ہے۔جو خدا کی طرف سے اشارہ کرے۔اور خلقت خدا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔
خلق عظیم کے متعلق پوچھا۔تو فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں۔کہ خلقت کی جفاء اس پر کچھ اثر نہ کرے بعد اس کے کہ حق کو پہچان چکا ہو۔توکل کے متعلق فرمایا کہ توکل یہ ہے۔کہ جب تک شہر میں اپنے آپ سے زیادہ مستحق کھاتے کسی کو پائے۔کھانا نہ کھائے۔فرماتے ہیں۔کہ زبان گویا خاموش دلوں کی ہلاکت ہے۔
فرماتے ہیں کہ اخلاص کے معنی کدورت کے شائبہ سے عمل کو پاک رکھنے کے ہیں۔

فرمایا کہ مرید وہ ہے۔ جو اجتہاد میں مکشوفات پر سبقت لے جائے۔اور کہ مرید اپنی توبہ کے سایہ میں ہوتا ہے۔اور مراد عصمت کے سایہ ہیں۔اور مراد وہ ہے۔جس کے مکشوفات اجتہاد سے سابق ہوں۔

فرماتے ہیں کہ دنیا چھوڑ دیتا زہد نفس ہے۔آخرت کو چھوڑا زہد دل ہے۔خودی کا ترک کرنا زہد جان کا ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ دعاء کا ہاتھ دراز ہے یا عبادت کا۔فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں کے وصول کا کوئی مقام نہیں دست دعاء دامن وصول سے آگے نہیں بڑھتا۔اور وہ راہ مرداں میں شرک ہے۔اور دست عبادت تکلیف شرعی۔اور شرعی کے دامن سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔

لوگوں نے صبر کے معنی پوچھے۔تو فرمایا کہ صبر یہ ہے۔کہ ایک ہاتھ پاؤں کاٹ کر دار پر لٹکایا جائے تو آہ نہ کرے۔جب خلقت آپ کے حق میں حیران رہ گئی۔تو اکثر لوگ آپ کے منکر ہو گئے۔آپ سے عجیب وغریب باتیں ظاہر ہونے لگیں۔اکثر لوگ آپ کے حق میں طعن کرنے لگے۔اور اکثر خاموش تھے۔خلیفہ کے سامنے اکثر آپ کا ذکر ہوا۔اور لوگوں نے آپ کے قتل پر اتفاق کیا اور بہانہ یہ کیا کہ آپ ''انا الحق'' کہتے ہیں۔اکثر لوگوں نے کہا کہ کہو ھوالحق فرمایا۔کہ سب لوگ یہی کہتے ہیں۔تم کہتے ہو کہ کم ہو گیا ہے۔بلکہ حسین گم ہو گیا ہے۔

غرض بہت سی شکایات آپ کے متعلق خلیفہ کے پاس ہوئیں۔آخر آپ کو ایک سال تک قید رکھا گیا لیکن قید خانہ میں بھی اکثر لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل پوچھتے رہے۔چنانچہ حکومت نے لوگوں کو منع کر دیا۔کچھ دنوں تک کوئی نہ گیا۔مگر ایک بار ابن عطارؒ اور ایک بار عبداللہ حنیفؒ آپ کے پاس گئے۔اور کہا کہ آپ اس بات کا جو آپ نے کہا ہے (انا الحق) عذر کر لیں۔تاکہ قید سے رہائی ہو۔فرمایا کہ جس نے کہا ہے اسی سے کہو کہ عذر کرے۔یہ سن کر وہ رو پڑے۔اور کہا

کہ ہم خود ہی حسین منصور ہیں۔

نقل ہے کہ جب آپ کو قید کیا گیا۔ اور پہلی رات کو آ کر دیکھا۔ سارے قید خانہ میں تلاش کی۔ مگر آپ نہ ملے دوسری رات دیکھا۔ تو قید خانہ ہی ندارد تھا۔ تیسری رات کو دیکھا۔ تو آپ قید خانہ میں موجود تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ پہلی اور دوسری رات کہاں تھے۔ فرمایا کہ پہلی شب درگاہ میں تھا۔ دوسری شب یہیں قید خانہ میں دربار تھا۔ اس لئے تم کو قید خانہ نظر نہ آیا۔ اب مجھ کو واپس کر دیا گیا ہے۔ تا کہ شریعت کی حفاظت کی جائے پس تم لوگ آؤ۔ اور اپنا کام پورا کرو۔ جب لوگوں نے قید خانہ میں بھی آپ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ تو پوچھا۔ کہ آپ تو کہتے ہیں۔ کہ میں حق ہوں پھر نماز کس کی پڑھتے ہو۔ فرمایا کہ ہم اپنی قدر خود جانتے ہیں۔

ایک رات قید خانہ میں تین سو قیدی تھے۔ ان سے کہا۔ اگر چہ کہو۔ تو میں تم کو آزاد کر دوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے آپ کو آزاد کراؤ۔ پھر ہمارا نام بھی لینا۔ فرمایا کہ ہم خدا کی قید میں ہیں۔ اور شریعت کا پاس مطلوب ہے۔ اگر چاہیں تو ایک اشارہ میں تمام بند اور بیڑیاں کاٹ ڈالیں۔ اسی وقت انگلی سے اشارہ کیا۔ تو سب کی بیڑیاں کٹ گئیں اور جیل خانے کے دروازے خود بخود کھل گئے چنانچہ سب قیدیوں کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ کہنے لگے کہ تم بھی آؤ۔ فرمایا کہ ہم ایک بھید رکھتے ہیں۔ دوسرے دن دیکھا گیا۔ کہ قید خانہ میں کوئی قیدی بھی نہیں۔ پوچھا۔ کہ قیدی کدھر گئے۔ فرمایا ہم نے آزاد کر دیئے۔ پوچھا کہ تم کیوں نہ چلے گئے۔ فرمایا کہ حق کا ہم پر عتاب ہے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ شخص ایک فتنہ قائم کرے گا۔ اول ان کو لکڑیاں مارو کہ باز آ جائیں۔ ورنہ قتل کر دو۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے آپ کو مارنے لگے۔ جو شخص مارتا تھا۔ وہ یہ آواز سنتا تھا۔ کہ یا ابن منصور لَا تَخَفْ یعنی اے ابن منصور خوف نہ کرو۔ پیر عبدالجلیلؒ فرماتے ہیں۔ کہ حسینؒ کی نسبت مارنے والے پر میرا زیادہ اعتقاد ہے۔ کہ باوجود

اس قدر صریح آواز سننے کے بھی وہ کار شریعت میں پابند تھا۔ مگر مارنے سے ہاتھ نہ روکتا تھا۔

آخر کار آپ کو دار پر لے جا کر کھڑا کیا۔ ہزاروں لوگ جمع تھے۔ آپ آنکھ اٹھا کر دیکھتے۔ اور حق حق۔ حق انا الحق کا نعرہ لگاتے۔ اسی حال میں ایک درویش نے جا کر پوچھا۔ کہ عشق کیا ہے۔ فرمایا کہ آج کل اور پرسوں دیکھ لو گے۔ چنانچہ آپ کو سولی پر لٹکایا گیا۔ دوسرے دن آپ کی نعش جلائی گئی۔ تیسرے دن خاک کو بھی ہوا میں اڑا دیا۔ (یعنی عشق یہ ہے) جب آپ کو دار پر چڑھانے لگے۔ تو خادم نے وصیت چاہی۔ فرمایا کہ نفس کو مشغول رکھو۔ ورنہ وہ تم کو ایسی بات میں مشغول کر مے گا کہ پچھتائے گا۔ آپ کے بیٹے نے وصیت طلب کی۔ تو فرمایا کہ جب اہل جہاں اعمال کی کوشش کریں۔ تو تم ایسی چیز کی کوشش کرو جو تمام جن وانس کے اعمال سے بہتر ہو۔ اور وہ علم حقیقت ہے۔ جب آپ دار پر جانے لگے۔ تو اکڑ اکڑ چلنے لگے۔ لوہے کی بھاری بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں لوگوں نے پوچھا کہ اکڑ کر چلنے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا کہ میں خیرگاہ کو جا رہا ہوں۔ پھر نعرہ لگا کر یہ شعر پڑھتے۔

فندیمی غیر منسوب الی شئی من الحیف
سقانی مثل مایشرب کفعل الضیف بالضیف
فلما دارۃ الکاس دعا بالنطع والسیف
کذا من یشرب الراح من التین بالصیف

روایت ہے کہ جب آپ کو دار کے نزدیک لے گئے۔ تو آپ نے اول دار کو بوسہ دیا۔ پھر سیڑھی پر قدم رکھ کر فرمایا۔ کہ دار مردوں کی معراج ہے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کچھ کہا۔ اس کے بعد مریدوں نے پوچھا کہ ہمارے متعلق آپ کا کیا حکم

ہے۔اور منکروں کے متعلق کیا ارشاد ہے۔فرمایا کہ منکروں کو دو ثواب ہونگے اور تم کو ایک۔کیونکہ تم لوگ میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہو۔مگر منکر لوگ توحید اور شریعت کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور شرع میں توحید اصل اور حسن ظن فرع ہے۔اس کے بعد شبلیؒ آپ کے نزدیک آئے۔اور پوچھا کہ تصوف کیا ہے فرمایا کہ کمتر درجہ تم دیکھ رہے ہو پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کیا ہے۔فرمایا کہ وہاں تک تمہارے رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد ہر شخص نے آپ کو پتھر مارنے شروع کیے۔شبلیؒ نے بھی شریعت کو مدنظر رکھ کر ایک پھول مارا۔آپ نے پھول لگتے ہی آہ کی۔لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں۔پتھروں کی بار آپ نے آہ کی۔فرمایا وہ لوگ جانتے نہیں کہ معذور ہیں۔مگر شبلیؒ جانتے ہیں'اس لئے ان کا پھول مجھ کو گراں معلوم ہوا ہے۔

جب آپ کے ہاتھ دار کی سیڑھی سے جدا کر دئے گئے۔اور کاٹ دئے۔تو آپ ہنسے۔پوچھا کہ یہ ہنسی کا کونسا موقع ہے۔فرمایا کہ نسبت آدم سے ہاتھوں کا جدا کرنا آسان ہے۔ایسے لوگ چاہیں جو ہمارے دست صفات کو قطع کریں۔اس کے بعد آپ کے پاؤں کاٹے گئے۔تو پھر تبسم کیا۔اور فرمایا کہ ان پاؤں کے علاوہ میرے اور پاؤں بھی ہیں۔ان کو کاٹو تو جانوں۔اس کے بعد دونوں خون آلودہ ہاتھ منہ پر مل لئے۔اور فرمایا کہ کثرت کے ساتھ خون نکل جانے کی وجہ سے ممکن ہے میرا چہرہ زرد ہو گیا ہو۔اس لیے میں نے خون ملا لیا ہے۔کہ سرخرو جاؤں۔اور لوگ یہ گمان نہ کریں۔کہ موت سے ڈر کر میرا رنگ زرد ہو گیا ہے۔

جب آپ کی آنکھیں نکال لی گئیں۔تو ایک کہرام مچ گیا۔اس کے بعد آپ کی زبان کو کاٹنا چاہا۔مگر آپ نے فرمایا ذرا صبر کرو۔پھر یہ کہہ کر الٰہی محض تیرے لئے یہ لوگ مجھ کو تکلیف دے رہے ہیں۔تو آپ فضل و کرم سے ان کو محروم نہ رکھ۔کیونکہ ان لوگوں نے تیری شریعت کی خاطر یہ تکلیف دی ہے۔

جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تو آپ کے جسم سے اَنَا الْحَقُّ کی صدا بلند ہونے لگی لوگوں نے کہا کہ یہ حالت بہت خطرناک ہے۔ اور حالت حیات سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ پھر آپ کی لاش کو جلا دیا۔ مگر پھر راکھ سے اَنَا الْحَقُّ کی صدا آنے لگی۔ اس سے اور خطرہ پیدا ہوا۔ آخر آپ کی راکھ کو دجلہ میں ڈال دیا۔ مگر جونہی کہ راکھ دجلہ میں ڈالی گئی۔ اَنَا الْحَقُّ کی صدا پانی سے بلند ہوئی اور دریا جوش مارنے لگا۔

آپ نے پہلے ہی خادم کو وصیت کر دی تھی۔ کہ یہ لوگ میری خاک کو دریا میں ڈالیں گے۔ اور دریا جوش مار کر بغداد کی طرف بڑھے گا۔ اور شہر اور اہل شہر کو غرق کر دے گا۔ پس جب تم ایسی حالت دیکھو۔ تو فوراً میرا پیرہن دجلہ کی طرف کر دینا۔ چنانچہ جب خادم نے یہ کیفیت مشاہدہ کی۔ اور اہل شہر میں ابتری پیدا ہو گئی۔ تو خادم نے دجلہ کی طرف آپ کا خرقہ کر دیا۔ جس کو دیکھتے ہی دریا کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور پانی اپنی اصلی حالت پر چلا گیا۔

جس قدر فتوح آپ کو حاصل ہوئی۔ کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب حسین منصورؒ کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا۔ تو خدا معلوم ان جھوٹے مدعیوں کے ساتھ کیا پیش آئے گا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میدان قیامت میں میں حسین منصورؒ کو جکڑ کر لائیں گے۔ اگر ان کو کھلا رہنے دیا۔ تو آفت برپا کر دیں گے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے درگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ خداوندا کیا سبب ہے کہ تو نے منصورؒ کو ایسی سخت سزا دی۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ ہم نے اس کو ایک راز سے مطلع کیا تھا۔ مگر اس نے راز فاش کر دیا۔ پس ایسے لوگوں کی جو بادشاہوں کے راز کو فاش کریں۔ یہی سزا ہوا کرتی ہے۔

کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا

سلوک کیا۔فرمایا کہ مقام صدق میں ٹھیرا کر انعام و اکرام کیا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے کہ ان کو دار پر چڑھایا۔ کیا سلوک کیا۔تو فرمایا کہ انہوں نے محض حق کے لئے ایسا کیا۔ان پر بھی رحمت کی۔ کیونکہ وہ حق کے لئے معذور تھے۔

نقل ہے کہ جب آپ کو دار پر لٹکایا گیا۔تو ابلیس لعین آپ کے پاس آیا۔اور پوچھا کہ میں نے ''انا خیر'' کہا۔تو طوق لعنت میرے گلے میں ڈالا گیا۔مگر تم نے انا الحق کہا۔تو تم کو مقام صدق میں جگہ ملی ۔اس قدر تفاوت کیا معنی رکھتی ہے۔فرمایا کہ لعین تم نے اپنی طرف سے ''انا'' کا لفظ استعمال کیا۔لیکن میں نے اپنے آپ سے خودی کو مٹا کر ''انا الحق'' کہا۔اس لئے مجھ پر رحمت ہوئی ۔اور تجھ پر ابدلآ باد کی لعنت۔

حالات حضرت ابو بکر واسطیؒ

اپنے عہد کے تمام مشائخ سے کامل واکمل اور شیخ الشیوخ تھے۔ حقائق و معارف میں آپ کا قدم سب سے بڑھ کر تھا۔ توحید و تجرید میں فرد تھے رہنے والے فرغانہ کے تھے۔ مگر واسط میں سکونت اختیار کر لی۔ اسی واسطے واسطی کے نام سے موسوم ہوئے۔ آپ انواع علوم میں کامل تھے۔ آپ کی عبادت غامض۔ اشارات مشکل۔ معانی عجیب اور کلمات بلند رکھتے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں بھی اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ توحید کے متعلق آپ سے بہتر گفتگو کسی نے نہیں کی۔

نقل ہے۔ کہ قریباً ستر شہروں سے جہاں گئے نکالے گئے۔ کیونکہ آپ کا کلام کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔

فرماتے ہیں۔ کہ دینی مسئلہ کی سوچ میں ایک باغ میں گیا۔ تو وہاں ایک جانور میرے سر پر اڑنے لگا۔ میں نے اس کو یونہی پکڑلیا۔ اس کے بعد دوسرا آیا۔ اور میرے سر پر چلانے لگا۔ میں یہ سمجھ کر کہ یہ جانور پہلے جانور کی مادہ یا جفت یا بچہ ہے۔ میں نے ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا لیکن مٹھی کھولنے پر دیکھا کہ وہ جانور مردہ ہے میں بہت دل تنگ ہو گیا۔ ایک سال تک غلطان و پیچاں اور حیران رہا۔ آخر ایک رات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو معاملہ عرض کیا۔ جواب ملا کہ درگاہ رب العزت میں ایک جانور نے تمہاری شکایت کی۔ اس لئے تم پر سرگردانی اور پریشانی غالب کر دی گئی ہے۔ عذر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ آخر کار کچھ عرصہ کے بعد ایک بلی نے آپ کے گھر بچے دیے۔ ایک دن ایک سانپ نے آکر بچے کو منہ میں دبا لیا۔ میں نے بچے کو سانپ سے چھڑالیا۔ اسی دن سے میری حالت بہتر ہونی شروع ہو گئی۔ اور آخر تندرست ہو گیا۔ خواب میں پھر جمال جہاں آرائے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہوا۔ تو معاملہ عرض کیا۔ فرمایا کہ بلی نے

دربار رب العزت میں تمہاری سفارش کی۔تو تم تندرست ہوئے ہو۔

ایک دن پاگلخانے میں ایک پاگل کو دیکھا۔جو نعرہ زنی کر رہا تھا۔آپ نے فرمایا کہ اس قدر و زنی بیڑیاں پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں۔اور پھر خوشی کے ساتھ نعرہ زنی ہو رہی ہے۔پاگل نے جواب دیا۔کہ بیڑی پاؤں میں ہے دل میں تو نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ وہ چیز طلب نہ کرو۔جو تمہاری طلب میں ہے۔اور اس شئے سے ہرگز نہ ڈرو جو خود تم سے ڈرتی ہے۔تم اس سے اسی کو طلب کرو۔جب وہ تمہارا ہو جائے گا۔تو سب چیزیں تمہاری ہو جائیں گی۔

فرماتے ہیں کہ حقیقت میں وہی گفتگو کرے جس کی گفتگو اس میں پہنچ گئی ہو۔اور کلام اس کا کلام نہ رہا ہو۔اور کلام کرنے سے وہ آزاد ہو۔اور یہ شخص یہ جانے کہ کیا' کہاں سے اور کس کو کہتا ہے۔تو ایسے شخص کو بات کرنا واجب نہیں ہے۔اور جس طرح پر کہ عورتوں کو حیض آتا ہے۔مریدوں کو بھی ارادت میں آتا ہے۔جو قول کی وجہ سے ہوتا ہے۔ان میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔جو ہمیشہ اسی حالت میں رہتے ہیں۔اور کبھی پاک نہیں ہوتے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔جو ہمیشہ پاک رہتے ہیں۔ان کو کبھی حیض نہیں آتا۔

فرماتے ہیں۔کہ ہمارا کلام اس شخص کے متعلق ہے۔جو زبان غیب کے حاصل ہونے کا دعوی دار ہے۔مرد ایسا ہونا چاہئے۔کہ بولنے والا خاموش اور خاموش بولنے والا ہو۔اول چشمہ زبان بند کرو۔تو چشمہ دل کھلے۔اس لئے مرد صادق کو پیر کی خاموشی سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔بہ نسبت ان کی گفتگو کے۔

فرماتے ہیں کہ مرید اول قدم میں مختار ہوتا ہے۔مگر آگے بڑھ کر اس کا اختیار باقی نہیں رہتا۔وہ اپنے علم کو جہالت میں دیکھتا ہے۔ہستی سے نیستی میں مشاہدہ کرتا ہے۔اور اختیار کو بے اختیاری میں۔

فرماتے ہیں۔کہ اشارت و عبادت اس کی محرم نہیں ہے۔کیونکہ یہ بات نہ اشارت

سے ہے نہ عبادت سے نہ قال سے ہے نہ حال سے نہ ہستی سے ہے اور نہ نیستی سے۔
فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم چاہو کہ مجاہدہ سے یہ بات سمجھ لو تو ناممکن ہے۔ کیونکہ ولایت ہند اور روم میں مجاہدہ ہے۔ مگر دیار اسلام میں مشاہدہ درکار ہے۔ جس مجاہدہ میں مشاہدہ نہیں ہے وہ مجاہدہ نہیں کہلا سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ وہ کسی چیز کو پیشاب میں دھو کر سمجھ لے کہ پاک ہوگئی اگرچہ اس کا رنگ جاتا رہا۔ مگر وہ بدستور ناپاک ہی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جہاں ایسے لوگوں کا قدم ہے وہاں تمام مرید مشرک ہیں۔ ایمان کی ضد کفر ہے۔ اور توحید کی ضد تشبیہ ہے۔ اور یقین کی ضد شک ہے۔ یہ سب حجاب ہیں اور ایسے مقام پر ہیں۔ جہاں پر سے مرید کو گذرنا اور ان زناروں کو کاٹ ڈالنا ضروری ہے۔

فرمایا ہے۔ کہ جس کام میں تمہارا دل نفس سے موافق ہو۔ اس کام سے دل کو ہٹالو۔ اور نفس کے خلاف کام میں دل کو لگاؤ مقبول ہوگا۔ خواہ وہ اطاعت کی صورت نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں عارف کے حال کے لائق اور مناسب نہیں ہیں۔ زہد۔ صبر۔ توکل اور رضاء۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ چاروں چیزیں قالب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور روح ان سے پاکیزہ منزہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ازل اور ابد کا بندہ بننا اخلاص۔ صفاء صدق اور حیاء کا بندہ ہونے سے بہتر ہے۔ فرماتے کہ راہ حق میں نیست ہو جانا اس بات سے بہتر ہے کہ تجرید و توحید پر نظر ہو۔ اور وہاں منزل یا وقوف یا مشرب گاہ ہو۔ فرماتے ہیں۔ جس شخص نے واحد کی وحدانیت کو دریافت کرلیا۔ وہ حق تعالیٰ کا مقصود ہو گیا جس نے اس کی صفت جلال کو دریافت کیا اس کا مقصود حق تعالیٰ ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک کہنے کا مستحق وہ ہے۔ جو بغیر کسی قصد اور نیت کے راہ حق میں فنا ہو جائے۔ کیونکہ جب وہ اپنی ہستی کو فنا کردے گا۔ تو لفظ یگانگت اس کو حاصل ہو جائے گا۔ فرمایا ہے کہ لوگ چار قسم کے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جنہوں نے پہچانا۔

طلب کیا۔اور پالیا۔ دوسری قسم وہ ہے۔ جنہوں نے طلب کیا۔مگر نہ پایا۔ تیسری قسم وہ ہے۔ جنہوں نے نہ پایا۔مگر کسی اور پر ان کا اطمینان بھی نہ ہوسکا۔ اور چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے پہچانا مگر طلب نہ کیا۔

فرمایا ہے کہ معرفت دو قسم ہے۔ معرفت خصوص اور معرفت اثبات۔ فرماتے ہیں کہ جس نے اس کو پہچان لیا وہ غائب ہوگیا۔ جو دریائے شوق میں غرق ہوا وہ پگھل گیا۔ فرماتے ہیں۔ کہ صادق کی علامت یہ ہے۔ کہ ہمیشہ بھائیوں کے ساتھ رہے۔ مگر دل سے خدا کے ساتھ رہے۔ خلق عظیم کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ کہ نہ کسی سے خصومت ہو۔ اور کسی کو اس سے دشمنی ہو۔ لوگوں نے ایمان کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا کہ چالیس سالوں تک ایمان کو بت پرستی میں چھوڑنا چاہئے۔ تب آدمی ایمان تک پہنچتا ہے۔ پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ فرمایا پیغمبر اسلام روحی فداہ جب تک چالیس سال کے نہ ہوئے ان پر وحی کا نزول نہ ہوا۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ آپ کو ایمان نہ تھا۔ مگر کمال نبوت کے بعد حاصل ہوا جو پہلے نہ تھا۔ لیکن صاحب نفس امارہ ہو۔ اور نفس حدیث نبوی کے مطابق گبر ہے۔ جب تک اس کے کفر سے نجات نہ ہوگی حقیقی ایمان تک نہیں پہنچ سکتے۔ پوچھا گیا۔ کہ آنحضرت کے مقام سے آگے کوئی نکلا یا نہیں۔ فرمایا کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کوئی دعوی کرے۔ تو وہ زندیق ہے۔ درجہ اولیاء انتہاء درجہ نبوت کی ابتداء ہے۔ وفات کے وقت لوگوں نے عرض کی۔ کہ وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ اس بارے میں خدا کا خیال رکھو۔ کسی اور شخص نے وصیت طلب کی۔ تو فرمایا کہ اپنے اوقات اور نفاس کا خیال رکھو۔

حالات حضرت ابوعمر نخیلؒ

آپ اکابر مشائخ وقت اور بزرگان اصحاب تصوف میں سے تھے۔ ورع اور معرفت میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ جنیدؒ کو دیکھا تھا۔ ابو عثمانؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ نقل ہے کہ ایک دفعہ ابو القاسمؒ اور آپ سماع سن رہے تھے۔ آپ نے ابو القاسمؒ سے پوچھا۔ کہ سماع کیوں سنتے ہیں۔ فرمایا کہ سماع سننا اس بات سے بہتر ہے کہ باہم بیٹھ کر غیبت کریں۔ آپ نے عہد کرلیا ہوا تھا۔ کہ چالس سال تک خدائے پاک سے اس کی رضاء کے سواء اور کچھ نہ مانگوں گا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کی لڑکی جو عبدالرحمٰن سلمیؒ کی زوجیت میں تھی۔ بیمار ہوگئی۔ ہرچند علاج کیا گیا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ایک رات شوہر نے ان سے کہا کہ تمہاری بیماری کی دوا تمہارے والد کے پاس ہے۔ اس نے کہا کہ کیسے۔ شوہر نے کہا کہ اگر وہ گناہ کریں تو تم شفایاب ہوسکتی ہو۔ بیوی نے کہا کہ یہ اور عجیب بات ہے۔ شوہر نے کہا کہ چالیس سال ہوئے۔ انہوں نے عہد کر رکھا ہے۔ کہ وہ خداوند اکریم سے اس کی رضاء کے سواء اور کچھ نہ طلب کرینگے۔ پس اگر وہ اپنے عہد کو توڑ کر دعاء کریں تو تم شفا پاسکتی ہو۔ یہ بات سن کر آپ کی لڑکی فوراً باپ کے گھر میں آئی۔ اس وقت آدھی رات کا عمل تھا۔ آپ نے پوچھا کہ بیٹی بیس ۲۰ سال کے بعد ادھر کس طرح آنا ہوا۔ عرض کیا کہ آپ جیسا شخص میرا باپ ہو۔ اور عبدالرحمٰن جیسا شوہر۔ پس میں کیوں نہ اپنی صحت وتندرستی اور زندگانی کو عزیز رکھوں۔ تاکہ آپ دونوں کو دیکھوں۔ اور اسرار الٰہی کو سنوں اور یاد خدا کروں۔ چنانچہ میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں۔ آپ اپنے عہد کو توڑ کر میری صحت کی دعاء کروں۔

بیٹی کی بات سن کر آپ نے فرمایا کہ عہد کا توڑنا روا نہیں ہے۔ اگر تم آج نہ مروگی۔ تو آخر ایک دن مرنا ہے۔ پس مردہ کا مرجانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ جان پدر جاؤ۔ اور مجھ کو

گناہ میں نہ ڈالو۔ اگر میں نے عہد توڑ دیا۔ تو تم منحوس کہلاؤ گی۔ آخر بیٹی مایوس ہو کر اور باپ سے رخصت ہو کر واپس گھر آئی۔ خدا کی قدرت گھر پہنچتے ہی تمام مرض زائل ہو گیا تھا۔ وہ بالکل تندرست ہو گئی تھیں۔ اپنے باپ کے بعد بھی چالیس سال تک زندہ رہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ عبودیت میں کسی کا قدم راسخ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بندہ اپنے تمام کاموں کو ریا اور حالات کو دعویٰ نہ سمجھے۔ فرماتے ہیں کہ جو فرض وقت پر ادا نہ ہو گا اللہ تعالیٰ اس کی لذت حرام کر دیتا ہے۔ یعنی قضا ادا کرنے میں وہ لذت نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کی درگاہ میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ وہ کبھی کوز پشت نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے جو ٹیڑھا کھڑا ہو وہ کبھی سیدھا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ہے کہ جس شخص کی فکر درست ہو گی۔ اس کا کلام صدق سے ہو گا۔ اور اس کا عمل از روئے اخلاص ہو گا۔ فرمایا ہے کہ جو شخص یہ دریافت کرنا چاہے کہ خدا کی درگاہ میں اس کی کس قدر عزت ہے۔ اس سے کہدو کہ وہ اپنے نفس کا امتحان لے کہ خدمت کے وقت اس کے دل میں خدا کا خوف کس قدر ہے۔ جس قدر خوف ہو گا۔ اسی قدر درگاہ الٰہی میں عزت ہو گی۔

فرماتے ہیں کہ توکل کا کمترین درجہ خدا سے حسن ظن رکھنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ تصوف کے معنی اوامر و نواہی کے تحت صبر کرنے کے ہیں۔

حالات حضرت جعفر جالائیؒ

آپ شیخ وقت اور یگانہ طریقت تھے۔ جنیدؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک سوتیس تصوف کے دیوان ہیں۔ پوچھا گیا۔ کہ محمد حکیم ترمذی کا دیوان ہے۔ فرمایا نہیں۔ کیونکہ میں ان کو صوفی نہیں خیال کرتا۔ بلکہ وہ مشائخ کے امین اور مقبول تھے۔ حمزہ علویؒ آپ کے ایک مرید تھے۔ انہوں نے ایک رات گھر جانا چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ آج یہیں رہو مگر حمزہؒ اصرار کر کے چلے آئے۔ کیونکہ وہ صبح کو ایک مرغ اپنے بچوں کے لئے پکانا چاہتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ اگر میں رات یہاں رہوں گا۔ تو صبح کو بچے بھوکے رہیں گے۔ چنانچہ گھر چلے آئے صبح اٹھ کر وہ مرغ ذبح کیا۔ اور پکایا لیکن عین اس وقت جبکہ کھانے کے لئے دستر خوان پر لایا جا رہا تھا۔ کھانا گر گیا۔ اور خراب ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے اٹھ کر بکھرے ہوئے کھانے کو دھو کر کھانا چاہا۔ مگر اسی وقت ایک کتا آ کر اس کو سونگھ گیا۔ اور گوشت اٹھا کر لے گیا۔ آپ اس خیال سے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے سے دیر نہ ہو جائے۔ جلدی جلدی آئے۔ شیخ نے آپ کو دیکھ کر کہا۔ کہ جو شخص محض گوشت کھانے کے خیال سے مشائخ کا دل نہ رکھے گا۔ اس کا گوشت کتے اٹھا کر لے جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ مرید نے اسی وقت توبہ کی۔ ایک رات خواب میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ پوچھا۔ کہ تصوف کیا ہے۔ جواب ملا کہ وہ حالت جس میں عین ربوبیت ہوتے ظاہر ہوتی ہے۔ اور عین عبودیت مضمحل نظر آتی ہے۔ اور کہ تصوف کے معنی نفس کو عبودیت میں ڈال دینے کے ہیں۔ اور بشریت سے جدا ہو کر محض خدا پر نظر رکھنا۔

فرمایا کہ جب تم درویش کو کھانے پر حریض دیکھو۔ تو سمجھ لو کہ تین باتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو وہ گذرے ہوئے وقت میں ایسا نہ تھا جیسا کہ ہونا چاہئے۔ یا اس کے بعد

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

باب نمبر 75

حالات حضرت ابوعبداللہ محمد بن الحسن التروغندیؒ

آپ شاہد صادق۔ عارف عاشق اور یگانہ عہد تھے۔ اکابرین طوس میں سے تھے۔ ورع وتقویٰ اور تجرید میں کامل تھے۔ ریاضت وکرامت بیشمار۔ اور پسندیدہ خلائق رکھتے تھے۔ بہت سے مشائخین سے فیض حاصل کیے۔

فرماتے کہ صوفی خدا کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور زاہد نفس کے اعتبار سے۔ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دینی معرفت کا حصہ اسی حالت کے اعتبار کے لحاظ سے دیا ہے۔ جو اس کو درپیش ہے اور کہ اس کی مدد کا انتظام بلاو مصیبت میں اسی کی معرفت کے لحاظ سے کیا ہے۔ تاکہ مصیبت میں اس کی مدد کر سکے۔ فرمایا کہ معبود مکشوف ہے اور معانی مستور۔ فرمایا ہے کہ جو شخص جوانی میں احکام الٰہی کو ادا نہیں کرتا' بڑھاپے میں حق تعالیٰ رسوا کرتا ہے۔ اور جو شخص صدق دل سے ایک دن کسی جوانمرد کی خدمت کرتا ہے۔ اس کی برکت ساری عمر رہتی ہے۔ پس اندریں حالت اس شخص کا انجام کیا ہوگا۔ جو تمام عمر مردان خدا کی خدمت میں صرف کرتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ خدا تک سوائے خدا کے اور کوئی وسیلہ نہیں۔

فرمایا ہے۔ کہ جو شخص دنیا کو حکومت اور عزت کی خاطر ترک کرتا ہے۔ وہ انتہاء درجہ کی محبت دنیا سے ظاہر کرتا ہے۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ابتدا میں آپ کے والد نے کہا کہ بیٹا۔ تم مفلس ہو۔ اس قدر استطاعت نہیں رکھتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ درویشی طریقے کو چھوڑ دو۔ کیونکہ بوجہ مفلس کے تم مسافروں اور مہمانوں کی خدمت نہ کرسکو گے۔ مگر آپ خاموش رہے۔ ایک دن آپ کے ہاں کچھ مہمان آ گئے۔ مگر گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔ اور شام قریب تھی۔ اتنے میں ایک شخص غیب سے نمودار ہوا۔ اور آٹے کی دس بوریاں اور کچھ دوسرا سامان خور ونوش دے گیا۔ اور کہا کہ فقیروں کی خدمت میں صرف کریں۔ یہ حالت دیکھ کر آپ کے والد نے اطمینان حاصل کرلیا۔ اور ملازمت بھی چھوڑ دی۔ اور اپنے آپ کو خدمت خلق میں لگا دیا۔

جب آپ نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ تو خواب میں دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسجد کی بنیاد رکھی ہے۔ دوسرے دن پھر دیکھا۔ کہ جناب سرور کائنات مع صحابہ کرامؓ تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسجد کو بہت وسیع کر دیا ہے۔

آپ کے دست حق پرست پر کئی ہزار غیر مسلم لوگ ایمان لائے۔ فرماتے ہیں کہ مرد وہ ہے۔ جو لے اور دے۔ آدھا مرد وہ ہے جو نہ دے اور نہ ہی لے۔ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے ہیں۔ بخیل، کاہل اور ملول۔

فرمایا کوشش کرو۔ اگر تم سابقوں میں سے نہیں ہو سکتے۔ تو کم از کم ان کے دوست ہی بن جاؤ۔

نقل ہے کہ ان دنوں ایک شیر کو باندھے ہوئے سرائے کے سامنے سے لئے جاتے تھے۔ آپ نے دیکھ کر شیر سے کہا تم سے گناہ سرزد ہوا ہے کہ گرفتار ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو! اپنی حالت پر بھروسہ نہ کرو۔ شیطان بہت سے جال لے کر تم پر حملہ کرتا رہتا ہے۔ مگر تم ان جالوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ فرماتے ہیں کہ جس شخص پر شہوت نفسانی غالب ہو۔ اس کو نکاح کرنا چاہئے، تاکہ امن میں رہے۔ لیکن میرے نزدیک عورت

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کوشش نہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایمان خاص ہے۔ اور اسلام عام۔ کسی نے پوچھا کہ اگر بادشاہ یا اس کا کوئی آدمی آپ کے پاس کچھ تحفہ لائے۔ اور کہے کہ مال حلال ہے قبول فرمائیں۔ تو کیا۔ آپ قبول کرینگے۔ فرمایا کہ نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنی صلاحیت کو ترک کر دیا ہے۔ اس لئے جب ان کو اپنی صلاح کا خیال نہیں ہے۔ تو وہ دوسروں کی صلاح کے طلب گار کیسے ہو سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں تم کو ہمیشہ شرعی علم کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور جب علم حاصل کر لو تو جو کچھ تم کو معلوم ہے۔ اس کو پوشیدہ مت کرو۔ اور ہمیشہ رضائے الٰہی کے طالب رہو۔ اور علم کو عمل میں لانے کی کوشش کرو۔ ورنہ تم بے جان جسم کی مانند ہو گے۔ زنہار اپنے علم و عمل سے طلب دنیا نہ کرنا۔ جو شخص عمل آخرت سے دنیا کا طالب ہو گا۔ اس کی آبرو جاتی رہے گی۔ اور جو شخص کار دنیا سے آخرت طلب کرتا ہے۔ آخرت میں اس کا نصیب کچھ کم نہ ہو گا۔

فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مسکنت کے لباس میں رہو۔ اور زینت و تجمل کو ترک کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میری امت میں وہ لوگ سب سے بدتر ہیں۔ جو اعصناء کی پرورش کی فکر میں رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ اس امت کا حق تعالیٰ اس وقت تک نگہبان ہے' جب تک یہ امت تین کام نہ کرے گی۔

اول یہ کہ نیک لوگ بڑے لوگوں کی ملاقات کو نہ جائیں۔ دوسرے یہ کہ بہتر لوگ بدتر لوگوں کو بزرگ نہ سمجھیں۔ اور تیسرے یہ کہ اہل طریقت و تابعین امیروں کی طرف اور ظالموں کی طرف رغبت نہ رکھیں۔ اگر ان تینوں احکام کی خلاف ورزی ہو گی۔ تو حق تعالیٰ اس امت پر رسوائی اور خواری کو مسلط کر دے گا۔

فرماتے ہیں کہ نامحرم عورتوں اور مردوں کی طرف ہرگز نظر نہ کرو۔ کیونکہ یہ فعل

شیطان کا ایک تیر ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو تمام مرید خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سب کو فرمایا۔ کہ میں اب دنیا سے جانے والا ہوں۔ تم کو چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ان پر عمل کرنا۔ اول یہ کہ میرے جانشین کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا۔ اور اس کی حکم عدولی نہ کرنا۔ دوسرے یہ کہ روز بلاناغہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ سوم یہ کہ اگر کوئی مسافر آ جائے تو اس کی مقدور بھر عزت اور خاطر و مدارات کرنا۔ چہارم یہ کہ تم آپس میں اتفاق اور محبت سے رہنا اور دلوں کو ٹھیک رکھنا۔ تا کہ گمراہی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

بیان ہے کہ آپ نے ایک کتاب میں توبہ کرنے والوں اور مریدوں اور دوستوں کے نام لکھ رکھے تھے اس کتاب کے متعلق فرمایا۔ کہ میرے ساتھ قبر مین دفن کر دینا۔ چنانچہ وہ کتاب آپ کے پہلو میں رکھ دی گئی۔

وفات کے بعد اکثر بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو جن کے نام میری یادداشت کی کتاب میں تھے۔ بخش دیا۔

آپ ہمیشہ دعاء فرمایا کرتے تھے۔ خداوندا جو شخص کسی حاجت کے لئے یا میری زیارت کے لئے آئے اس کی حاجت کو اپنے فضل و کرم سے پورا کر اور اس پر رحمت فرما۔

حالات حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

آپ کی ذات بابرکات مجمع الصفات تھی۔ سلطان المشائخین اور قطب وقت تھے۔ معرفت توحید اور تحقیق میں کامل تھے۔ ہر وقت آپ مشاہدہ الٰہی میں رہا کرتے تھے۔ نہایت عالی ہمت اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ درگاہ باری تعالیٰ کے نہایت نازپروردہ تھے۔ آپ کا اصلی نام علی اور کنیت ابوالحسن تھا۔

نقل ہے کہ شیخ بایزید بسطامیؒ ہر سال دھستان میں تشریف لے جاتے۔ کیونکہ وہ شہید لوگوں کے مزار تھے۔ جب خرقان پہنچتے۔ تو کھڑے ہو کر سانس بھرتے۔ مریدوں نے عرض کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمایا کہ میں اس جگہ میں ایک مرد خدا کی خوشبو پاتا ہوں۔ جو تین درجہ مجھ سے آگے ہیں۔ وہ عیال کا بار اٹھائیں گے۔ کھیتی باڑی کریں گے۔

ابتدا میں آپ بارہ سال تک ہر روز خرقان میں عشاء کی نماز با جماعت پڑھ کر حضرت بایزیدؒ کی زیارت کو تشریف لے جاتے۔ وہاں پہنچ کر فرماتے کہ خداوندا اس نعمت میں سے ابوالحسن کو بھی حصہ عطا فرما۔ جو تو نے بایزیدؒ کو بخشی ہے پھر وہاں سے لوٹ کر آتے۔ اور صبح کی نماز خرقان میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ واپسی کے وقت پچھلے قدموں پر آتے۔ تاکہ حضرت بایزیدؒ کے مزار کی طرف پشت نہ ہو۔ بارہ سال کے بعد حضرت بایزیدؒ کی مزار مبارک سے آواز آئی کہ ابوالحسن تمہارے بیٹھنے کا وقت آگیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اُمّی ہوں۔ آپ ہمت کریں۔ میں رموز شریعت زیادہ نہیں جانتا۔ جواب ملا کہ ابوالحسن جو کچھ مجھ کو ملا ہے وہ تمہاری برکت سے عطاء ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ یہ کیسے جبکہ آپ مجھ سے تقریباً چالیس سال پہلے ہوئے ہیں۔ جواب ملا کر مجھ کو خرقان میں ایک نور نظر آیا کرتا تھا۔ جو آسمان تک پہنچتا تھا۔ میں تیس سال تک ایک حاجت لے کر درگاہ الٰہی میں کھڑا رہا۔

آخر آواز آئی۔ کہ اس نور کو شفیع لاؤ۔ تا کہ تمہاری حاجت پوری کی جائے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ کا ایک باغ دریا کے سیلاب سے بہہ گیا۔ لیکن جب دریا کا سیلاب کم ہوا۔ تو وہ سب چاندی ہی چاندی کا بنا ہوا تھا۔ آپ نے توجہ نہ کی۔ دوسرے سال پھر ایسا ہی ہوا۔ اور اب کی دفعہ سیلاب کے بعد سب کچھ سونا نظر آیا۔ مگر پرواہ نہ کی۔ تیسرے سال پھر ایسا ہی ظہور میں آیا۔ مگر اب کی دفعہ لعل و جواہر پائے۔ آپ نے دیکھ کر کہا۔ کہ خداوند! ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہ ہو گا۔

ایک دن شیخ المشائخ آپ کے پاس آئے۔ پانی کا بھرا ہوا طاس آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ شیخ المشائخ نے اس طاس میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی باہر نکالی۔ اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے اس مچھلی کو اٹھا کر ایک گرم تنور میں معہ اپنے ہاتھ کے ڈال دیا۔ اور کچھ دیر کے بعد مچھلی کو زندہ نکال لیا۔ اور آپ کے ہاتھ کو بھی آنچ نہ آئی۔ پھر فرمایا۔ کہ پانی سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے یا تنور سے۔ اس کے بعد شیخ المشائخ سے کہا کہ آؤ۔ اس گرم تنور میں کود پڑیں اور دیکھیں کہ کون زندہ نکلتا ہے۔ آخر شیخ المشائخ چپ ہو گئے۔

ایک بار کچھ لوگ سفر کو چلے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضرت ہم سفر پر جاتے ہیں۔ کوئی ایسی دعاء بتا دیں۔ کہ پیش آنے والی بلا سے محفوظ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے بلا کے موقع پر ابوالحسن کا نام لے لینا۔ مگر ان لوگوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور چلے گئے۔ اتفاقاً راہ میں ڈاکوؤں سے مقابلہ ہو گیا۔ سب لوگ خدا کا نام لینے اور بچاؤ کی دعاء مانگنے لگے۔ صرف ایک شخص نے آپ کا نام لیا۔ خداوند کریم نے چوروں کی نظر سے اس کو چھپا دیا۔ اور اس کا تمام سامان بھی محفوظ رہا۔ اور دوسرے لوگ لوٹے گئے۔ چوروں کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے افسوس کیا۔ کہ ہم نے کیوں ابوالحسنؒ کا نام نہ لیا۔ سفر سے آ کر آپ سے وجہ پوچھی۔ کہ باوجود اللہ کا نام لینے کے ہمیں نجات کیوں نہ ملی۔ مگر آپ کا نام لینے والا محفوظ رہا۔ فرمایا کہ تم لوگ

اللہ تعالیٰ کو مجاز پکارتے ہو۔ مگر ابوالحسن کو حقیقی طور پر یاد کیا گیا تھا۔

نقل ہے کہ آپ کے ایک مرید نے آپ سے اجازت چاہی۔ کہ میں کوہ لبنان میں جا کر قطب عالم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ جب وہ شخص منزل مقصود پر پہنچا۔ تو دیکھا کہ کچھ لوگ قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھے ہیں۔ سامنے ایک جنازہ رکھا ہے۔ اس نے پوچھا کہ جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ قطب عالم کا انتظار ہے۔ مرید خوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مرید نے دیکھا کہ اس کے شیخ یعنی ابوالحسن خرقانیؒ تشریف لا رہے ہیں۔ جن کو دیکھتے ہی اس پر دہشت طاری ہو گئی۔ اور اس وقت تک بیہوش رہا۔ جب تک کہ میت کو دفن کرنے کے بعد شیخ چلے نہ گئے۔ ہوش آنے پر اس نے پوچھا۔ کہ یہ کون شخص تھا۔ لوگوں نے کہا کہ شیخ ابوالحسن خرقانی تھے۔ پوچھا کہ پھر کب آئینگے۔ انہوں نے کہا کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کیساتھ یہیں ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں ان کا مرید ہوں۔ مجھ سے قطب عالم کی زیارت کی اجازت طلب کرنے کا گناہ ہو گیا ہے۔ جب شیخ آئیں۔ تو میری سفارش کرنا۔ کہ مجھ کو خرقان میں لے جائیں چنانچہ نماز کے وقت پر شیخ تشریف لائے۔ نماز کے بعد میں نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ اور معذرت طلب کی۔ فرمایا۔ شرط یہ ہے کہ جو کچھ تو نے دیکھا۔ اس کا اظہار نہ کرنا۔

فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی حدیث بیان کرتا ہے۔ تو میری آنکھیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو مبارک پر لگی رہتی ہیں۔ جس حدیث پر آپ ابرو کھینچ لیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

آپ کبھی سماع نہ سنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ کہ ابوسعیدؒ نے کہا۔ اگر اجازت ہو تو کچھ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں سماع نہیں سنتا۔ لیکن خیر تمہاری مرضی ہے تو ایسے ہی سہی۔ غرض قوال نے ایک شعر پڑھا۔ شیخ ابوسعیدؒ نے کہا کہ اٹھنے کا وقت ہے۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے۔

تین بار آستین کو ہلایا اور زمین پر پاؤں مارا۔ اسی وقت تمام در و دیوار اور مکان رقص میں آ گئے۔ شیخ ابو سعید نے کہا کہ بس کیجئے۔ ورنہ تمام بنیاد خراب ہو جائیگی۔ اور پھر کہا کہ خدا کی قسم بس کیجئے۔ آسمان و زمین آپ کے ساتھ رقص کرنے لگیں گے۔ شیخ نے فرمایا کہ سماع اسی کے لئے درست ہے۔ جو اوپر کی طرف عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک جگہ کشادہ دیکھے۔

شیخ بو علی سینا آپ کا شہرہ سن کر خرقان پہنچے۔ مگر آپ کہیں باہر تشریف لئے ہوئے تھے۔ آپ کی بیوی سے پوچھا۔ کہ شیخ کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ اس ملحد و زندیق کا کیا پوچھتے ہو۔ ان الفاظ سے بو علی سینا کا اعتقاد کچھ سست ہو گیا۔ کہ جب بیوی ہی ان کی منکر ہے۔ تو اوروں کا کیا ذکر۔ غرض باہر چلے گئے۔ دیکھا کہ جنگل میں ایک شیر پر سوار اور کچھ بوجھ رکھے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ بو علی سینا نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے۔ فرمایا کہ اگر ہم عورت کا بار نہ اٹھائیں۔ تو شیر ہمارا بوجھ کب اٹھا سکتے ہیں۔ اس قول کو سن کر آپ کا اعتقاد پھر بحال ہو گیا۔

نقل ہے کہ وزیر بغداد عضد؟ والدولہ کے پیٹ میں سخت درد پیدا ہوا۔ ہر چند علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار آپ کی جوتیوں سے اس کے پیٹ کو دبایا گیا۔ تو آرام ہو گیا۔

نقل ہے کہ محمود غزنوی شیخ کی زیارت کے لئے خرقان پہنچا۔ اور شہر کے باہر سے شیخ کی طرف پیغام بھیجا کہ سلطان غزنی سے یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ تم گھر سے نکل کر اس کا استقبال کرو۔ اور اگر وہ انکار کریں۔ تو اَطِیعُوا للّٰہَ وَاَطِیعُو الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ پڑھنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا۔ مگر آپ نے پھر بھی انکار کیا۔ اور کہا کہ اَطِیعُوا للّٰہَ میں ہی اس قدر ہوں۔ کہ اَطِیعُو الرَّسُوْلَ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اندریں حالت اُولِی الْاَمْرِ کا کیا ذکر۔ یہ بات سن کر محمود غزنوی نے کہا کہ خدا کی قسم یہ شخص ان لوگوں میں سے ہرگز نہیں۔ جن کا ہم گمان کرتے تھے۔ پھر اپنا

لباس اور سواری ایاز کو دے دی اور ایاز کا لباس خود پہن کر اپنے آپ کو جناب شیخ کے در دولت پر پہنچایا۔ اور سلام کیا۔ شیخ نے جواب دیا۔ مگر تعظیم کو کھڑے نہ ہوئے۔ اور نہ اس سے کلام کیا پوچھا کیا وجہ ہے۔ فرمایا یہ سب تمہارا جال ہے۔ اور میں اس میں نہیں پھنس سکتا۔ پھر محمود کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا۔ اور باقی سب کو باہر نکال دیا۔ محمود نے کہا کہ بایزیدؒ کی نسبت کچھ فرمائیں۔ آپ نے بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ شفاعت سے بیخوف ہو گیا۔ محمود نے کہا کہ کیا بایزید پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بڑھ کر ہیں۔ ابوجہل اور ابولہب نے ان کو دیکھا۔ مگر ان کی شفاعت نہ کی گئی۔ فرمایا کہ ادب کرو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے ان کے چاروں صحابہ کرام کے اور کسی نے نہ دیکھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. محمود کو یہ بات پسند آئی۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں۔ فرمایا کہ چار باتوں کا خیال رکھو۔ ممنوعات سے پرہیز کرو۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ سخاوت کو شیوہ بناؤ۔ اور خلق خدا پر شفقت رکھو۔ پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عاقبت کو محمود کرے۔ اس کے بعد محمود نے اشرفیوں کی تھیلی نظر کی۔ اور کہا کہ قبول کریں۔ آپ نے فوراً جو کی روٹی جو خشک تھی سامنے رکھ دی۔ اور کھانے کا حکم دیا۔ محمود جب کھانے لگا۔ تو روٹی حلق میں اٹکنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ روٹی حلق میں اٹکتی ہے؟ محمود نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ تم چاہتے ہو۔ کہ تمہاری طرح یہ اشرفیوں کی تھیلی ہمارے حلق میں اٹکے۔ بس ان کو اٹھالو۔ ہم اس کے خواہشمند نہیں ہیں۔ پھر محمود نے کہا۔ کہ مجھ کو اپنی کوئی یادگار عنایت فرمائیں آپ نے ایک پیراہن دے دیا۔ پھر رخصت کے وقت شیخ نے اٹھ کر تعظیم دی۔ محمود نے پوچھا کہ میرے آنے کے وقت آپ نے تعظیم نہیں کی۔ اب کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ اس وقت تم غرور شاہی کے ساتھ آئے تھے۔ مگر اب انکسار اور درویشی کے ساتھ جاتے ہو۔ جس کی تعظیم میرے لئے ضروری ہے۔

کہتے ہیں کہ جب محمود نے سومنات کے میدان میں اپنی افواج کو بزدل دیکھا اور خوف ہوا۔ کہ شاید شکست نہ ہو جائے تو زمین پر سر بسجدہ گر پڑا۔ اور وہی پیراہن جو ہر وقت ساتھ رکھتا تھا۔ نکال کر رکھ لیا۔ اور دعا کی کہ خداوندا اسی پیراہن والے کی طفیل فتح و نصرت عطاء کر۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ دعاء کے بعد محمود اٹھا۔ تو اس کی فوج کی حالت کچھ سے کچھ ہو چکی تھی۔ دفعتہً حملہ کیا۔ اور میدان کو فتح کر لیا۔ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ فرمارہے ہیں۔ محمود تم نے ہمارے پیراہن کی آبرو درگاہ الٰہی میں کھودی۔ اگر تم چاہتے تو تمام کافر اس کی بدولت مسلمان ہو جاتے۔

ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آواز سنی کہ اے ابوالحسن تمہارا جو حال ہے وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ ہم وہ خلق کو کہہ دیں گے۔ آپ نے جواب دیا۔ خداوندا تیری مرضی ایسی ہے تو ایسی ہی سہی۔ میں بھی تیرے کرم اور تیری رحمت کے متعلق جو کچھ جانتا ہوں' خلقت کو کہہ دوں گا۔ تا کہ تجھ کو کوئی سجدہ ہی نہ کرے۔ آواز آئی کہ نہ تم ہمارا راز کہو۔ اور نہ ہم تمہارا راز بیان کریں گے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر وہ حالت جو میری اس کے ساتھ ہے۔ خلقت سے بیان کردوں۔ تو وہ عمل سے ہاتھ اٹھالیں۔ اور اگر وہ حالت بیان کروں۔ جو اس کی میرے ساتھ ہے تو اس کی مثل ایسی ہوگی' جیسے کہ روئی کے ڈھیر میں آگ کی چنگاری۔ مگر میں پسند نہیں کرتا۔ کہ اپنے آپ میں ہو کر اس کی بات کو زبان سے کہوں۔ اور شرم آتی ہے کہ اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی بات بیان کروں۔ میں اس قافلے میں سے نہیں ہوں۔ جس کے سردار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں کہ خلقت کے لئے اول و آخر ہے۔ جو کچھ اول میں کریں گے' آخر میں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ مگر حق تعالیٰ نے مجھ کو ایسا وقت دیا ہے۔ جو اول و آخر کا خواہشمند نہیں ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ بہشت و دوزخ نہیں ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہاں تک میری رسائی ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں مخلوق ہیں۔ اور

جہاں میں ہوں وہاں کسی مخلوق کی رسائی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں خاص لوگوں سے اسی لیے بیان نہیں کرتا۔ کہ وہ پردہ دری کریں گے اور عوام سے اس لئے نہیں کہتا کہ ان کو راہ نہ ملے گی۔ اور اپنے آپ سے اس لئے نہیں کہتا۔ کہ اس کو غرور پیدا ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ اگر تم کرامت تک پہنچنا چاہو۔ تو ایک روز کھاؤ۔ اور تین دن نہ کھاؤ۔ پھر ایک روز کھاؤ اور پانچ دن نہ کھاؤ۔ پھر ایک دن کھا کر چودہ دن نہ کھاؤ۔ پھر ایک دن کھاؤ۔ اور ایک مہینہ فاقہ کرو۔ پھر ایک روز کھا کر چالیس روز نہ کھاؤ۔ پھر ایک دن کھاؤ۔ اور چار ماہ تک نہ کھاؤ۔ پھر ایک روز کھا کر ایک سال تک نہ کھاؤ اس وقت کوئی چیز سانپ کی طرح منہ میں کچھ رکھے ہوئے ظاہر ہوگی۔ اور تمہارے منہ میں رکھ دے گی۔ اس کے بعد اگر کبھی کچھ نہ کھاؤ تو ٹھیک ہے' پھر فرمایا کہ میں مجاہدہ میں قائم تھا۔ اور میرا پیٹ خشک ہو گیا تھا۔ کہ اتنے میں وہ سانپ ظاہر ہوا۔ میں نے عرض کی کہ خداوندا میں بواسطہ کوئی چیز طلب نہیں کرتا۔ اسی وقت ایک حلاوت سی میرے پیٹ میں پیدا ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ خدا تعالٰی کے نزدیک مرد وہ ہے جو خلقت کے نزدیک طفل ہو۔ اور جو شخص خلقت کی نگاہ میں مرد ہے۔ وہ وہاں نامرد سمجھا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ عافیت تنہائی میں ہے۔ اور سلامتی خاموشی میں۔ پھر فرمایا کہ جس نے مجھ کو پہچان لیا اور دوست رکھا اس نے حق کو دوست رکھا۔ اور جو شخص مردان خدا کی صحبت میں رہا۔ وہ گویا اللہ تعالٰی کی صحبت میں رہا۔

فرماتے ہیں کہ جب میں نے عبادت میں لطف پایا۔ تو میری زبان توحید حق تعالٰی میں کشادہ ہوگئی۔ اس وقت میں نے زمین و آسمان کو اپنے گرد طواف کرتے دیکھا۔ مگر افسوس کہ خلقت اس سے ناواقف اور غافل ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ندا آئی۔ کہ اے ابوالحسن خداوندی کے سوا باقی سب

کچھ تجھ کو دیدونگا میں نے عرض کیا کہ الٰہی اس لینے دینے کے جھگڑے میں بیگانوں کی باتیں ہیں۔ درمیان سے اڑا دے۔ فرمایا کہ لوگ وہ حال بیان کرتے ہیں جوان کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر ابوالحسن وہ باتیں بیان کرتا ہے جو حق تعالیٰ کی اس کے ساتھ ہیں۔ تیس سال ہوئے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے باتیں کررہا ہوں۔ حالانکہ میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔ بلکہ باطن میں حق تعالیٰ سے متوجہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ چت لیٹا ہوا تھا کہ میرے منہ میں کوئی چیز قطرہ قطرہ ٹپکنے لگی۔ اور اس کی حلاوت میرے باطن میں ظاہر ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ میرا مواخذہ حق تعالیٰ کے مواخذہ سے زیادہ سخت ہے۔ وہ عالم کو پکڑتا ہے لیکن میں اس کے دامن کبریائی کو پکڑتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میرے دل پر عشق کا ایک ایسا نشان ہے۔ کہ میں جہان میں کوئی ایسا محرم نہیں پاتا ہوں جس سے بیان کروں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا۔ کہ ابوالحسن میرے پاس جو کچھ چاہو مانگو۔ میں کہوں گا کہ خداوندا تو اعلم ہے۔ پھر کہے گا۔ کہ ہم نے تمہاری ہمت تم کو دے دی۔ پس جو چاہو مانگو۔ میں کہوں گا۔ کہ الٰہی ان لوگوں کو جو میرے وقت میں تھے۔ اور میرے بعد قیامت تک میری زیارت کو آئے۔ یا انہوں نے میرا نام سن لیا۔ میں ان لوگوں کو چاہتا ہوں۔ حق تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ تم نے دنیا میں وہ کیا' اس لئے اب ہم بھی وہی کریں گے۔ پس حق عالی میری خواہش کے مطابق سب کو میرے سامنے کرے گا۔ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ آگے جاؤ۔ مگر میں عرض کروں گا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں آپ کے تابع فرمان تھا۔ اب بھی تابع فرمان ہوں۔ آپ کے درجے کی انتہا کسی نے نہیں دیکھی۔ پھر نورانی فرش بچھا دیا جائے گا۔ جس پر وہ سب لوگ جن کو میں نے چاہا' بیٹھیں گے۔

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ندا کرے گا۔ کہ ابوالحسن ہمارا مہمان عزیز ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جس کسی نے میرے حوض کا پانی پی لیا۔ یا میری زیارت زندگی

میں کی یا بعد زندگی کے کی یا جس نے میری باتیں سنیں اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قیامت میں اس سے حساب کتاب نہیں لیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ خداوند تو نے مجھ کو اپنے لئے پیدا کیا۔ اور میں بھی تیرے لئے پیدا ہوا۔ پس تو مجھ کو کسی مخلوق کا شکار نہ کر۔ تیرے بعض بندے نماز اور طاعت کو دوست رکھتے ہیں۔ بعض حج جہاد بعض علم اور سجادہ کو۔ مگر مجھ کو صرف یہ عطا کر کہ میری زندگی اور دوستی محض تیرے ہی لئے ہو۔

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جوانمردوں کے دل پر ایک ایسا بوجھ رکھ دیا ہے۔ کہ اگر اس کا ایک ذرہ تمام مخلوق پر ڈال دیا جائے۔ تو تمام خلقت اسی بوجھ کے نیچے فنا ہو جائے۔ اور زمین پر اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ وہ اس کی یاد کرتے ہیں۔ تو کائنات میں ایک تہلکہ برپا ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ علم کی صورتیں دو ہیں۔ ایک علم ظاہر اور دوسرا علم باطن۔ علمائے باطن کا حق تعالیٰ کے ساتھ ایک راز ہے۔ جہاں تک خلق کی رسائی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ علم ظاہر کو ترک کر کے علم باطن کو اختیار نہ کیا جاوے۔ فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے۔ جس کی رغبت دنیا و آخرت کسی طرف بھی نہ ہو۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں فقر سے کم تر درجہ کی ہیں۔ دل کو ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جوانمردی ایک دریا کی مانند ہے۔ جس سے تین چشمے ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ اول سخاوت۔ دوم خلق اللہ پر شفقت۔ اور سوم خلقت سے بے نیازی اور خدا کی طرف نیازمندی۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقیر تھے۔ فقر کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ ہم نے بھی فقر ہی کو لازم کیا ہے۔ عالم لوگوں کا یہ کہنا کہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہم ہیں۔ آپ نہائت سخی۔ نیک خلق۔ بے خیانت اور بے طمع ملجائے خلق تھے۔ خیر وشر کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے تھے۔ اپنے وقت کے اسیر نہ تھے۔ جس بات سے خلقت ڈرتی تھی اس سے نہ

ڈرتے تھے۔ جس بات کی خلقت امید رکھتی ہے۔ اس کی بھی امید نہ رکھتے تھے۔ اور نہ کسی بات پر غرہ کرتے تھے۔ یہی صفات جوانمردوں کی ہیں۔

پھر فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دریائے بے نہایت ہیں۔ اگر اس دریا کا ایک قطرہ بھی باہر نکل آئے۔ تو عالم غرق ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ جس قافلے میں ہم ہیں۔ اس قافلے کے آگے خود ذات باری تعالیٰ ہے اور آخر میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اور درمیان میں کتاب وسنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ پس نہایت مبارک ہیں وہ لوگ جو اس قافلے میں ہیں۔

فرماتے ہیں کہ خلق کہتی ہے۔ کہ یہاں سے عاقبت میں وہ چیز لے جاؤ جو وہاں کے لائق ہو۔ اور حال یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو وہاں لے جائی جا سکتی ہو۔ یہاں سے صرف غریبی اور نیستی ہی لے جائی جا سکتی ہے۔ اہل آسمان و زمین کی اطاعت سے وہاں کیا زیادتی ہوگئی ہے۔ جو تمہاری اطاعت سے ہو جائے گی۔ پس کس لئے اپنی اطاعت کی گردن بلند کرتے ہو۔ تم کو صرف اس قدر معاملہ درکار ہے۔ کہ شریعت تمہاری دامنگیر نہ ہو۔ اور صرف اس قدر علم درکار ہے۔ کہ اوامر ونہی کو پہچان لو۔ یقین صرف اس قدر درکار ہے۔ کہ سمجھ لو کہ تمہاری روزی تم تک بہر حال پہنچ جائے گی۔ زہد صرف اس قدر کافی ہے کہ سمجھ لو جس قدر میں کھاتا ہوں۔ یہی میری روزی ہے۔ اگر تم چاہو۔ کہ زمین و آسمان اور اس کے رہنے والوں کو جان کر خدا کو جانو۔ تو راستہ بہت لمبا ہو جائے گا۔ جس کا طے کرنا تم پر دشوار ہو جائے گا۔ اس لئے نور یقین کو رہبر بناؤ۔ تا کہ راستہ چھوٹا ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ صوفی کے لئے ننانوے عالم ہیں۔ ان میں سے ایک عالم عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہے۔ اور مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔ پس باقی اٹھانوے عالموں کا کیا ذکر ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ صوفی بمنزلہ دن کے ہیں۔ جن کو آفتاب کی ضرورت نہیں۔ چاندنی رات کی مانند ہیں مگر چاند اور ستاروں سے بے نیاز ہیں۔ فرماتے ہیں کہ راستے دو

ہیں۔ایک گمراہی کا اور دوسرا ہدایت کا۔گمراہی کا راستہ بندہ سے لے کر خدا تک ہے۔اور ہدایت کا راستہ خدا سے لے کر بندے تک ہے۔جو شخص کہتا ہے کہ میں اس تک پہنچ گیا۔وہ نہیں پہنچا۔اور گمراہ ہے۔لیکن جو یہ کہتا ہے۔کہ میں وہاں تک پہنچا دیا گیا ہوں۔وہ ہدایت پر ہے۔اور ممکن ہے۔کہ وہ پہنچ گیا ہو۔

فرماتے ہیں کہ جس نے اس کو پا لیا وہ نیست ہو گیا۔مگر نہیں مرا۔فرماتے ہیں کہ عشق کا ایک ذرہ عالم غیب سے آیا۔اور تمام اہل محبت کے سینوں میں دوڑا۔مگر کسی کو محرم نہ پایا۔تو پھر غیب کی طرف واپس چلا گیا۔فرماتے ہیں کہ ہر سو سال کے بعد ایک بندہ رحم مادر سے نکلتا ہے۔جو حق تعالیٰ کی یگانگت کو پہچانتا ہے۔فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے دل میں ماسوی اللہ کے کوئی اور چیز ہے'اگر وہ سراپا اطاعت ہو'پھر بھی مردہ دل ہے۔فرماتے ہیں کہ دین میں شیطان سے اتنا فتنہ پیدا نہیں ہوتا ہے جتنا کہ دو شخصوں سے۔اول عالم حریص۔اور دوم زاہد جو بے علم ہو۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خدا تعالیٰ کو کہاں دیکھا۔فرمایا کہ جہاں میں نے اپنے آپ کو نہ دیکھا۔فرمایا کہ معرفت تین قسم کی ہوتی ہے۔اول معرفت شریعت آمیختہ۔دوسری معرفت برابر شریعت۔اور تیسری معرفت شریعت سے بلندتر پس مرد عارف ایسا ہونا چاہئے جس نے تینوں قسم کی شریعت کی راہیں دیکھی ہوں۔تاکہ ہر شخص کو خاطر خواہ جواب دے سکے۔

فرماتے ہیں کہ روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔خاموش زیادہ۔بات کم کرو۔

فرماتے ہیں۔کہ کوشش کرو۔تاکہ اس جہان سے کوچ کرنے کے وقت اپنے اوپر تین حالتیں دیکھو۔اول محبت الٰہی میں اپنے آنسو خون کی مانند دیکھو۔دوم اس کی ہیبت سے اپنے پیشاب کو خون کی مانند دیکھو۔سوم یہ کہ اس کی اطاعت میں تمہاری ہڈیاں اور جسم بالکل گداختہ ہو جائیں۔اور اس طرح اس کو یاد کرو۔کہ دوبارہ یاد نہ کرنا پڑے۔مطلب یہ کہ کسی وقت بھی فراموش نہ کرو۔تاکہ استغفار سے کام لینا

پڑے۔ فرماتے ہیں کہ مریدوں کی غایت کمال تین باتیں ہیں۔ اول یہ کہ اپنے آپ کو ایسا سمجھے کہ حق تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ اور کسی کو ایسا نہ سمجھے۔ جیسے کہ وہ اپنے آپ کو جانتا ہے۔ دوم یہ کہ تم حق تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہو۔ تیسرے یہ کہ تم کچھ نہ ہو۔ سب کچھ وہی ہو۔ اور کوئی بات منہ سے نہ کہو۔ جب تک کہ مخاطب اللہ تعالیٰ کو نہ سمجھو۔ اور کوئی بات نہ سنو۔ جب تک کہ کہنے والا خدا کو نہ دیکھے۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا دل خدا کی طرف متوجہ ہے۔ اور تمام دنیا تمہارے پاس ہو تو کچھ حرج واقع نہ ہو۔ اس طرح متوجہ ہو۔ فرماتے ہیں۔ کہ جب اپنے آپ کو خدا کے پاس دیکھو تو یہ وفاء ہے۔ اگر خدا کو اپنے پاس رکھو تو فناء ہے۔ اور جب خدا ہی خدا کو دیکھو۔ اپنا آپ نظر نہ آئے۔ تو بقاء ہے۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے خلقت کو اپنے فعل سے آگاہ کیا۔ اگر اپنی ذات سے واقف کر دیتا تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا کوئی نہ رہتا۔ سب کی سب خلقت حیرت و ہیبت میں غرق ہو جاتی۔

فرماتے ہیں کہ درویش وہ ہے۔ جس کے دل میں اندیشہ ہے۔ مگر گفتار نہ ہو۔ سنے مگر شناسائی نہ ہو۔ کھائے مگر کھانے میں مزہ نہ ہو۔ حرکت و سکون، غم و شادی اس کو لائق نہ ہو۔ فرمایا کہ لوگ رات دن اس کی عبادت میں مصروف رہیں اور کہتے رہیں کہ اس کو ڈھونڈتے ہیں، مگر ڈھونڈنے والا وہ ہے جس کو وہ ڈھونڈے وہی اس کی عبادت میں ہے۔

فرمایا کہ منہ پر خاموشی کی مہر لگاؤ۔ خدا کے سوا کسی کی بات نہ کرو۔ اسی طرح دل پر مہر لگاؤ۔ اس کے خیال کے بغیر اور کوئی خیال دل میں نہ آئے۔ اسی طرح تمام اعضاء پر مہر لگاؤ۔ تاکہ تمہارے اعمال اخلاص سے ہوں۔ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جس کا دل اس سے چھین لیا گیا ہے۔ اس کا تن ایسا ہے۔ جو اس سے لے لیا گیا ہے۔ اور سوختہ جان رکھتا ہے۔ فرمایا کہ جو کچھ خدا کے لئے کرو گے وہ اخلاص ہے۔ جو خلقت کے لئے کرو گے وہ ریاء ہے۔ فرماتے ہیں۔ عمل ایک شیر ہے۔ جب اس کی گردن

پر پاؤں رکھ دو گے۔ تو لومڑی کی مانند ہو جائے گا۔ فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ." مگر یہ نہ فرمایا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر طلب خدا کرو۔ فرماتے ہیں کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ تک راہ ہے۔ صاحب علم وقلم۔ صاحب خرقہ وسجادہ۔ صاحب کسب۔ فرماتے ہیں کہ سستی آدمی کو تباہ کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ خرقہ اور کمبل پہننے والے تو بہت ہیں۔ مگر دل کا ٹھیک ہونا۔ عمل میں اخلاص ہونا کارے دارد کا مصداق ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر خرقہ پہننے اور جو کی روٹی کھانے سے مرد بن جاتے۔ تو تمام حیوان مرد ہوتے۔ کیونکہ ان کو بوری پہنائی جاتی ہے۔ اور جو کھلاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ خلقت کی طاعت تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ نفس۔ دل۔ زبان۔ اس لئے ان تینوں کو ہمیشہ خدا کی طرف مشغول رکھو۔ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں' مگر مردہ ہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں' جو اگرچہ قبر میں دفن ہیں' مگر زندہ ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو عاشق ہوا۔ اس نے خدا کو پالیا۔ اور اپنے آپ کو فراموش کر دیا۔ اور جو کچھ لوح محفوظ میں ہے وہ خلائق کا نصیب ہے۔ جوانمردوں کا نصیب وہ نہیں ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔ بلکہ حق تعالےٰ ان سے ایسی باتیں بیان کرتا ہے۔ جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں کہ بعض لوگ قران کی تفسیر میں محو ہیں۔ لیکن جوانمرد اپنی تفسیر میں محو ہوتے ہیں۔ اور کہ عالم وہ ہے جو اپنا عالم ہو۔ نہ کہ علم کا۔ لوگوں نے مکر کے معنی پوچھے۔ فرمایا کہ مکر اس کا لطف ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا فعل اپنے دوستوں کیساتھ مکر نہیں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جوانمرد وہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کو ہزار نعمت عطاء کرے اور دوسرے کو ایک نعمت دے۔ تو وہ اس ایک نعمت کو بھی اپنے بھائی پر نثار کر دے۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کو موت کا خوف ہے۔ فرمایا کہ مردہ کو موت سے کیا خوف ہوسکتا ہے۔ مریدوں سے فرمایا کہ اگر لوگ تم سے سوال کریں۔

کہ ابوالحسن کی صحبت سے تم کس بات کے خواہشمند ہو۔تو کیا جواب دو گے۔سب مریدوں نے اپنی اپنی دانست کے مطابق جواب دیا۔آخر آپ نے فرمایا۔کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے۔کہ جوانمردلوگوں کی صحبت سے تم کیا چاہتے ہو۔تو میں کہوں کہ میں انہی جوانمردوں کو چاہتا ہوں۔آپ نے کسی سے پوچھا۔کہ تم خدا کو دوست رکھتے ہو یا خدا تم کو دوست رکھتا ہے۔جواب دیا کہ میں دوست رکھتا ہوں۔فرمایا اگر دوست ہے تو جا کر اس کے گرد طواف کرو۔کیونکہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے۔وہ ہر وقت اسی کے در پے رہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر دل وہ ہے۔جس میں کوئی بدی نہ ہو۔لوگوں نے پوچھا کہ معراج میں حق تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔اے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اس سے برتر ہوں کہ میں نے تم سے کہا کہ مجھ کو پہچانو۔اور تم اس سے برتر ہو۔کہ میں نے کہا خلقت کو میری طرف دعوت دو۔

لوگوں نے پوچھا کہ اس کا نام کیسے لیتے ہو۔فرمایا بعض لوگ فرمانبرداری سے نام لیتے ہیں۔بعض نفس سے بعض دوستی سے بعض خوف ورجاء سے۔کیونکہ وہ سلطان ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے۔فرمایا عین ناکامی میں زندگی بسر کرنا۔پوچھا کہ بندگی کی علامت کیا ہے۔فرمایا کہ جہاں میں ہوں' خداوندی کا نشان ہے' بندگی کا کوئی پتہ نہیں۔پوچھا فقر کی علامت کیا ہے۔فرمایا کہ دل سیاہ ہو۔کیونکہ سیاہی کے اوپر کوئی دوسرا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔

توکل کے متعلق پوچھا۔تو فرمایا کہ شیر و اژدہا' آتش و دریا اور تکیہ پانچوں چیزیں یکساں نہ ہوں۔کیونکہ عالم توحید میں سب ایک ہیں۔حتی الامکان توحید میں کوشش کرو۔فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے میں نے اپنے لئے کھانا تیار نہیں کیا ہمیشہ مہمانوں کے لئے تیار کرتا ہوں۔اور اپنے آپ کو ان کا طفیلی سمجھتا ہوں۔کیونکہ اگر

تمام جہان کی نعمت کا لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھ دیں۔ تو بھی اس کے حق سے کم ہے۔ نقل ہے کہ آپ کو بارنجاں کھانے کی بہت خواہش تھی۔ مگر نہ کھاتے تھے۔ آخر ایک دن والد کے اصرار کرنے پر کھالی۔ اس دن آپ کے صاحبزادے کو کسی نے قتل کر دیا۔ اور اس کا سر آستانہ پر لٹکا دیا۔ جب آپ نے یہ حال دیکھا۔ تو بلند آواز میں فرمایا کہ ہاں ہم نے جو دیگ رکھی ہے اس میں اس سر کی بھی ضرورت ہے۔ پھر والد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیوں میں نہ کہتا تھا۔ کہ میرا معاملہ خدا کے ساتھ ایسا آسان نہیں ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ بارنجاں کھالو۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی مسجد اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے۔ فرمایا بروئے شریعت سب یکساں ہیں۔ مگر بروئے معرفت اس مسجد کی حالت بہت طول ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دوسری مسجدوں میں سے ایک نور نکل کر آسمان کی طرف جاتا ہے۔ مگر اس مسجد پر ایک نور کا قبہ بنا ہوا ہے۔ اور آسمان سے نور الٰہی اس طرف آتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز ندا سنی۔ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو شخص تمہاری مسجد میں آئے گا۔ اس پر دوزخ کو حرام کر دیا جائے گی۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو کہنے لگے۔ کاش میرا یہ خون دل لوگوں کو چیر کر دکھا دیا جاتا تاکہ وہ جان لیتے کہ اللہ کے ساتھ بت پرستی ٹھیک نہیں ہے۔ رحلت کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ میری قبر تیس گز نیچے کھودنا کیونکہ یہ زمین بسطام کی زمین سے اونچی ہے۔ تاکہ بایزیدؒ کی قبر سے میری قبر اونچی نہ ہو۔ اور بے ادبی نہ سمجھی جائے۔

بعض لوگوں نے شیخ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ میرا اعمالنامہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میں نے کہا کہ خداوندا مجھ کو اعمالنامہ میں مشغول کرتا ہے۔ حالانکہ عمل سے پیشتر تو جانتا ہے کہ میں کیا کروں گا۔ میرا نامہ اعمال کراماً کاتبین کو دیدے۔ وہ پڑھیں اور مجھ کو چھوڑ دیں۔ تاکہ تیرے

ساتھ عیش کروں۔

محمد بن الحسین فرماتے ہیں۔ کہ میں بہت اندوہگین ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بالکل نہ ڈرو۔ اگر میں تم سے پہلے مر جاؤنگا تو تمہارے مرنے کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔ چنانچہ محمد بن الحسین کے صاحبزادے فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے والد نے وفات کے وقت وعلیکم السلام کہا۔ ہم نے پوچھا کس سے کلام کرتے ہو۔ تو کہا کہ شیخ ابوالحسن خرقانی اپنے وعدہ کے مطابق تشریف لائے ہیں۔ اور چند جوانمردوں کے ہمراہ ہیں۔ یہ کہہ کر رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

All rights reserved. ©2002-2006

حالات حضرت ابوبکر شبلیؒ

آپ دنیا میں سر تا سر مست تھے۔ آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی۔ ریاضت و کرامات اور رموز و اشارات بیحد وحساب ہیں۔ زمانے کے مشائخ کو دیکھا تھا۔ ان کی صحبت خاص کی تھی۔ علوم طریقت میں عالم بے بدل تھے۔ امام مالک کے مذہب پر تھے۔

آپ کے حال میں کبھی ضعف فتور نہ آیا۔ آتش شوق کی شدت کسی حال میں بھی کم نہ ہوئی۔

آپ کی عمر تقریباً ستتر ۷۷ سال کی تھی۔ اور ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ آپ نے عامتہ الناس اور اور جاہل لوگوں کے ہاتھ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ لوگ جس طرح حسین منصور کی ہلاکت کے قصد میں رہا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کے متعلق رہا کرتے تھے۔ آپ کے واقعہ کی ابتداء یوں مذکور ہے۔ کہ نہاوند میں ایک امیر تھا۔ جو بغداد میں آیا اور چند لوگوں کے توسط سے دربار شاہی میں پہنچ کر انعام حاصل کیا۔ واپسی کے وقت امیر کو چھینک آئی۔ تو اس نے خلعت سے ناک صاف کر لیا۔ بادشاہ نے یہ حال دیکھ اسی وقت خلعت کو واپس لے لیا۔ اور سخت ناراض ہو کر اس کو نکال دیا۔ جب یہ حال شبلیؒ کو معلوم ہوا۔ تو خیال کیا کہ جو شخص ایک انسان کی بخشی ہوئی خلعت کو خراب کرتا ہے اس کو اس قدر ذلت اور رسوائی اٹھانی پڑتی ہے۔ مگر جو شخص احکم الحاکمین کی عطاء کی ہوئی خلعت کو خراب کرے گا وہ کس قدر عقاب کا مستحق ہو گا۔ آپ اسی وقت بادشاہ کے دربار میں گئے اور کہا کہ اے بادشاہ باوجود مخلوق ہونے کے تو اپنی عطاء کی ہوئی خلعت کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا۔ حالانکہ تیری خلعت کی قدر و قیمت سب کو معلوم ہے۔ پس خداوند عالم کس طرح گوارا کر سکتا ہے۔ کہ میں اس کی عطا کی ہوئی خلعت دوستی اور ولایت کو تجھ جیسے کی خدمت سے

خراب کروں یہ کہہ کر باہر نکل آئے اور بادشاہی ملازمت کو ترک کر دیا۔ توبہ کر لی۔ اور ایک خاص حالت طاری ہو گئی۔ چونکہ آپ شیخ جنیدؒ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اس لئے آپ کو انہی کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ ان کی خدمت میں پہنچے۔ تو کہا گوہر آشنائی کا پتہ آپ کے پاس دیا گیا ہے۔ یا بخش دیجئے یا بیچ ڈالیں۔ جنیدؒ نے فرمایا۔ اگر بیچتا ہوں تو تم قیمت ادا نہیں کر سکو گے۔ اگر بخش دوں۔ تو بلا مشقت تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔ اور تم اس کی قدر نہ جان کر خراب کر دو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ مردانہ وار اس دریائے بے نہایت میں کود پڑو۔ تاکہ مشقت صبر اور انتظار سے وہ گوہر تم کو بھی مل جائے۔ پھر عرض کیا کہ کیا کروں شیخ نے فرمایا کہ ایک سال تک گندھک بیچو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ سال کے بعد شیخ نے حکم دیا۔ کہ ایک سال تک دریوزہ گری کرو۔ چنانچہ آپ ہر ایک دروازے پر گئے۔ مگر کسی نے کچھ نہ دیا۔ سال کے بعد واپس آ کر سارا حال عرض کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ تم نے اپنی قدر و قیمت خلقت کی نگاہ میں دیکھ لی۔ اب ان کا رخ نہ کرنا۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ چونکہ تم نے نہاوند میں شاہی ملازمت کے سلسلہ میں حکومت کی ہے۔ اس لئے وہاں جا کر ہر ایک آدمی سے معافی مانگو۔ چنانچہ نہاوند میں تشریف لے گئے۔ اور ہر گھر پر جا کر ہر ایک انسان سے معافی مانگی۔ مگر ایک شخص رہ گیا۔ وہ نہ مل سکا۔ اس کے عوض میں ایک لاکھ درم صدقہ کئے۔ مگر پھر بھی دل کو قرار نصیب نہ ہوا۔ چار سال کے بعد جواب ملا۔ کہ ابھی تم سے حکومت کی بو آتی ہے۔ ایک سال اور گدائی کرو۔ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز گدائی کر کے شیخ کے پاس لے جاتا۔ شیخ وہ سب کچھ فقیروں اور درویشوں میں بانٹ دیتے۔ مگر مجھ کو بھوکا رکھتے اور کچھ نہ دیتے۔ سال گذر جانے کے بعد فرمایا۔ کہ میں تم کو اس شرط پر اپنی خدمت میں رکھوں گا۔ کہ درویشوں کی خدمت کرو۔ چنانچہ ایک سال تک خدمت کرتا رہا۔ بعد ایک سال کے پوچھا۔ کہ ابوبکر اب تمہاری قیمت تمہارے نفس کے خیال میں کس قدر ہے۔ عرض کیا کہ اپنے

آپ کو کمترین خلائق دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اب تمہارا ایمان درست ہوا ہے۔ نقل ہے کہ ابتداء میں آپ لوگوں کو کہتے۔ کہ جو شخص اللہ کہے گا۔ اس کا منہ شکر سے بھر دونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کرتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اللہ کا لفظ سن کر کہنے والے کا منہ چاندی یا سونے سے بھر دیتے۔ مگر کچھ مدت کے بعد فرمایا کہ جو کوئی اللہ کا نام لے گا۔ اس کا سرتن سے جدا کر دونگا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا حالت ہے۔ پہلے تو تم چاندی۔ سونا اور شکر دیا کرتے تھے۔ اب تلوار سے سر کاٹتے ہو۔ فرمایا میں سمجھتا تھا۔ کہ وہ حقیقت میں اللہ کہتے ہیں۔ لیکن اب مجھ کو معلوم ہو گیا کہ وہ غفلت اور عادت کے طور پر کہتے ہیں۔ پس میں گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص اس کا نام غفلت یا خراب زبان سے لے اس کے بعد آپ جہاں کہیں "اللہ" کا نام لکھا دیکھتے۔ وہاں بوسہ دیتے اور تعظیم کرتے۔ ہاتف نے آواز دی کہ کب تک نام کے پیچھے رہو گے۔ اگر طالب ہو۔ تو مسمی کی طلب کرو۔ یہ ندا سن کر عشق اور اشتیاق کی آگ بھڑک اٹھی۔ آپ دجلہ میں کودے مگر پانی نے باہر پھینک دیا۔ آگ میں کودے۔ مگر آگ نے بھی نہ جلایا۔ ہر طرح ہلاکت کی کوشش کی۔ مگر ناکام البتہ بیقراری کا غلبہ ہوتا جاتا تھا۔ اور دیوانگی طاری ہو گئی۔ کئی دفعہ آپ کو زنجیروں سے جکڑ کر باندھا۔ مگر قرار نہ آنا تھا نہ آیا۔ مدت تک پاگل خانہ میں مقید رکھا۔ مگر آپ کہتے کہ تم لوگ مجھ کو دیوانہ کہتے ہو۔ لیکن میری نظر میں تم سب دیوانے ہو۔ ایک دفعہ آگ لے کر کعبہ کی طرف چلے اور کہنے لگے۔ میں جا کر خانہ کعبہ کو جلاتا ہوں۔ تا کہ لوگ خداوند کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ایک دفعہ کہنے لگے۔ کہ میں چاہتا ہوں بہشت و دوزخ کو جلا دوں۔ تا کہ لوگ بغیر کسی ڈر یا لالچ کے عبادت الٰہی بجا لائیں۔ ایک دفعہ کئی دن اور رات متواتر ایک درخت کے گرد رقص کرتے رہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا حالت ہے۔ فرمایا ایک فاختہ کوکو کر رہی تھی۔ میں بھی ہو ہو کرنے لگ گیا۔ ایک دن دست پناہ لے کر اپنی ابرو کا گوشت نکال رہے تھے۔ کہ جنیدؒ نے دیکھ کر پوچھا۔ کیا کر رہے

ہو۔فرمایا کہ حقیقت ظاہر ہوگئی۔مگر میں اس کی تاب نہیں رکھتا۔میں اس لئے نکالتا ہوں۔کہ شاید ایک ساعت مجھ کو دیدیں۔

نقل ہے کہ ایک دن شبلیؒ کی موجودگی میں شیخ جنیدؒ کے مریدان کی تعریف کر رہے تھے۔شیخؒ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک مردود کی اس قدر تعریف کرنے میں غلطی کر رہے ہو۔پھر شبلیؒ کو باہر نکال دیا۔اور مریدوں سے کہا کہ میرا ان کو نکال دینا اس تعریف سے جو تم کر رہے تھے۔ہزار گونہ زیادہ اچھا ہے۔تم لوگ اس کو تلوار مار رہے تھے۔میں نے ڈھال سامنے کر دی تاکہ وہ ہلاک نہ ہوں۔

ایک روز نئے کپڑے پہنے۔مگر تھوڑی دیر کے بعد ان کو اتار کر آگ میں ڈال دیا۔پوچھا یہ کیوں۔فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَطَبُ جَھَنَّمَ" چونکہ میرے دل نے ان کپڑوں کی طرف رغبت کی ہے۔اس لئے مجھ کو غیرت آئی اور آگ میں جلا دیا۔جب آپ کی حالت میں قوت آگئی۔تو سخن تحقیق لوگوں پر آشکارا کرنے لگے۔جنیدؒ نے آپ کو ملامت کی۔اور کہا کہ ہم لوگ تو ان باتوں کو کوٹھڑیوں میں محفوظ رکھتے ہیں۔مگر تم بر سر عام بیان کرتے ہو۔آپ نے کہا کہ میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں۔دونوں جہان میں میرے سوا اور کوئی ان کا سننے والا نہیں ہے۔جنیدؒ نے فرمایا اگر یہ حالت ہے۔تو پھر درست ہے۔آپ ہمیشہ اللہ اللہ کہا کرتے تھے۔ایک درویش نے کہا کہ لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰــہُ کیوں نہیں کہتے۔آپ نے نعرہ لگایا اور کہا میں ڈرتا ہوں۔کہ مبادا پر ہی میری روح قبض کر لی جائے۔اور اللّٰــہ کا لفظ نہ کہنے پاؤں۔درویش پر اس کلام نے بہت اثر کیا۔وہ اسی وقت لرز کر راہی عالم جاودانی ہوا۔اس کے رشتہ دار آپ کو پکڑ کر دارالخلافت میں لے گئے۔اور قصاص کا دعویٰ کیا۔جب بادشاہ نے آپ سے پوچھا۔کہ کیوں تم سے قصاص نہ لیا جائے۔تو فرمایا کہ درویش کی جان آتش عشق کے شعلہ سے بقائے جلال حق کے انتظار میں جل گئی۔جمال مشاہدہ کی رجاء اس کے نقطہ جان پر گری۔

اس میں شبلیؒ کا کیا گناہ۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔ کہ اس شخص کو میرے سامنے سے لے جاؤ۔ اس کی باتوں سے مجھ پر ایسی حالت طاری ہوگئی ہے۔ کہ مبادا میں بے ہوش ہو جاؤں۔ جو شخص آپ کی خدمت میں توبہ اور سلوک حاصل کرنے کی نیت سے آتا۔ آپ اس کو کہتے کہ توکل پر بے زادِ مرحلہ حج کو چلے جاؤ۔ جب واپس آؤ گے تو ہماری مجلس میں رہنا۔ لوگوں نے کہا کہ اس طرح سے لوگوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ فرمایا کہ ان کا مقصد میرے پاس آنے میں نہیں ہے۔ اگر ان کی منشا شبلیؒ ہے ہے۔ تو یہ بت پرستی ہے۔ اگر ان کا مقصد طلب حق ہے۔ پس اگر وہ اس سفر سے واپس آ جائیں گے۔ تو سفر کا مجاہدہ ان کو اس قدر ٹھیک کر دیگا۔ جو یہاں دس ۱۰ سالوں میں میسر نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہ اس سفر میں مر گئے۔ تو ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

ایک روز حالت سکر میں تھے۔ آپ نے شیخ جنیدؒ کے گھر جا کر ان کی دستار مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے۔ فرمایا میری نظروں میں یہ اچھی معلوم ہوئی۔ مگر میں نہیں چاہتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز اچھی لگے غیرت اسی کا نام ہے۔ ایک دن شیخ کے گھر میں گئے۔ آپ کی اہلیہ شانہ کر رہی تھیں۔ شبلی نے شانہ چھیننا چاہا۔ آپ کی اہلیہ نے پردہ کرنا چاہا۔ مگر شیخ نے فرمایا کہ نہ سر ڈھکو اور نہ پردہ کرو۔ کیونکہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہیں۔ ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ اسی طرح ایک اور موقع پر شیخ کے گھر تشریف لائے۔ تو شیخ نے اہلیہ سے کہا۔ پردہ کر لو کیونکہ آج کل وہ اپنے آپ میں ہے۔ شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں نے دیکھا۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبلیؒ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ شیخ نے آپ سے پوچھا۔ کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ فرمایا کہ میں شام کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھ کر "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ...... رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ." پڑھتا ہوں۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے۔ طبیب نے کہا کہ ذرا پرہیز سے کام لیں۔ فرمایا

روزی سے اگر پرہیز مطلوب ہے تو ناممکن ہے۔ اگر غیر رزق سے پرہیز مطلوب ہے تو وہ میرے پاس پہنچ ہی نہیں سکتا۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ کے لئے آپ غائب ہو گئے۔ ہر چند تلاش کی گئی۔ مگر نہ ملے۔ آخر ایک مخنث خانہ میں دیکھا۔ پوچھا یہ کونسی جگہ ہے۔ فرمایا میری یہی جگہ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی طرح دین میں بھی نہ مرد کا درجہ رکھتا ہوں نہ عورت کا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ توحید مجرد کا حال زبان فیض ترجمان سے سنا دیں۔ فرمایا افسوس ہے تم پر عبادت سے توحید مجرد کا حال بتانے والا ملحد ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرنے والا مشرک ہے۔ اوراس کی طرف ایماء کرنے والا بت پرست۔ اس کے بارہ میں بات کرنے والا غافل۔ اوراس سے خاموش ہونے والا جاہل مطلق ہے۔ تصوف کے متعلق پوچھا۔ تو فرمایا کہ صوفی کو اس زمانہ کی طرح رہنا چاہئے جب وہ وجود ہی میں نہ آیا تھا۔ اور کہ تصوف شرک ہے۔ تصوف کے معنی دل کا غیر کے خیال سے محفوظ رہنے کے ہیں۔ اور صوفی وہ ہے۔ جو خلق سے منقطع۔ اور حق سے متصل ہو۔

محبت کے معنی پوچھے۔ تو فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ سب محبوب کی راہ میں لٹا دو۔ فرمایا جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور محبوب کی محبت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طرف دھیان کرے۔ تو وہ محبوب کا مذاق اڑاتا ہے۔ فرمایا ہے کہ معرفت تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول حق تعالیٰ کی معرفت جو اس کی محتاج ہے۔ دوسری نفس کی معرفت جو ادائے فرائض کی محتاج ہے۔ تیسری وطن کی معرفت جو کہ احکام قضاء و قدر پر راضی ہونے کی محتاج ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ کسی بلا کا عذاب کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کو کسی عارف کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ فرماتے ہیں عارف وہ ہے۔ جو کبھی تو ساتوں آسمان اور زمین کو اپنی پلک کی نوک سے اٹھالے۔ اور کبھی ایک مچھر کی تاب نہ لائے۔ فرماتے ہیں کہ عارف کا نشان نہیں ہوتا۔ اور محب کو شکوہ نہیں ہوتا۔ بندے کو دعویٰ نہیں ہوتا۔ ڈرنے والے کو قرار نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ عارف بغیر حق

تعالیٰ کے نہ تو بولتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے۔ سوائے ذات حق کے کسی کو اپنے نفس کا محافظ نہیں پاتا۔ اور اس کے غیر سے کوئی بات نہیں سنتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کا زمانہ موسم بہار کی مانند ہے۔ جس میں بجلی کڑکتی ہے۔ بادل برستا ہے۔ ہوا چلتی ہے پھول کھلتے ہیں۔ جانور چہچہاتے ہیں۔ اسی طرح عارف بھی آنکھ سے روتا لب سے ہنستا۔ دل سے جلتا۔ اور سر سے ناز کرتا ہے۔

دعوت کے متعلق فرمایا۔ کہ تین قسم کی ہے۔ دعوت علم۔ دعوت معرفت۔ دعوت معائنہ۔ مگر علم ایک ہی ہے۔ کہ اپنے نفس کو جانو۔ عبادت علم کی زبان ہے۔ اشارت معرفت کی زبان ہے۔ علم الیقین وہ ہے۔ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کی زبان بابرکت سے ہم تک پہنچا۔ عین الیقین وہ ہے۔ جو بغیر کسی واسطہ کے انوار ہدایت سے اسرار القلوب میں پہنچتا ہے۔ اور حق الیقین وہ ہے۔ جس تک اس عالم میں رسائی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے۔ جو سوائے ذات حق کے کسی اور چیز سے متوجہ نہ ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ شریعت یہ ہے۔ کہ اس کی عبادت کرو۔ طریقت یہ ہے۔ کہ اس کی طلب کرو۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کو دیکھو۔ اور سب سے بالاتر ذکر یہ ہے کہ مذکور کے مشاہدہ میں ذکر کو بھی بھول جائے۔ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ دنیا کو فراموش کر دے۔ آخرت کو یاد نہ کرے اور زہد کے معنی ہیں کہ اشیاء سے دل کو پھیر کر خالق اشیاء کی طرف متوجہ کر لیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ صادق کی علامت یہ ہے کہ حرام چیز کو منہ سے نکال ڈالے۔ فرمایا ہے کہ بندہ جب تک بندہ کی آنکھ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو عبودیت کے درجے تک رہتا ہے۔ مگر جب صفات حق تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے۔ تو پھر مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ مگر گوشہ نظر سے دیکھنا حرمان ہے۔ جوانمردی کے متعلق فرمایا۔ کہ اپنے آپ سے بڑھ کر خلقت کی صلاحیت کے طلب گار ہو۔ ایک روز آپ اپنے غلبہ شوق میں متحیر تھے۔ جنیدؒ نے فرمایا کہ شبلی اگر دنیا کے کام حق تعالیٰ میرا

کام مجھ پر ہی چھوڑ دے۔ تو راحت پاؤں۔ یہ سن کر شیخ جنیدؒ نے فرمایا۔ کہ شبلیؒ کی شمشیر سے خون ٹپکتا ہے۔ ایک دفعہ علی الصبح باہر گئے۔ تو ایک نوخیز حسین عورت کو ننگے سر دیکھا۔ آپ نے کہا۔ کہ اے گل سر بہ پوش۔ ''عورت نے جواب دیا کہ یا شیخ ''گل سر نمے پوشد'' (پھول سر نہیں ڈھانکتا ہے) عورت کا یہ جواب سن کر نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان سے سبحان اللہ کا لفظ نکلا۔ اللہ کا نام سنتے ہی وہ عورت لرز کر گری اور جاں بحق تسلیم ہوگئی۔ ایک دن ایک شخص یا رَبَّ یا رَبَّ کہہ رہا تھا۔ فرمایا کب تک یا رب یا رب کہتے رہو گے۔ وہ کہتا ہے ''عَبۡدِیۡ''۔ اس کی کلام سنو۔ اس نے کہا ''عبدی''۔ کا لفظ سن کر جواب دے رہا ہوں۔ فرمایا۔ کہ تب تم ٹھیک کہتے ہو۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مجھ کو وضو کراؤ۔ وضو کرانے میں لوگ ڈاڑھی کا خلال کرنا بھول گئے۔ مگر آپ نے یاد دلایا۔ ساری رات یہ شعر پڑھتے رہے

کل بیت انت ساکنی غیر محتاج الی السّراج.

وجھک المامول حجّتنا یوم تاتی النّاس با الحجّ

(مطلب یہ کہ جس گھر میں تو ساکن ہے۔ اس کو چراغ کی ضرورت نہیں۔ جس دن لوگ اپنی اپنی دلیل اور حجت لائینگے۔ مگر تیرا پر جمال منہ جس کی ہم کو امید ہے۔ ہماری حجت ہے)۔ آپ کی وفات سے پیشتر ہی بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ فرمایا۔ عجیب حالت ہے۔ کہ مردہ لوگ زندہ کی نماز جنازہ کو آئے ہیں۔ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہو۔ فرمایا کہ جب غیر کا وجود ہی نہیں۔ تو نفی کس کی کروں لوگوں نے کہا کہ کلمہ کے بغیر چارہ نہیں۔ فرمایا کہ بادشاہ محبت فرماتا ہے کہ میں رشوت قبول نہیں کرتا۔ اس کے بعد ایک شخص نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ فرمایا تعجب ہے۔ کہ مردہ زندہ کو تلقین کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ محبوب تک پہنچ گیا ہوں۔ اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ

ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ نکیرین کے سوال کا تم نے کیا جواب دیا۔فرمایا کہ جب وہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے۔تو میں نے کہا کہ وہ جس نے تم کو اور تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے دادا یعنی آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو اور تم نے کیا۔ ایک اور بزرگ نے دیکھ کر پوچھا۔ کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔فرمایا کہ میرے تمام دعووں پر محاسبہ نہیں کیا مگر ایکبار میری زبان سے یہ جملہ نکلا۔ کہ بہشت سے باز رہو۔اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں۔ اس پر مجھ کو عتاب کیا اور فرمایا کہ سب سے بڑھ کر خسارہ یہ ہے کہ لوگ میرے دیدار سے محجوب رہیں۔

ایک اور بزرگ نے خواب میں پوچھا۔ کہ بازار آخرت کو تم نے کیسا پایا۔فرمایا اس بازار میں خستہ جگر اور شکستہ دل لوگوں کی رونق ہے۔ یہاں جلے ہوئے کو مرہم ملتی ہے۔ٹوٹے ہوئے جوڑ دیتے ہیں۔اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حالات حضرت ابو النصر سراجؒ

آپ عالم عارف ہیں۔شیخ وقت تھے۔آپ کا لقب طاوس الفقراء ہے۔انواع علوم میں کامل و ماہر تھے۔ریاضات و معاملات میں شان عظیم رکھتے ہیں۔بہت سے مشائخین کرام کو دیکھا۔اور ان سے فیض حاصل کیا تھا۔صاحب تصنیف بھی ہیں۔شہر طوس کے رہنے والے تھے۔رمضان میں جب آپ بغداد میں تشریف لائے۔تو مسجد شونیزیہ کا ایک حجرہ آپ کو دیدیا گیا۔اور درویشوں کی امامت آپ کے سپرد کر دی۔خادم ہر روز ایک روٹی آپ کو پہنچایا کرتا تھا۔جب رمضان کا مہینہ ختم ہو گیا۔اور آپ عید کے دن چلے گئے تو آپ کے حجرے میں وہی روٹیاں جو خادم دے جایا کرتا تھا۔بدستور پڑی دیکھیں۔ان میں سے ایک بھی آپ نے نہ کھائی۔

ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں معرفت کی گفتگو ہو رہی تھی۔سامنے آگ جل رہی تھی۔کسی بات میں آپ کو لطف آ گیا۔اور بے تحاشا سجدے میں گر پڑے۔اور آپ کے ہاتھ اور منہ آگ پر پڑے۔مریدوں کو خوف ہوا۔کہ شاید آگ جلا دے گی۔مگر جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا۔تو بال تک بیکا نہ ہوا تھا۔حالانکہ کتنا ہی عرصہ تک آپ سجدے میں پڑے رہے۔سجدے سے سر اٹھا کر فرمایا۔کہ جس نے درگاہ الہٰی میں اپنی آبرو کھودی ہو۔اس کو آگ نہیں جلا سکتی۔بلکہ عاشق لوگوں کے دل کی آگ سے خود دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ آدمی آداب میں تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک اہل دنیا۔دوسرے اہل دین۔تیسرے اہل خصوص۔

فرماتے ہیں۔کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس سے گذرے گا۔اس کی مغفرت ہو گی۔چنانچہ اسی غرض سے اہل طوس جہاں آپ کا مزار مبارک ہے۔اپنے تمام جنازوں کو پہلے آپ کے مزار مبارک کے پاس لاتے اور پھر دفن کرتے ہیں۔آپ کی باتیں

بے شمار ہیں۔ مگر بخوف طوالت تبرکاً چند الفاظ لکھے جاتے ہیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

باب نمبر 80

حالات حضرت ابو العباس قصابؒ

آپ درگاہ الٰہی کے ناز پروردہ تھے۔ صدیق وقت شیخ عالم اور محترم مشائخین میں سے تھے۔ مروت وفتوت میں کامل۔ ریاضت و کرامات میں شان الٰہی رکھتے تھے۔ ابوسعید ابوالخیرؒ کے مریدوں میں سے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے آزادی اور روزی طلب کرتا ہے۔ مگر میں بندگی اور بھوک طلب کرتا ہوں۔ آزاد معرض خطر میں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے تمہارے درمیان صرف ایک ہی بات کا فرق ہے۔ تم لوگ ہم سے کہتے ہو۔ مگر ہم اس سے کہتے ہیں۔ تم لوگ ہم کو دیکھتے ہو۔ ہماری بات سنتے ہو۔ مگر ہم اس کو دیکھتے اور اس کا کلام سنتے ہیں۔

فرماتے ہیں جو مرید کسی درویش کی ایک خدمت کرتا ہے۔ تو وہ سو رکعت نماز سے افضل ہے۔ ایک لقمہ کم کھانا سو رکعت نماز نفل سے افضل ہے۔ ایک دفعہ علوم ظاہری کا ذکر فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ وہ ایسا جوہر ہے۔ جس پر تمام انبیاء کی دعوت رکھی گئی ہے۔ اگر اس کا ایک ذرہ پردہ توحید سے ظاہر ہو جائے۔ تو آدمی اپنی ہستی ہی سے جاتا رہے۔ وہ نہ معرفت ہے۔ نہ بصیرت۔ نہ نور نہ ظلمت۔ نہ فنا' بلکہ ہست ہی ہست ہے۔

فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردہ نہیں۔ بلکہ تمہاری آنکھوں کا نصیب مردہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ دنیا پلید ہے۔ مگر دنیا سے بڑھ کر اس شخص کا دل پلید ہے۔ جس کو حق تعالیٰ نے دنیا کے عشق میں مبتلا کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں اگر قیامت کے دن حساب کتاب میرے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ تو دیکھو کہ کیا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ فخر آدم اور قرۃ العین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں وہ مجھ پر فخر کریں گے کہ یہ ہماری اولاد میں سے ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

چسم روشن ہوگی کہ میں ان کی امت سے ہوں۔فرماتے ہیں کہ میرا طائر بزرگ ہے میں اس سے ہرگز باز نہ رہوں گا۔جب تک کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک میرے طائر کے ماتحت نہ آجائیں گے۔(اس کلام کے وہی معنی ہیں۔جب کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ میرا سوا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سے بھی بڑا ہے)فرماتے ہیں۔کہ ایک سجدہ جواس کی ہستی اور میری نیستی کے ساتھ مجھ سے ہو جائے۔تو میں اس کو نہایت عزیز رکھوں گا۔ان تمام سے زیادہ عزیز ہے۔جو ازل سے پیدا ہوئے یا قیامت تک پیدا ہونگے۔لوگوں نے پوچھا کہ جب اہل بہشت' بہشت میں اور اہل دوزخ' دوزخ میں چلے جائیں گے تو جوانمرد لوگ کہاں ہونگے۔فرمایا جوانمرد وہ ہے جس کی جگہ نہ دنیا میں ہو۔اور نہ آخرت میں۔ایک شخص نے خواب میں قیامت دیکھی۔وہاں اس نے شیخ کو ڈھونڈا۔مگر کہیں نہ دیکھا۔صبح اس نے یہ خواب آپ سے بیان کیا۔فرمایا کہ جب ہم کچھ ہیں ہی نہیں۔تو وہاں تم کیسے ہم کو دیکھ سکتے ہو۔ایک روز آپ خلوت میں تھے۔کہ موذن کے الفاظ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ آپ کے کان میں پہنچے۔تو فرمایا کس قدر سخت ہے۔کہ صدر و پیشگاہ سے دروازے پر آنا پڑتا ہے۔پھر آکر نماز پڑھی۔

حالات حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد الصوفی الخواصؒ

آپ کی ذات بابرکات یگانہ عہد مختار اولیاء اور بزرگوار تھی۔ طریقت میں آپ کو بیحد دخل حاصل تھا۔ حقیقت میں کامل و اکمل رئیس المتوکلین آپ کا لقب مشہور عام ہے۔ شیخ جنیدؒ اور نوریؒ کے ہمعصر تھے۔ بہت سے مشائخ کبار کو دیکھا تھا معاملات و حقائق میں صاحب تصنیف ہیں۔ بارہا توکل و تجرید پر بے زاد مرحلہ جنگل طے کئے۔ ۲۹۱ھ میں شہر رے میں وفات پائی چونکہ آپ زنبیل بنایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو خواص کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام نے مجھ سے صحبت رکھنا چاہی۔ مگر میں نے پسند نہ کیا۔ مبادا توکل میں خلل پڑ جائے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ کہ ایک عورت کو غلبات وجہ میں ننگے سر دیکھ کر کہا اے عورت سر کو ڈھانک لے۔ اس نے کہا کہ تم آنکھ کی حفاظت کرو۔ میں نے کہا کہ میں عاشق ہوں۔ اور عاشق لوگ آنکھ بند نہیں کرتے اس نے کہا کہ میں مست ہوں۔ اور مست کو پردے سے کیا کام۔ میں نے پوچھا کہ کس شرابخانہ کا خمار ہے۔ کہا کیا اور بھی کوئی شراب خانہ ہے۔ دونوں عالم میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ میں نے کہا میرا ساتھ چاہتی ہو۔ جواب دیا کہ خام طمع نہ کرو۔ میں مرد کو نہیں ڈھونڈتی۔

لوگوں نے آپ سے حقیقت ایمان پوچھی۔ فرمایا کہ اس وقت جو جواب دونگا وہ عبادت ہوگی۔ مگر مجھ کو معاملہ سے جواب دینا چاہئے۔ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ تاکہ اپنے سوال کا جواب حاصل کرسکو۔ چنانچہ چند آدمی آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جنگل میں پہنچے تو روزانہ روٹیاں اور تھوڑا سا پانی کہیں سے آجاتا۔ وہ ہم کو دیدیتے۔ ایک دن ایک جنگل میں کسی بزرگ کو دیکھا۔ جونہی اس بزرگ نے آپ کو دیکھا۔ تو سواری کو ترک کردیا۔ پاس پہنچ کر تھوڑا عرصہ باتیں کیں۔ پھر وہ بزرگ چلا گیا ایک شخص نے پوچھا۔ حضرت یہ کون تھے۔ فرمایا کہ

کر۔ گویا آپ ہی کی برکت سے یہ فتوح حاصل ہوئی۔ پس ہم دونوں نے کھانا کھایا اور مکے پانچ کروہ خانہ کعبہ کا مجاور بن گیا۔ فرماتے ہیں کہ راہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔ جو بغیر زادمرحلہ کے سفر کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا اس عمر میں یہ کیا جنوں ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے گروہ میں ایسے بھی ہیں۔ جو توکل پر چلتے ہیں جیسے کہ تم ہو۔ میں نے پوچھا کہ توکل کیا ہے۔ تو کہا کہ خداوند تعالیٰ سے ہر ایک چیز لینا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر کر رہا تھا۔ راہ میں انار کے درخت دیکھ کر میرا جی انار کھانے کو چاہتا تھا۔ مگر انار ترش تھے۔ میں نے نہ کھائے۔ تھوڑا سفر طے کرنے کے بعد ایک بے دست و پا ضعیف کو دیکھا۔ جس کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اور بھڑیں اس کو ستا رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ اگر تم چاہو۔ تو تمہارے لئے اس بلا سے رہائی کی دعا کروں۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کیوں۔ تو کہا کہ دوست کی پسند کو میں پسند کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔ اگر چاہو تو ان بھڑوں کو تم سے علیحدہ کر دوں تا کہ ڈنگ نہ ماریں۔ کہا پہلے اپنے آپ سے شیریں انار کھانے کی آرزو کو الگ کر لو۔ پھر میری سلامتی کی فکر کرنا میں نے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن جنگل میں بہت بھوکا تھا۔ ایک اعرابی نے آ کر کہا۔ کہ اے فراخ شکم کھانے کا اس قدر تقاضا کیوں ہے۔ میں نے کہا کہ اتنے روز سے بھوکا ہوں۔ اعرابی نے کہا کیا تو نہیں جانتا۔ کہ دعویٰ مدعی لوگوں کے پردے کھول دیتا ہے۔ تجھ جیسے کو دعویٰ توکل سے کیا کام ہے۔ فرماتے ہیں کہ فارغ ہاتھ اور فارغ دل طلب کرو۔ اور جہاں چاہو جاؤ۔ فرمایا کہ عالم وہ ہے جو علم پر عمل کرے۔ اور سنت کی پیروی کرے۔ خواہ اس کا علم کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ تمام علم دو باتوں میں جمع ہے۔ اول یہ کہ جس بات کی تکلیف تم سے اللہ تعالیٰ نے لے لی ہے۔ اس کے لئے تکلیف مت کرو۔ (مثلاً روزی) دوسرے یہ کہ جو بات تم پر فرض کی گئی ہے۔ اس کے ادا کرنے میں

غفلت نہ کرو۔ فرمایا کہ توکل کے معنی مردوں کو زندہ کرنے والے کے سامنے ثابت قدم رکھنے کے ہیں۔ فرمایا کہ صبر کے معنی احکام شریعت کے متعلق عبودیت میں ثابت قدم رہنے کے ہیں۔ فرمایا کہ محبت کے معنی ارادہ کا محو ہو جانا۔ تمام صفات و حاجات بشریہ کا جل جانا ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دل کی دوا پانچ باتوں میں ہے۔ (۱) قرآن پڑھنا۔ اور اس میں غور و فکر اور تدبر کرنا۔ (۲) پیٹ کو خالی رکھنا۔ (۳) تہجد کی نماز پڑھنا۔ (۴) صبح کے وقت دعا اور تضرع سے کام لینا۔ (۵) نیک لوگوں سے صحبت رکھنا۔ لوگوں نے پوچھا متوکل کی طمع ہوتی ہے۔؟ فرمایا چونکہ نفس کی طبیعت ہے۔ اس لئے وہ جد و جہد کرتا ہے۔ مگر اس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ طمع کی قطع کر دینے کی قوت ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ لوگوں کے قبضہ قدرت میں ہے اس سے ناامید ہو جائے۔ آخر عمر میں آپ کو دستوں کی بیماری لگ گئی۔ دن رات میں ساٹھ بار غسل کرتے۔ جب حاجت سے فارغ ہوتے۔ غسل کرتے۔ اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ آخر غسل کرتے کرتے پانی ہی میں آپ رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا باوجود عبادت اور توکل کے جب دنیا سے گیا تو طہارت کے ساتھ گیا۔ اسی وجہ سے مجھ کو سب کا ثواب دیا گیا۔ لیکن طہارت کی وجہ سے ایسی جگہ اتارا۔ جو سب سے عالی تر ہے۔ اور ندا کی گئی۔ کہ یہ درجہ محض اس واسطے ملا کہ تم پاک ہو۔ اور پاک لوگوں کی اس درگاہ میں قدر ہے۔

باب نمبر 82

حالات حضرت ممشاد الدینوریؒ

آپ عالی ہمت شیخ وقت اور مرجع خاص و عام تھے۔ ریاضت و مشاہدہ اور حرمت و خدمت میں کمال رکھتے تھے۔ سب مشائخ کے مقبول ہیں۔ اور بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ آپ کی وفات ۲۷۹ یا ۲۹۹ء میں ہوئی۔ آپ کی خانقاہ کا دروازہ ہمیشہ بند رہا کرتا تھا۔ جب کوئی مسافر آتا۔ تو اس سے پوچھتے۔ کہ مسافر یا مقیم۔ اگر وہ اپنے آپ کو مقیم کہتا تو دروازہ کھول دیا جاتا۔ ورنہ کہتے کہ یہ تمہاری جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ مسافر ہونے کی حالت میں چند دنوں کے بعد جب تم سے محبت ہو جائے گی۔ تو تم چلے جاؤ گے۔ اور ہم کو فراق میں چھوڑ جاؤ گے۔ کسی نے آپ سے دعاء کی درخواست کی۔ فرمایا جا کر کوچہ الٰہی میں بیٹھ جاؤ۔ تا کہ ممشاد کی دعا کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اس نے پوچھا کہ خدا کا کوچہ کہاں ہے۔ فرمایا کہ جہاں تو نہ ہو۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ فرماتے ہیں کہ بت کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کا صنم (بت) ان کا نفس ہے۔ بعض کا اولاد بعض کا مال۔ بعض کا بیوی۔ بعض کے لئے تجارت و حرفت اور بعض کے لئے نماز و روزہ اور زکوٰۃ ہر ایک شخص کسی نہ کسی بت کی عبادت میں مصروف اور محو ہے۔ مگر ان بتوں سے بچنے کا کوئی علاج نہیں ہے۔ البتہ صرف یہ کہ اپنے نفس کو حقیر سمجھے۔ اور اس کے افعال پر بالکل اعتبار نہ کرے۔ جو کچھ بھی نیکی یا بدی نفس سے سرزد ہو۔ اس پر راضی نہ ہو۔ اور نفس کو ملامت کرتا رہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مریدوں کا ادب یہ ہے۔ کہ پیروں کی تعظیم کریں۔ بھائیوں کی عزت کا خیال رکھیں تمام شبہات سے ہاتھ اٹھالیں۔ اور آداب شریعت کا خیال رکھیں۔ اور نفس کی موافقت سے اپنے آپ کو بچائیں۔

فرماتے ہیں کہ اہل اصلاح کی صحبت میں دل کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اور اہل فساد کی

صحبت میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

فرمایا ہے کہ سب سے بہتر حالت اس شخص کی ہے۔ جس کے نفس سے دید خلق اٹھ جائے۔ اور ہر کام میں اس کا اعتماد ذات حق پر ہو۔

فرماتے ہیں کہ تمام معرفت یہ ہے۔ کہ خالص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کا محتاج رہے۔

فرماتے ہیں کہ معرفت تین طریقے سے حاصل ہوتی ہے۔ اول یہ کہ فکر کرے۔ کہ کام کیسے ہو رہے ہیں۔ دوم تقدیر میں فکر کرے۔ کہ ان کو کس طرح مقدر کیا۔ اور سوم یہ کہ خلق میں فکر کرے۔ کہ ان کو کس طرح پیدا کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جمع معرفت یہ ہے۔ کہ خلق کو توحید میں شامل کر دیا گیا۔ اور تفرقہ یہ ہے۔ کہ شریعت میں ان کو متفرق کر دیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ طریق حق بعید ہے۔ اور اس پر صبر شدید ہے۔ فرماتے ہیں کہ حکماء لوگوں نے خاموشی اور تفکر سے حکمت پاتی ہے۔

تصوف کے معنی میں فرمایا کہ اسرار کی صفائی رکھے اور اس پر عمل کرے۔ جس میں خدا کی رضا ہے۔ تصوف کے معنی سخاوت کرنے اور اس چیز سے دستکش ہو جانے کے ہیں' جو کام میں نہ آئے۔ فرمایا کہ توکل کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس چیز سے جس کی طرف طبیعت رغبت کرے اور نفس چاہے' طمع اٹھالو۔ فرماتے ہیں کہ فقیر کی شرط یہ ہے۔ کہ جب بھوک لگے۔ تو نماز میں مشغول ہو۔ اخلاص نہ ہو تو روزہ رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ درویش کو تین باتوں سے خالی نہیں رکھتا ہے۔ روزی دیتا ہے یا قوت دیتا ہے۔ یا موت دیتا ہے۔

وفات کے وقت لوگوں نے پوچھا آپ کو کیا مرض ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو مرض پوچھتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ کلمہ پڑھئے۔ آپ نے دیوار کی طرف منہ کر کے کہا۔ کہ میں تجھ میں فانی ہو گیا ہوں۔ جو شخص تجھ کو دوست رکھے۔ اس کی جزا ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔

فرمایا تیس سال سے مجھ پر بہشت پیش کی جا رہی ہے۔ لیکن میں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ تیس سال سے میرا دل گم ہو گیا ہے۔ مگر میں اس کی واپسی کا طلب گار نہیں ہوں۔ جبکہ تمام صدیق لوگوں نے حق تعالیٰ میں اپنے دلوں کو گم کرنا چاہا۔ کس طرح طلب کروں۔

حالات حضرت ابواسحٰق ابراہیم الشیبانیؒ

آپ اہل تصوف کے سلطان تھے۔مجاہدہ اور ریاضت میں شان عالی رکھتے ہیں۔ تقویٰ اور ورع میں بے نظیر تھے۔

فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک میں نے عبداللہ مغربی کی خدمت کی۔مگر اس مدت میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔نہ ہی میرے بال و ناخن بڑھے۔اور نہ ہی میرے کپڑے میلے ہوئے۔اور نہ ہی خانہ کعبہ کی چھت کے سوا کسی اور چھت کے نیچے سویا۔

فرماتے ہیں کہ اسی سال گذرے۔میں نے اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کیا اور نہ کچھ کھایا۔ایک بار شام میں تھا۔کہ مسور کھانے کی آرزو ہوئی۔چنانچہ میں نے کھا لئے۔بعد ازاں بازار کی طرف گیا۔وہاں میں نے چند ظروف دیکھے۔اور سمجھا کہ ان میں شراب ہے۔چنانچہ میں نے ان کو توڑنا شروع کیا۔دکان دار پہلے تو حاکم سمجھ کر چپ رہا۔لیکن اس کو معلوم ہوا کہ میں کون ہوں۔تو پکڑ کر حاکم کے پاس لے گیا۔جس نے مجھ کو دوسو بید کی سزا دی۔اور قید کر دیا۔اور ایک مدت تک قید رہا۔اور آخرکار عبداللہ مغربی کی سفارش سے رہا ہوا۔رہائی کے بعد انہوں نے مجھ سے ماجرا پوچھا۔تو میں نے کہا کہ مسور پیٹ بھر کر کھائے جس کے عوض دوسو بید اور قید کی سزا ملی۔فرمایا تم نے ارزاں خریدی۔جب آپ حج کے لئے جاتے۔تو پہلے مدینہ منورہ میں جا کر روضتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے۔پھر خانہ کعبہ میں جاتے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن حمام میں گیا۔وہاں ایک نہایت ہی حسین وجمیل نوجوان کو دیکھا۔اس نے کہا کہ اے شیخ غسل ظاہری میں کب تک مصروف رہو گے۔غسل باطنی کرو۔ماسوی اللہ سے پاک ہو جاؤ۔میں نے کہا کہ تم کون ہو۔کہ اس قدر خوبصورت ہو۔جواب دیا کہ میں کچھ نہیں۔بسم اللہ کی ب کے نیچے جو لفظ ہے وہ

ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ ساری مملکت تمہاری ہے۔ اس نے کہا کہ ابراہیم اپنی پناہ سے باہر آ جاؤ تو مملکت دیکھو۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص اخلاص کے متعلق گفتگو کرے۔ اور اپنی ذات سے عمل کا مطالعہ نہ کرے۔ تو حق تعالیٰ اس کو ایسے کام میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جو اس کی پردہ دری کا موجب ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سفلہ وہ ہے۔ جو کہ خدا تعالیٰ کا نافرمان ہو۔ اگر کسی کو کچھ دے تو احسان ظاہر کرے۔

فرماتے ہیں۔ کہ بزرگی تواضع ہے۔ آزادی قناعت میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ خدا اور بندہ کے درمیان توکل ایک راز ہے۔ پس لازم ہے کہ سوائے خدا کی ذات کے اور کوئی اس راز پر مطلع نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ بہشت عطاء کرتا ہے۔ مگر جو شخص محض خدا کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کا دیدار کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنا دیدار عطاء کرتا ہے۔ لوگوں نے آپ سے دعاء کی التجا کی۔ فرمایا کہ وقت کی مخالفت میں بے ادبی ہے۔ دعاء کیسے کروں۔ کسی شخص نے آپ سے وصیت چاہی۔ فرمایا خدا کو ہمیشہ یاد رکھو۔ اگر ایسا نہ کر سکو تو ہمیشہ موت کو یاد رکھو۔

باب نمبر 84

حالات حضرت ابو بکر الطمساتی

آپ کی ذات بابرکات اعظم مشائخین میں سے تھی۔ نہایت صاحب جمال تھے۔ ریاضت ومشاہدہ اور ورع میں بے نظیر تھے۔ رہنے والے فارس کے تھے۔ مگر وفات نیشاپور میں ہوئی۔ آپ کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ شبلی علیہ الرحمۃ آپ کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ نہایت یگانہ آدمی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ خدا سے صحبت رکھو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے۔ تو ان کی صحبت میں رہو۔ جو محرم دان خدا ہو۔ تاکہ ان کی صحبت تم کو خدا تک پہنچادے۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص حق تعالیٰ اور اپنے درمیان صدق رکھتا ہے۔ تو وہ اپنے صدق کی بدولت اس قدر مشغول ہو جاتا ہے کہ اس کو خلقت کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ تک اتنی ہی راہیں ہیں، جس قدر کہ اس کی مخلوق ہے۔ فرماتے ہیں سب سے بہتر وہ شخص ہے۔ جو اپنی خیرو نیکی غیر میں دیکھے۔ اور کل احوال میں اپنے نفس کی تقصیر ملاحظہ کرے۔ فرماتے ہیں کہ عقلمند وہ شخص ہے۔ جو بات بقدر ضرورت کہے۔ فرماتے ہیں کہ مرید کی علامت ہے کہ اپنی غیر جنس سے نفرت کرے اور ہم جنس کی طلب کرے۔ اور کہ مرید کی زندگی نفس کی موت میں ہے۔ اور دل کی زندگی نفس کی موت ہے۔ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی نعمت یہ ہے۔ کہ آدمی نفس سے رہا ہو جائے۔ کیونکہ بندہ اور خدا کے درمیان نفس ایک حجاب ہے۔ اور حقیقت بغیر نفس کی موت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ فرماتے ہیں۔ کہ موت آخرت کا ایک دروازہ ہے اس میں سے گذرے بغیر کوئی بندہ حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کے مرید کہتے ہیں۔ کہ آپ کی وفات کے بعد ہم نے آپ کی مزار پر ایک لوح نصب کردی۔ اور اس پر آپ کا اسم مبارک لکھدیا۔ مگر رات کو کوئی شخص آ کر خراب کر گیا۔ کئی بار ہم نے درست کی۔ مگر ہر بار کوئی آ کر خراب کر جاتا تھا۔ آخر ہم نے ایک بزرگ سے اس کا

راز دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ آپ دنیا میں اپنے آپ کو پنہاں رکھتے تھے۔ مگر تم آشکارا کرنا چاہتے ہو۔ حق تعالیٰ ان کی مرضی کے مطابق ان کو مخفی رکھنا چاہتا ہے۔

باب نمبر 85

حالات ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادیؒ

آپ قطب عالم اور اکابر مشائخ بغداد میں سے ہیں۔ علم کلام تفسیر اور حدیث میں کامل تھے شیخ محاسبی کے مرید تھے سریؒ۔ نوریؒ اور دیگر بزرگان کرام کی صحبت حاصل کی تھی۔ بغداد کی مسجد صادقہ میں آپ وعظ فرمایا کرتے تھے ۲۸۹ھ میں وفات پائی۔ ایک روز آپ اپنے شیخ کی خدمت میں گئے تو ان کو عمدہ لباس میں ملبوس پایا۔ اور سامنے پنجرے میں ایک سیاہ جانور بند تھا۔ اتفاقاً جانور بولا۔ تو آپ نے کہا لَبَّیْکَ یَـا سَیِّدِیْ. یہ سنتے ہی شیخ نے چھری پکڑ کر آپ کو قتل کرنا چاہا۔ مریدوں نے بیچ بچاؤ کیا۔ آخر شیخ نے کہا۔ کہ اے مردود از سر نو تجدید اسلام کر۔ ورنہ ابھی قتل کرتا ہوں۔ مریدوں نے کہا حضرت حمزہ تو اولیائے کرام میں سے ہیں۔ شیخ نے کہا۔ بیشک ایسی ہی بات ہے۔ میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ لیکن انہوں نے ایسی بات کیوں کی۔ جو حلولیوں کے افعال و اقوال کے مشابہ ہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اگر چہ میں حق پر ہوں۔ لیکن چونکہ میرا فعل ایک گمراہ قوم سے مشابہ ہے۔ توبہ کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ میں نے علانیہ طور پر جمال الٰہی کا مشاہدہ کیا۔ اس نے مجھ کو حکم دیا کہ وسواس نہ کرو اور خلق کی تکلیف برداشت کرو۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو آپ کو سخت اذیت دی (سچ ہے۔ فقراء کی دوستی سخت ہے اور اس پر صدیق لوگ ہی صبر کر سکتے ہیں)۔ فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ تین نعمتیں۔ شکم خالی۔ دل قانع اور فقر دائم عطاء کرے گا وہ بہت سے آفتوں سی رہا ہو جائے گا۔ اور نفس کے مکر سے جلدی رہائی پالیگا۔ فرماتے ہیں کہ سچے صوفی کی نشانی یہ ہے۔ کہ عزت کے بعد ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ امیری کے بعد درویشی اور ظاہر ہونے کے بعد پنہاں ہوتا ہے۔ مگر جھوٹے اور کاذب صوفی کی حالت اس کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں فاقہ سے ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو فاقہ کا تحفہ بھیجتا ہے۔ آپ کے وعظ

میں بہت تاثیر ہوا کرتی تھی ۔ اور نہایت خوش بیان تھے ۔ ایک دن غیب سے ندا سنی کہ تم وعظ بہت اچھا کہتے ہو۔ لیکن اگر خاموش رہو تو بہت ہی بہتر ہے ۔ چنانچہ اس دن سے بالکل خاموش ہو گئے ۔ اور اسی ہفتہ میں آپ نے وفات پائی ۔ جمعہ کے دن کرسی پر بیٹھے ہوئے بیان کر رہے تھے ۔ کہ آپ پر ایک حالت طاری ہوئی اور کرسی سے گر کر انتقال فرمایا ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ ۔

حالات حضرت ابوعلی الدقاقؒ

قطب عالم شیخ وقت۔ اور سلطان طریقت تھے۔ لسان الرحمٰن آپ کا لقب مشہور خاص و عام ہے۔ احادیث وتفسیر اور وعظ میں مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ ریاضت و کرامت میں بھی مخصوص لوگوں میں سے تھے۔

آپ شیخ ابو القاسم نصیر آبادیؒ کے مرید تھے۔ اکثر مشائخین عظام کو دیکھا اور ان سے فیض حاصل کیا۔ چونکہ ابتداء میں جب کہ آپ نے توبہ کی۔ آرد فروشی کی دکان کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو دقاق (آٹا فروش) کہتے ہیں۔ مرو میں آپ کے حال کی ابتداء ہوئی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ابلیس لعین کو دیکھا۔ جو اپنے سر میں خاک ڈال رہا تھا۔ اور نوحہ کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم کو کیا ہوا۔ جواب دیا کہ وہ خلقت جس کے انتظار میں اور امید میں لاکھوں سال عبادت کی۔ وہ مرو کے ایک آٹا فروش کو یونہی عطا کر دی گئی ہے۔ شیخ بوعلی فارمدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت میں میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ میں کہدوں۔ حضرت بوعلی دقاق کا محب اور معتقد ہوں۔ فرماتے ہیں کہ اپنے مرشد شیخ ابو القاسم نصیر آبادیؒ کی خدمت میں کبھی مکمل طہارت اور غسل کئے بغیر نہیں گیا۔ ابتدا میں آپ نے مرو میں وعظ گوئی اختیار کی۔ پھر بہت دفعہ حجاز کا سفر کیا۔ اور کئی بزرگان کرام کی زیارت حاصل کی۔ ایک دفعہ آپ کے پاس کپڑے نہ تھے۔ عبداللہ عمرؒ کی خانقاہ میں ٹھیر گئے۔ لوگوں میں سے ایک نے آپ کو پہچان لیا۔ پھر آپ کو بہت مجبور کیا۔ کہ آپ وعظ بیان کریں۔ مگر قبول نہ کیا۔ آخر بڑی منت کے بعد منبر پر تشریف لے گئے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے منبر پر جاتے ہی سیدھی طرف اشارہ کر کے اللہ اکبر فرمایا۔ پھر الٹی طرف وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی فرمایا۔ اور پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ فرمایا۔ ایک عجیب کیفیت طاری

ہوگئی۔ حاضرین میں کئی آدمی مر گئے۔ لوگ اپنی کیفیت میں محو تھے۔ آپ منبر سے اتر کر چل دیے۔ ہر چند تلاش کی۔ مگر نہ ملے۔ ایک درویش بیان کرتے ہیں۔ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نہایت نفیس دستار پہنے ہوئے تھے۔ میرا دل اس طرف مائل ہوگیا۔ میں نے آپ سے توکل کے معنی پوچھے۔ تو فرمایا کہ دوسروں کی پگڑیوں پر سے طمع اٹھالینا یہ کہہ کر دستار میری طرف پھینک دی۔ نقل ہے کہ ایک شرابی بالعموم آپ کی مجلس میں آتا۔ خصوصاً جب کھانے کا وقت ہوتا۔ تو وہ شراب لے کر آجاتا۔ درویش کھانا کھاتے اور وہ شراب پیتا۔ ایک دن آپ کی زبان سے اس کے متعلق یہ الفاظ نکل گئے۔ کہ یہ شخص وقت صافی رکھتا ہے۔ اسی رات آپ نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے۔ وہاں اکثر بزرگان دین جمع ہیں آپ نے بھی جانے کی خواہش کی۔ مگر نہ پہنچ سکے۔ آخر اسی شخص شرابی نے کہا کہ اے شیخ مجھے ہاتھ دو۔ کیونکہ اس راہ میں آکر ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ شیروں کو لومڑیوں کے نقش قدم پر چلنا پڑتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ شخص آپ کو اوپر لے گیا دوسرے دن آپ منبر پر تھے۔ کہ وہی شرابی دروازے کے پاس گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو اندر لاؤ۔ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو ہم وہاں نہ پہنچ سکتے۔ اس نے کہا اے شیخ ایک ہی رات وہاں جا کر ہمارا راز فاش کر دیا۔ کسی نے وساوس شیطان کے متعلق شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا کے تمام علائق کے درختوں کو جڑ سے اکھیر ڈالو۔ تا کہ شیطانی جانور بیٹھ ہی نہ سکیں۔ اور تم خاطر خواہ وساوس شیطانی سے رہائی حاصل کرو۔ ایک دفعہ آپ اپنے ایک مرید کی عیادت کے لئے جو سوداگری کا کام کرتا تھا۔ تشریف لے گئے۔ اور وہاں جا کر مرض کی وجہ دریافت کی۔ مرید نے کہا کہ نصف شب کو ادائے تہجد کے لئے اٹھ کر وضو کرنا چاہا۔ کہ پیٹھ کی رگوں میں درد محسوس ہوئی۔ جس سے تپ آگیا۔ فرمایا کہ اس فضول بحث سے کیا سروکار کہ نماز تہجد پڑھی۔ مردار دنیا کو قطعی دل سے نکال دو۔ ایک دفعہ ایک مرید کے گھر میں

گئے۔وہ آپ کی انتظار میں تھا۔جب وہاں پہنچے۔تو مرید نے عرض کیا کہ کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔فرمایا کہو۔کہا کہ آپ کب جائیں گے۔فرمایا کہ ظالم وصال تو ہوا ہی نہیں۔ اورتو فراق کی آواز دے رہا ہے۔ایک دن آپ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے۔آپ کے زمانہ میں ابوالحسن نوریؒ ایک بزرگ تھے۔وہ آپ کی خانقاہ میں میلی سی پوستین پہن کر آئے۔آپ نے مذاق کے طور پر کہا کہ ابوالحسن یہ پوستین تم نے کتنے میں خریدی۔انہوں نے کہا کہ ابوعلی رعنائی چھوڑ دو۔اس پوستین کوتمام دنیا کے عوض خریدا ہے اور دونوں عالم کے عوض نہیں بیچوں گا۔یہ سن کر آپ زار و زار رونے لگے۔اورعہد کرلیا کہ آئندہ کبھی مذاق نہ کروں گا۔

مرو میں کسی نے آپ کی دعوت کی۔جب آپ اس کے گھر جارہے تھے۔تو راہ میں ایک بوڑھی عورت ملی۔جو کہتی تھی کہ خداوندا تو نے مجھ کواس قدر بھوکا رکھا۔اوراس قدر بچے میرے ہمراہ کردئے۔اس میں کیا حکمت ہے۔جب آپ اس جگہ پہنچے۔تو کھانا اٹھوا کراس عورت کے گھر پہنچایا۔اورکہا کہ دیکھو یہ تواضع اور نیاز ہے۔فرماتے ہیں کہ جوشخص حرام کو چھوڑدے گا۔دوزخ سے نجات پائے گا۔جوشبہ کوترک کردے گا۔وہ سیدھا بہشت میں جائے گا۔اور جوشخص زیادتی و لالچ یاضرورت سے زیادہ کو ترک کرے گا۔وہ حق تعالیٰ تک پہنچ جائے گا۔فرمایا کہ بدبخت وہ ہے جوآخرت کو دنیا کے عوض بیچڈالے۔

فرماتے ہیں کہ جوشخص وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا۔" سن لے۔وہ جان دے دینے میں کیسے بخل سے کام لے سکتا ہے

فرماتے ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ شریعت کاخیال ہے۔اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ حقیقت کا حکم ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کوبہشت کے بدلے میں خرید کرلیا۔تو اس کو دوسرے کے پاس فروخت مت کرو۔کیونکہ بیع ناجائز ہوگی۔اور نہ ہی دوسرے کے

ساتھ معاملہ کرنے سے نفع ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ رتبے تین ہیں۔سوال۔دعا۔ثنا۔سوال کا نتیجہ چاہنے والے کو حاصل ہے۔دعاء کا رتبہ طالب عقبیٰ کو حاصل ہوتا ہے۔اور ثناء کا رتبہ اس کو ملتا ہے۔جو حق تعالیٰ کا طالب ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سخاوت تین قسم کی ہوتی ہے۔سخا۔جود اور ایثار۔صاحب سخاوہ ہے جو حق تعالیٰ کو اپنے نفس پر ترجیح دے۔"صاحب جود وہ ہے جو حق تعالیٰ کو دل پر ترجیح دے۔اور صاحب ایثار وہ ہے۔جو حق تعالیٰ کو اپنی جان پر ترجیح دے۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص حق بات سے خاموش ہو جاتا ہے۔وہ گونگا شیطان ہے۔

فرماتے ہیں بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ پرہیز کرو۔کیونکہ وہ بچوں جیسی رائے رکھتے ہیں۔مگر شوکت شیروں جیسی رکھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ امیروں کی تواضع فقیر لوگوں کے ساتھ دیانت ہے۔مگر فقیر لوگوں کو امیر لوگوں کی تواضع کرنا خیانت ہے۔

فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے جو نہ سوئے۔اور نہ نفس کی کوئی خواہش طلب کرے۔ آخر عمر میں آپ کی گفتگو اس قدر دقیق اور عالی فہم ہوگئی تھی۔کہ لوگ ان کو نہ سمجھ سکتے۔اور نہ ہی بوجہ غلبہ درد کے ان کے سننے کی طاقت رکھتے تھے۔آخری مجلس وعظ میں بہت کم لوگ جایا کرتے تھے۔ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔فرمایا کہ جس گناہ کا میں نے اقرار کرلیا۔وہ بخش دیا۔مگر ایک گناہ کا اقرار کرنے سے مجھ کو شرم آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ستاری کے عوض اس کو پردے ہی میں رہنے دیا۔ایک اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نہایت بیقرار اور مضطرب ہیں۔پوچھا کیا وجہ ہے۔فرمایا کہ میں دنیا میں دوبارہ جانے کا خواہشمند ہوں۔تاکہ لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاؤں۔کہ خواب غفلت کو ترک کردو۔(سبحان اللہ بزرگوں کی شفقت۔کہ

عاقبت میں بھی مخلوق الٰہی کی بہتری کے لئے مضطرب و بے قرار رہتے ہیں۔ مترجم)۔اسی طرح ایک اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر حال پوچھا۔تو فرمایا کہ میرے ایک ایک گناہ اور عمل کا حساب کیا گیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے رحمت اور عفو کے پہاڑ میرے سامنے کھڑے کردئے۔

حالات حضرت ابو علی محمد بن عبدالوہاب الثقفیؒ

آپ امام وقت اور عزیز روزگار تھے۔ ابو حفصؒ اور حمدونؒ کی صحبت حاصل کی تھی۔ نیشاپور میں شیخ وقت تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ فتویٰ اور حدیث میں علمائے زمانہ کے امام و پیشواء تھے۔ آخر میں سب کچھ چھوڑ کر تصوف اختیار کر لیا۔ اور ۳۲۸ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک جنازہ دیکھا جن کو تین مرد اور ایک عورت اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ میں نے جنازہ کا وہ پایہ جس کو عورت اٹھائے تھی۔ پکڑ لیا۔ دفن کے بعد پوچھا۔ کیا تمہارے ہاں پڑوسی نہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ تھے لیکن یہ میت مخنث کی تھی۔ اور لوگوں نے اس کو حقیر سمجھا۔ رات کو آپ نے خواب میں ایک نورانی مرد کو دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں وہی مخنث ہوں۔ جس کو لوگوں نے حقیر سمجھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض لوگوں کی حقارت کے باعث مجھ پر اپنا فضل و کرم کیا۔

فرماتے ہیں کہ اس شخص سے دوستی کی امید نہ کرو۔ جس کو درست نہ کیا گیا ہو۔ اور اس شخص سے ادب کی امید نہ رکھو جس کو ادب نہ سکھایا گیا ہو۔

فرماتے ہیں۔ اگر انسان تمام علوم ظاہری و باطنی پڑھ لے۔ علمائے کرام و مشائخین عظام کی خدمت میں رہے۔ تب بھی وہ مردوں کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کسی متقی کامل اور شیخ کے فرمان کے مطابق نفس کو مشغول ریاضت نہ کرے ایسے آدمی کی اقتداء کسی کام میں نہ کرنی چاہئے۔ ایسا شخص تمام فوائد سے جو اولیاء اللہ اور مردان خدا کی صحبت کے برکات و انوار سے حاصل ہوتے ہیں محروم رہے گا۔ کیونکہ اچھی شاخ اچھی جڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ پس جو شخص اپنے اقوال اور افعال کو درست کرنا چاہے۔ اس کو کہدو۔ کہ وہ اپنے اخلاص اور صدق دل کو درست کرے۔ حق تعالیٰ کے لئے کوئی کام نہ کرے جب تک کہ وہ درست اور خالص نیت سے نہ کیا

جائے۔اور کسی خالص عمل پر ہرگز قیام نہ کرو جب تک کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ مرد چالیس باتوں سے خالی اور غافل نہ ہونا چاہئے۔صدق قول۔ صدق عمل۔صدق مودت۔صدق امانت۔

فرماتے ہیں کہ علم دل کی زندگی ہے جہالت سے۔آنکھ کا نور ہے ظلمت سے۔

فرماتے ہیں کہ جب دنیا کا شغل کسی طرف متوجہ ہو تو آفت ہے۔اور جب دنیا کسی سے منہ پھیر لیتی ہے۔تو حسرت ہوتی ہے مگر عاقل وہ شخص ہے جو ایسی چیز کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا جس کا انجام دونوں جہاں میں حسرت اور آفت ہو۔

فرماتے ہیں۔افسوس ہے ایسے شخص پر جو ناقص کو تمام اچھی چیزوں کے عوض خریدتا ہے۔اور ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔جس میں کسی مومن کا عیش خوش نہ ہوگا۔مگر یہ کہ اپنے آپ کو وہ کسی منافق کا شکار بنا دے۔(نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنہَا)۔

باب نمبر 88

حالات حضرت ابو علی احمد محمد الرودباریؒ

کاملان طریقت اور اہل فتوت میں سے تھے۔ نہایت ظریف۔ علوم و ریاضت میں بزرگ تھے۔ بغداد کے رہنے والے تھے۔ مگر مصر میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ شیخ جنیدؒ اور نوریؒ کی صحبت پائی تھی ۳۲۸ھ میں مصر میں وفات ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے وفات پائی۔ جب اس کو دفن کر رہا تھا۔ تو میں نے اس کا منہ خاک پر رکھنے کا ارادہ کیا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔ مگر اسی وقت اس درویش نے آنکھ کھولی اور کہا تو مجھ کو اس کے روبرو جس نے عزیز رکھا ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ کے محب کبھی مردہ نہیں ہوتے۔ اگر خدا کے ہاں میری آبرو ہوئی۔ تو میں تم کو مدد دوں گا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک میں وسوسہ طہارت میں مبتلا رہا۔ ایک دن گیارہ دفعہ وضو کیا۔ مگر ہر دفعہ یہی خیال آتا تھا۔ کہ وضو مکمل نہیں ہوا۔ آخر بہت رنجیدہ ہو گیا۔ اور دعا کی۔ ہاتف نے آواز دی کہ عافیت علم میں ہے۔ تصوف یہ ہے کہ صوف پہن کر جور و جفا کا تختۂ مشق بنو۔ اور دنیا کو پس پشت ڈال دو۔

فرماتے ہیں جو درویش یا مرید پانچ دن کی بھوک کے بعد رونے لگے۔ اس کو بازار میں گداگری کے لئے بھیجدو۔

فرماتے ہیں کہ تصوف کے معنی یہ ہیں۔ کہ دوست کے دروازے پر سر کو رکھ دیا جائے۔ اگر دن میں سو مرتبہ بھی وہاں سے نکالا جائے تو وہاں سے ہرگز ہٹنے کا نام نہ لے۔ اور کہ تصوف آزاد لوگوں کی عطاء ہے۔ فرماتے ہیں۔ خوف و رجاء ایک پرندہ کے دو بازوؤں کی مانند ہیں۔ پرندہ ٹھیرا رہے گا۔ تو بازو بھی ساکن ہونگے۔ اور جب ایک بازو میں نقص آ گیا۔ تو دوسرا بازو بھی نکما ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حقیقت

خوف یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر سے نہ ڈرو۔ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے۔ کہ قطعی طور پر اپنے آپ کو محبوب کے حوالے کردو اپنے پاس کچھ نہ رکھو۔ فرماتے ہیں کہ توحید کے معنی دل کی استقامت یا تعلیل و انکار سے مفارقت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ سب سے زیادہ فائدہ مند وہ یقین ہے۔ کہ حق تعالیٰ کو تمہاری آنکھ میں عظیم القدر کردے۔ اور ماسوی کو حقیر و نابود کردے۔ فرماتے ہیں کہ جب دل دنیا کی محبت سے خالی نہیں ہوتا۔ نعمت جو موجب شکر کا ہو۔ یا منت جو موجب ذکر ہو یا محنت جو موجب صبر ہو یا لغزش جو موجب استغفار ہو۔

فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے ایک واعظ ہے۔ چنانچہ دل کے لئے حیا ہو واعظ ہے۔ فرماتے ہیں۔ مرید وہ ہے۔ جو اپنے لئے حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ چاہے۔ فرماتے ہیں کہ جوانمرد وہ ہے۔ جو دونوں عالم میں حق تعالیٰ ہی کو چاہے۔

وفات کے وقت آپ کا سر آپ کی ہمشیرہ کی گود میں تھا۔ آنکھ کھول کر فرمایا کہ بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ آراستہ کی جارہی ہے۔ اور مجھ کو جلوہ دکھایا جارہا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تم کو ایسی جگہ لے جائیں گے جس کا تم کو کبھی خواب بھی نہ آیا ہو گا۔ حوریں نثار ہو رہی ہیں۔ لیکن میرا دل کہتا ہے۔ کہ تیری قسم میں غیر کی طرف دھیان نہ کروں گا۔ بس قدر دراز عمر صرف اسی امید میں بسر کی ہے۔ ہم رشوت کے طلبگار نہیں ہیں۔ یہ کہا اور وفات پائی۔

باب نمبر 89

حالات حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری ؒ

آپ عالم علم ربانی تھے۔اہل عراق کے شیخ تھے۔بصرہ کے رہنے والے تھے۔مگر بغداد میں مقیم ہو گئے تھے ۳۹۱ھ میں وفات پائی۔اشارت و تحقیق میں کامل تھے۔

فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے۔جو محض حق تعالیٰ ہی سے آرام پائے۔اور تمام امور کو خدا کے سپرد کر دے۔ماسوئ اللہ کی طرف توجہ کرے۔مناجات میں فرمایا کرتے تھے۔کہ خداوندا ہر حال میں تجھ سے میں راضی ہوں۔تو مجھ سے راضی ہو۔آخر ایک دن نداء آئی۔کہ اے کاذب اگر تو ہم سے راضی ہوتا۔تو ہماری رضاء کو طلب کرتا۔

فرماتے ہیں کہ توحید میں ہماری پانچ حالتیں ہیں۔دفع حدیث' اثبات قدم' مفارقت احوال' ترک وطن جو کچھ جانتے ہو یا نہیں جانتے۔قطعی طور پر فراموش کر دو۔جو نہیں جانتے اس کی طلب مت کرو۔حق کی طرف متوجہ رہو۔

فرماتے ہیں میں نے بعض لوگوں سے پوچھا۔کہ زہد کیا ہے۔جواب ملا کہ جس کو تم جانتے ہو' اس کا ترک کرنا زہد ہے۔

لوگوں نے ملامت کے بارے میں پوچھا۔تو فرمایا کہ اگر اس زمانہ میں کوئی پیغمبر ہو سکتا۔تو وہ ملامتی ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے۔کہ جب آفات سے فانی ہو جائے۔تو اس کے راز کی طرف متوجہ نہ ہو۔جب حق تعالیٰ کی طرف رخ کرے۔تو پھر ہرگز نہ پھیرے۔حادثہ کا اس پر اثر نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ صوفی وہ ہے۔جو علوم کے بعد موجود نہ ہو۔اور وجود کے بعد معدوم کو نہ دیکھے۔

پھر فرمایا کہ صوفی وہ ہے۔جس کا وجد موجود ہو۔اس کی صفات اس کا حجاب ہو۔

تصوف کے معنی بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اختلافات سے دل کا صاف ہونا

تصوف ہے۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حالات حضرت ابوعثمان سعید بن اسلام المغربیؒ

آپ کی ذات بابرکات انوار حقائق اور اسرار حقائق کو دیکھنے والی تھی۔ شیخ وقت اور وارث حقیقت تھے۔ ارباب طریقت اور اصحاب ریاضت کے سرکردہ تھے۔ ذکر و فکر اور انواع علوم میں کامل و اکمل تھے۔ صاحب تصنیف ہیں۔ مدت تک حرم کے مجاور بنے رہے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے۔ ایکسوتیں سال کی عمر پائی ۳۷۳ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔

ابتداء کے تیس سال بالکل سنسان اور ویران جنگل میں ریاضت میں بسر کیے۔ جہاں کہ انسان کی آواز تک نہ سنائی دی پھر حسب الفرمان مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ مشائخ حرم آپ کے استقبال کو آئے۔

فرماتے ہیں کہ ابتدائے مجاہدہ میں میری حالت یہ تھی کہ بعض وقت ایسا ہوتا تھا کہ میں آسمان سے پھینک دیا جانا زیادہ پسند کرتا بمقابلہ اس بات کے کہ مجھ کو کھانا کھانا پڑے اور طہارت کے لئے وضو کرنا پڑے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اور اس نے چاہا کہ شیخ مجھ سے کچھ سوال کریں تو اس کو پورا کردوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ لینے کو ہم ناپسند کرتے ہیں۔

ایک روز آپ نے خادم سے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی سوال کرے۔ تمہارا معبود کس حالت میں ہے۔ تو کیا جواب دو گے۔ کہا کہ میں جواب دونگا۔ کہ جس حالت پر ازل میں تھا۔ فرمایا اگر سوال کریں۔ کہ ازل میں کس حالت پر تھا۔ تو کہا کہ میں جواب دوں گا کہ جس حالت میں اب ہے۔ سن کر فرمایا کہ خوب جواب ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ذاکر کو لازم ہے کہ وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اپنے علم میں شامل کرلے۔ اور ہر نیک و بدخیال کو اس کلمہ شریف کی طاقت سے دل سے نکال ڈالے۔ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو معرفت حق و ذکر حق سے انس ہوتا ہے۔ موت اس کے انس کو دور

نہیں کر سکتی۔ بلکہ پہلے سے سو گنا انس و راحت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اسباب تفرقہ درمیان سے اٹھ جاتے ہیں۔ صرف محبت باقی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں اس درگاہ میں دو باتیں رہبری کرتی ہیں۔ نبوت اور حدیث نبوت۔ مگر اب نبوت تو ختم ہو چکی ہے۔ البتہ حدیث ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کا راستہ مجاہدہ و ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ کوئی مقامات خواص پر نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ آداب نفوس اور ریاست کا اثر اس میں باقی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ عاصی مدعی کی نسبت بہتر و برتر ہے۔ کیونکہ عاصی تو گناہ کا اقرار کرتا ہے۔ مگر مدعی اپنے دعویٰ میں گرفتار ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص درویشوں کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں مبتلا کرے گا۔

فرمایا کہ جو درویش خواہش نفس سے امیروں کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ اس کا عذر ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ فرمایا کہ جو شخص خلق کے حال میں مشغول ہو گیا۔ اس نے اپنی عمر ضائع کر دی۔

اس کا عذر ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ فرمایا کہ جو شخص خلق کے حال میں مشغول ہو گیا۔ اس نے اپنی عمر ضائع کر دی۔

فرمایا کہ جو کوئی سفر کرنا چاہے۔ اس کو لازم ہے کہ پہلے حرص شہوت اور مراد نفس کو قطعی ترک کر دے۔ کیونکہ سفر غربت ہے۔ اور غربت ذلت ہے۔ لیکن مومن کو لازم نہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو مخلوق کے سامنے ذلیل کرے۔

فرماتے ہیں کہ دوستی کی خوبی یہ ہے۔ کہ جو چیز اپنے لئے چاہتے ہو۔ وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے چاہو۔ مگر جو کچھ اس کے پاس موجود ہے۔ اس کی طمع ہرگز نہ کرو۔ اس کی جفاء کو برداشت کرو۔ عذر قبول کرو۔ اس کا انصاف کرو۔ مگر اس سے انصاف طلب نہ کرو۔ اس کی اطاعت کرو۔ مگر اس سے اطاعت نہ کراؤ۔ اس کی نیکی یاد رکھو۔ اپنی نیکی کو حقیر ہی نہ سمجھو۔ بلکہ بھول جاؤ۔

فرماتے ہیں کوئی شخص کسی چیز کونہیں جان سکتا۔ جب تک اس کی ضد کا علم نہ ہو۔ (نور اور ظلمت ایک دوسرے کی ضد ہیں) اسی لئے مخلص کا خلوص کامل نہیں ہوتا۔ جب تک وہ ریا کو نہ سمجھ لے۔

فرمایا کہ تصوف کے معنی تمام علائق کا قطعی طور پر قطع کر دینے کے ہیں۔ خلق کو چھوڑ دینا۔ اور حقائق سے متصل ہونا۔

فرماتے ہیں کہ شوق کی علامت یہ ہے۔ کہ راحت میں موت کو درست کیا جائے۔

فرماتے ہیں کہ غیرت مردوں کو صفت ہے۔ اہل حقائق کو نہیں ہوتی۔

فرماتے ہیں۔ کہ عارف کو انوار معرفت اور علم کی روشنی ملتی ہے۔ جس سے وہ غیب کے عجائبات ملاحظہ کرتا ہے۔

جب آپ مریض ہوئے۔ طبیبوں کو بلایا۔ تو فرمایا کہ میرے اطباء کی مثال بعینہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں جیسی ہے۔ وفات کے وقت سماع کی خواہش کی۔ اور اسی میں وفات پائی۔

حالات حضرت ابو العباس نہاوندیؒ

یگانہ عہد اور معتبر مشائخ میں سے تھے۔ ورع اور معرفت میں شان عظیم رکھتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ابتدائے ریاضت میں بارہ سال تک سرگرداں رہا۔ تب جا کر دل کا ایک گوشہ مجھ کو دکھایا گیا۔

فرماتے ہیں۔ کہ ساری دنیا آرزو میں ہے کہ ایک ساعت کے لئے حق تعالیٰ مل جائے۔ مگر میری یہ خواہش ہے کہ ایک ساعت کے لئے حق تعالیٰ مل جائے۔ خواہش ہے کہ ساعت کے لئے حق تعالیٰ مجھ کو میرے اوپر تسلط کردے۔ تاکہ میں اپنے آپ کو دیکھوں۔ کیا ہوں۔ کہاں ہوں۔ لیکن افسوس میری یہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔

فرماتے ہیں کہ فقر کی انتہاء تصوف کی ابتداء ہے۔ اور تصوف کے معنی یہ ہیں۔ کہ حالت کو پنہاں رکھا جائے۔

کسی نے آپ سے دعا کی التجا کی۔ فرمایا اللہ تجھ کو اچھی موت دے۔

آپ عموماً کلاہ سازی کیا کرتے تھے۔ ایک ٹوپی دو درم میں فروخت کرتے۔ ایک خود رکھتے ایک خدا کے نام دیدیتے۔

آپ کا ایک مرید نہایت دولتمند اور صاحب نصاب تھا۔ اس نے عرض کیا کہ مال کی زکوٰۃ کس کو دوں۔ فرمایا جس پر تیرے دل کا اطمینان ہو جائے۔ وہ چلا گیا۔ راہ میں ایک اندھا شخص دیکھا۔ اسی کو سارا روپیہ دیدیا۔ خدا کی قدرت دوسرے دن جب وہ مرید گذر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہی اندھا شخص دوسرے اندھے کو کہہ رہا تھا۔ کہ کل ایک شخص نے مجھ کو اس قدر روپیہ دیدیا کہ میں شرابخانہ میں گیا۔ فلاں مطربہ کے ساتھ عیش کیا۔ یہ لفظ سن کر مرید کو سخت اضطراب ہوا کہ میرا مال حرام گیا۔ شیخ کے پاس آکر ماجرا بیان کرنے لگا۔ مگر پیشتر اس کے کہ ماجرا بیان کرے۔ شیخ نے ایک درم دے کر کہا کہ جاؤ۔ جو شخص سب سے پہلے ملے اسی کو دیدو۔ وہ درم ٹوپی کی سلائی

کا تھا۔ چنانچہ اس کو سب سے پہلے ایک علوی شخص ملا۔ مرید نے وہ درم اسی کو دے دیا۔ اور خود اس کے عقب میں روانہ ہوا۔ دیکھا کہ وہ علوی ایک جنگل میں گیا۔ وہاں پہنچ کر اس شخص نے بغل سے ایک مردہ چکور نکال کر پھینک دی۔ مرید نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور قسم دے کر پوچھا کہ اپنا حال بیان کرو۔ اس نے کہا کہ آج سات روز سے میرے اہل و عیال بھوکے ہیں۔ سوال کی ذلت میں پسند نہ کرتا تھا۔ اس جگہ یہ مردہ جانور مجھ کو ملا۔ میں نے اٹھا لیا۔ کیونکہ حالت اضطراری تھی۔ مگر اب مجھ کو یہ درم مل گیا۔ اس لئے مردہ جانور کو پھینک دیا۔

مرید یہ واقع معلوم کر کے شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور حال کہنا چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کوئی ضرر نہیں۔ چونکہ تیرے مال کا تعلق سپاہیوں اور ظالموں سے ہے۔ اس لئے اس سے یہ نابینا شراب پیتا ہے۔ میرا مال کیسا حلال تھا کہ اس کی بدولت ایک علوی مردار کھانے سے بچ جاتا ہے۔

نقل ہے کہ روم کا ایک آتش پرست آپ کا امتحان لینے کی غرض سے آیا۔ مگر اپنا لباس بدل کر مسلمان درویش کی صورت میں ابو العباس قصاب کے سامنے آیا۔ مگر جونہی ان کی نگاہ اس پر پڑی۔ انہوں نے فرمایا کہ اے بیگانے یگانوں کے کوچہ میں تمہارا کیا کام ہے۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر وہ شخص آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس سے کچھ نہ کہا۔ چار ماہ تک ٹھیرا رہا۔ درویشوں کے ساتھ وضو کرتا۔ نماز پڑھتا۔ آخر ایک دن چلنے کا ارادہ کیا۔ تو شیخ نے فرمایا۔ کہ جب نان و نمک کا حق ہو گیا۔ تو یہ جوانمردی سے بعید ہے کہ بیگانہ وار رہو۔ اور بیگانہ وار چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ اس قدر ریاضت کی کہ آپ کے بعد وہی آپ کا خلیفہ ہوا۔

باب نمبر 92

حالات حضرت ابوعمرو ابراہیم زجاجیؒ

اکابرین مشائخ میں سے تھے۔ اصحاب تصوف کے نزدیک معتبر تھے۔ کرامت میں شان عالی رکھتے تھے سب کے مقبول تھے۔ شیخ جنیدؒ کو دیکھا تھا۔ ابوعثمان کے شاگردوں میں سے تھے ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔

آپ کی تقریر بہت دقیق تھی۔ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ کے ساتھ رہے تھے۔ ابوالقاسم سے پوچھا۔ کہ سماع کیوں سنتے ہو۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ایک دوسرے کی غیبت سے سماع سننا ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ اگر سماع میں ایک حرکت ایسی ہو۔ جس کو ہم روک سکتے ہیں۔ تو سو برس کی غیبت سے بدتر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حالات حضرت ابوالحسن صائغؒ

اکابرین مشائخ اور مشائخ قوم تھے۔ اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ مصر میں رہا کرتے تھے۔

ابوعثمان مغربیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابوالحسن صائغؒ سے بڑھ کر کسی کو صاحب ہمت نہیں دیکھا۔

ممشاد دینوریؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دینور میں ایک شخص کو دیکھا۔ جو نماز پڑھتا ہے۔ اور اس کے سر پر ایک کرگس سایہ کناں ہے۔ غور کیا تو وہ ابوالحسن صائغ تھے۔

فرماتے ہیں۔ اس کی صفات سے جس کا مثل ہو۔ بیمثل سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ معرفت کے معنی کل احوال میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے۔ اور ہر طرح سے شکر نعمت ادا کرنے سے عاجز ہونے کا نام ہے۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ مرید کی کیا صفت ہے۔ فرمایا کہ باوجود فراخی کے ان پر زمین اس قدر تنگ ہو۔ کہ ان کے نفس بھی ان پر بار ہوں۔

فرماتے ہیں۔ کہ اہل محبت اس شوق کی آگ میں جوان کو محبوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ بہشتوں کے لطف سے زیادہ مسرور ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ تم کو دوست رکھنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ فرماتے ہیں احوال خوف ذوق حال سے ہوا کرتے ہیں۔ جب خوف رک جاتا ہے۔ تو نفس کی صفات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اور طبیعت آمادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ حالت عمدہ ہے کہ جس چیز میں نفس کا دخل ہو گیا۔ اس صفائی کو خودی کی کدورت سے خراب کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ تمنا اور امید فساد کے باعث ہوتی ہے۔

باب نمبر 94

حالات حضرت ابو القاسم نصیر آبادیؒ

آپ دانائے عشق و معرفت کے تھے۔ نہایت بزرگ عالی مرتبہ اور بیحد شریف تھے۔ اپنے زمانہ کے خاص الخاص مشائخ میں سے تھے۔ انواع علوم اور حدیث میں بے بدل اور ممتاز تھے۔ طریقت میں بھی آپ کی نظر نہایت دقیق اور نکتہ سنج تھی۔ حضرت شبلیؒ کے بعد آپ ہی اہل خراسان کے استاد اور شبلیؒ کے مرید تھے۔ آپ نے بہت سے مشائخ کو دیکھا۔ اور ان سے فیض حاصل کیا تھا۔ متاخرین میں کوئی شخص آپ جیسے رتبہ کا اہل نہ تھا۔ ایک دفعہ آپ پر شوق محبت اور حیرت کا اس قدر غلبہ طاری ہو گیا۔ کہ آپ نے ایک آتش کدہ کے گرداگرد طواف شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو نیشاپور سے نکال دیا۔ پھر آپ مکہ معظمہ میں آ گئے۔ اور وہیں مجاور بن گئے۔

ایک دن آپ نے ایک یہودی سے کہا۔ کہ مجھے کچھ دے کہ میں پیالہ خرید سکوں۔ مگر یہودی نے سخت سست کہہ کر نکال دیا۔ مگر آپ کئی مرتبہ اس کے پاس گئے۔ ہر دفعہ گالیاں سنتے۔ مگر ذرا ملال نہ کرتے۔ آخر تنگ آ کر یہودی نے کہا۔ کہ تم کیسے ذلیل آدمی ہو۔ کہ ذرہ سی بے حقیقت چیز کے بدلے خفگی اور گالیاں ذلت برداشت کر رہے ہو آپ نے کہا کہ میں درویش ہوں درویشوں پر اکثر ایسی چیزیں پڑتی ہیں جن کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے ہم ذرہ بھر بھی جگہ سے ہٹ جائیں۔ تو برداشت نہ کرسکیں۔ یہ سن کر یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ مکہ میں لوگ طواف کر رہے تھے۔ آپ اسی وقت باہر جا کر لکڑیاں اور آگ لے آئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ آگ اور لکڑیوں کا یہاں کیا کام۔ فرمایا کہ کعبہ کو جلا دوں گا۔ تا کہ سب غافل لوگ خدا کی طرف رجوع کر لیں۔ آپ نے محض توکلت علی اللہ ستر حج کئے۔

ایک مرتبہ مکہ میں آپ نے ایک بھوکے کتے کو جو قریب المرگ تھا۔ دیکھا۔ مگر اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے آواز دی۔ کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جو محض ایک روٹی کے عوض چالیس ۴۰ حج خریدنا چاہئے۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ کو روٹی دی۔ اور آپ نے گواہوں کے روبرو اپنے چالیس حج اس کو بخش دیے۔ پھر آپ نے وہ روٹی اس کتے کو کھلا دی۔ مردان خدا میں سے کوئی شخص یہ سب ماجرا دیکھ رہا تھا۔ جب آپ کتے کو روٹی کھلا چکے۔ اس نے آکر نہایت زور کے ساتھ آپ کے ایک تھپڑ رسید کیا۔ اور کہا اے بیوقوف کیا تو سمجھتا ہے۔ کہ میں نے بڑا کام کیا۔ تیرے باپ آدم نے تو دو دانوں کے عوض آٹھوں بہشت بیچ ڈالے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ تھک کر نا امید ہو گیا۔ اتفاقاً میری نظر چاند پر جا پڑی۔ جس پر فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ لکھا تھا۔ معاً میرا دل قوی ہو گیا۔ اور طاقت آ گئی۔

ایک مرتبہ خلوت میں بیٹھے تھے۔ کہ دل نے نداء سنی۔ تم کو یہ کس نے اجازت دی ہے کہ اس قدر شیخی مارتے ہو۔ اور ہمارے کوچہ میں اتنے بڑے بڑے دعوے کرتے ہو۔ یاد رکھ ہم تجھ پر اس قدر بلا ڈالیں گے کہ جہان میں رسوا ہو جاؤ گے" آپ نے جواب دیا کہ اگر تو اس دعویٰ میں اپنے فضل سے میرے ساتھ نرمی کا سلوک نہ کرے گا۔ تو میں اس دعویٰ سے دست بردار نہ ہونگا۔ آواز آئی کہ ہاں ہم یہ بات پسند کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ جا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک آدمی زمین پر تڑپ رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ الحمد شریف پڑھ کر دم کروں۔ مگر آواز آئی کہ اس کتے کو چھوڑ دو۔ یہ اہل البیت کا دشمن ہے۔ فرماتے ہیں کہ لوگو! تم دو نسبتوں کے درمیان ہو۔ ایک آدم سے اور دوسری حق تعالیٰ سے۔ اگر آدم سے نسبت کر لی۔ تو شہوت اور آفت میں گرفتار ہو گئے۔ کیونکہ طبیعت کی نسبت بے قیمت ہے۔ اگر حق تعالیٰ سے نسبت کر

ذکر حضرت ابوالفضل حسن سرخسیؒ

آپ حامل امانت' عاقل دیانت ۔عزیز بے بدل ۔پیر وقت ۔ابوالفضل حسنؒ یگانہ روزگار تھے ۔تقویٰ اور محبت معنی اور فتوت میں آپ کا درجہ کمال پر تھا ۔کرامت و فراست اور ریاضت بھی حد سے زیادہ تھی ۔

آپ کی پیدائش سرخس میں ہوئی ۔شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے پہلے مرشد آپ ہی تھے ۔ روایت ہے کہ ایک دن شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے لوگوں نے پوچھا ۔کہ آپ نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی ۔فرمایا کہ ایک دن میں دریا کے کنارے چلا جا رہا تھا ۔ دوسری طرف سے حضرت ابوالفضل تشریف لا رہے تھے ۔نگاہ سے نگاہ مل گئی ۔اور دولت مجھے حاصل ہو گئی ۔امام خسرائیؒ بیان کرتے ہیں ۔کہ میں ابھی بچہ تھا ۔ایک دن درخت پر چڑھ کر کھیل رہا تھا ۔اسی اثناء میں پیر ابوالفضل کا ادھر سے گذر ہوا ۔ آپ حالت انبساط میں کہہ رہے تھے کہ خداوندا اتنی مدت گذر گئی ۔تو نے مجھ کو ایک کوڑی بھی نہ دی ۔کہ سر کی حجامت ہی بنواتا ۔کیا تو اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتا ہے ۔اسی وقت درخت کی شاخیں اور پتے سب سونے کے ہوئے ۔ یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ تعجب کا مقام ہے ۔کشائش دل کے لئے تجھ سے بات بھی نہیں کر سکتے ۔شیخ ابوسعیدؒ فرماتے ہیں ۔کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ؟ کیا ہے ۔ فرمایا کہ تم ۔میں نے پوچھا کہ کیا ہے ۔فرمایا وہ بھی تم ۔ایک دفعہ لوگوں نے عرض کی کہ بارش کے لئے دعا کریں ۔فرمایا ہو گی ۔اس رات کو سخت بارش ہوئی ۔اور سخت بجلی بھی گری ۔لوگوں نے کہا کہ آپ نے کیا کیا ۔فرمایا میں قطب ہوں ۔جب میں سر دھو گیا ۔تو تمام جہان جو میری وجہ سے حرکت کرتا ہے ۔سر دھو گیا ۔فرماتے ہیں کہ زمانہ ماضی کو یاد کرو ۔اور آنیوالے زمانہ کا انتظار نہ کرو ۔بلکہ موجودہ کی قدر کرو ۔ جب آپ کی وفات قریب ہوئی ۔تو لوگوں نے کہا کہ آپ کو فلاں جگہ دفن کریں ۔

جہاں کہ دوسرے مشائخ مدفون ہیں۔ فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ میں اپنے آپ کو ان جیسا ہرگز نہیں پاتا ہوں۔ بلکہ مجھ کو فلاں ٹیلے پر جہاں خراباتی لوگوں کی قبریں ہیں' دفن کرو۔ کیونکہ وہ رحمت سے زیادہ نزدیک ہیں۔ پانی پیاسوں کو ہی دیا جاتا ہے۔ وہ محتاج ہیں۔ اور کریم محتاج ہی کو عطاء کرتے ہیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

باب نمبر 96

حالات حضرت ابو العباس السیاریؒ

آپ مجتہد طریقت و حقیقت تھے۔ اور آئمہ وقت میں سے تھے۔ علوم شریعت کے ماہر اور معارف و حقائق کے عارف تھے۔ بہت سے مشائخ کو آپ نے دیکھا۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔ آپ بہت خوشمزاج تھے۔

مرو شہر میں سب سے پہلے آپ ہی نے سخن حقائق بیان کئے۔ ابوبکر واسطیؒ کے مرید تھے۔ آپ علم و ریاضت کے خاندان میں سے تھے مرو میں آپ کے خاندان سے بڑھ کر اور کسی خاندان کی عزت و توقیر نہ تھی۔ جو کچھ ورثہ آپ نے اپنے باپ سے پایا راہ خدا میں صرف کر دیا۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو موئے مبارک اپنے پاس رکھ لئے۔ انہی کی برکت سے آپ کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور گروہ سیاریوں کے امام بن گئے۔ ایک دفعہ آپ دکان پر اخروٹ خریدنے گئے اور قیمت دیدی۔ دکاندار نے نوکر سے کہا کہ اچھے اخروٹ لانا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس کسی کے ہاتھ اخروٹ بیچو یہی وصیت کیا کرو۔ دکان دار نے کہا کہ نہیں۔ یہ صرف آپ ہی کو خصوصیت حاصل ہے۔ اور وہ بھی آپ کے علم کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے علم کو صرف دو اخروٹوں کے فرق کے مقابلے میں نہیں بیچتا۔ اور اخروٹ چھوڑ کر چلے گئے۔ فرماتے ہیں کہ ترک گناہ پر تم کس طرح قادر ہو سکتے ہو جبکہ لوح محفوظ میں تمہارے نصیب میں لکھا ہوا ہے۔ اور قضاء میں لکھی ہوئی چیز سے تم کس طرح رہائی حاصل کر سکتے ہو۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے پاس سے جو بغیر کسی علت کے سب کو روزی دیتا ہے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق کم و بیش کر دیتا ہے۔

کسی نے سوال کیا۔ کہ معرفت کیا شے ہے۔ فرمایا کہ معارف سے باہر نکلنا۔ اور توحید یہ ہے۔ کہ ماسوی اللہ خیال تک دل میں نہ آئے۔ کسی نے پوچھا۔ کہ آپ اللہ

تعالیٰ سے کیا چاہتے ہیں۔فرمایا جو کچھ وہ دیدے ۔ کیونکہ گدا کو جو کچھ دیدیا جائے' وہی ٹھیک ہے۔لوگوں نے دریافت کیا کہ مرید کس طرح ریاضت کرے۔فرمایا کہ شرع کے حکم پر قائم رہے۔نواہی سے بچے نیک گمان لوگوں کی صحبت میں رہے۔پھر فرمایا۔ کہ عطاء دوقسم کی ہوتی ہے۔ کرامت اور استدراج۔ جو تمہارے پاس قائم رہے وہ کرامت ہے۔لیکن جو زائل ہو جائے وہ استدراج ہے۔فرماتے ہیں۔اگر نماز بغیر قرآن کے جائز ہوتی تو اس شعر سے جائز ہوتی **شعر** کا مطلب یہ ہے۔میں زمانہ سے یہ طاقت طلب کرتا ہوں ۔کہ عمر بھر میں کسی آزاد بندہ ٔخدا کو دیکھ پاؤں۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت فرمائی ۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک جو میں نے رکھ لئے ہیں میرے منہ میں رکھ دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔آپ کا مزار شہر مرو میں اب تک مرجع خاص و عام ہے۔حاجتمند لوگ وہاں جاتے ہیں ۔اوران کی حاجتیں خدا کے حکم اور آپ کی طفیل پوری ہوتی ہیں ۔وَاللّٰہُ تعالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجَعُ وَالْمَاٰبِ.

.....اختتام.....